بی۔اے عربی کورس

کا

اردو ترجمہ حصہ دوم

مترجمہ

جناب مولانا مولوی کریم بخش صاحب شاکر ایم۔اے (عربی) و ایم۔او۔ایل ایل نشی فاضل

حسب فرمایش

قاضی نورالدین بک سیلر و سٹیشنر مظفر گڈھ (پنجاب)

در سنہ ۱۹۲۰ء

گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور رونق انطباع یافت
باہتمام شیخ گلزار محمد پرنٹر

قیمت ۱۲

زیبائش و آرائش حمد و ستائش و نیائش اس مبتدع گلشن کائنات و مخترع چمن موجودات کے لئے متحقق ہے
جس نے اپنی کلک رنگین بیانی و سحر انگریزی سے صفحات ریاض فضل و کمال پر گلہائے علم و ادب و ریاحین فن عرب کو زیب
و زینت بخشی اور گلدستہائے صفات بدایع و نتیجات صنائع اس عندلیب چمنستان ما ینطق الہوی کے حضور میں پیش کئے
جس نے منصہ انا افصح العرب والعجم پر جلوہ آرا ہو کر منطق ادبیت جوامع الکلم سے تمام مشتاقان مخدرات علوم ادبیہ کو بہرہ اندوز کیا۔ اما بعد
یہ خاکسار بہ تقدار ہزار بار شکر پروردگار و اعتراف امداد روحانی سید مختار کرتا ہے۔ کہ بی اے کورس جو بیکار ز دقائق نکات ادبیہ و اسرار لغات ادبیہ
سے مشحون و مقرون تھا اور جس کے اندر فحول شعرائے نامدار و بلغائے کامگار مثل طرفہ۔ لبید۔ زہیر۔ کعب۔ ابوتمام۔ ابونواس۔ و ابوالعلاء
کے کلمات بانہایت براعت و غایت بلاغت مندرج تھے۔ کہ سہولیت آمیز و معنی خیز اردو ترجمہ لکھنے اور مقامات معاقدہ و مواقع مشکلہ
کی شرح بیان کرنے کی توفیق رفیق فرمائی۔ باوجود اس امر کے کہ ان کلمات کے فہم مبانی و درک معانی میں عدم استطاعت و قلت بضاعت حد
درجہ کی تھی۔ لیکن معتمد احباب تک میری عقل کوتاہ نے اپنے نور اشراق سے میری ہدایت کی ہے تحقیق مطالب و تشریح مقاصد میں
کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ گو بادی الرائے میں یہ کام بالکل آسانی پر مبنی ہو لیکن جو ذرا بھی اس بحر ناپیدا کنار میں قدم رکھنے
کی طاقت رکھتا ہے اس پر روز روشن کی طرح واضح ہو جائیگا کہ کسقدر بے حساب مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے (۲) ترجمہ میں رعایت الفاظ
و معانی ہر دو کی رکھی گئی ہے اور طریقہ اظہار حتی المقدور آسان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے (۳) صاحب بصیرت پر واضح ہوگا کہ بی اے کورس
بیشمار تلمیحات و کنایات اور بے حد مقامات تاریخ و جغرافیہ و اصطلاحات فلسفہ و نجوم پر حاوی ہے۔ بتوفیق الٰہی سب کی مکمل تشریح کر دیگئی ہے
اور حق پوچھو تو اس کتاب ترجمہ شرح کی خوبی اسی بات میں منحصر ہے۔ (۴) لغوی نحوی اور ان نکات سے جو علم معانی کے متعلق ہیں۔ عمداً
اعراض کیا ہے کیونکہ یہ باتیں اول تو بہت دقت طلب ہیں دوسرا عام طلبہ کو اس قسم کی لیاقت ہی نہیں ہوتی کہ انکو سمجھیں۔ یا سمجھنے کی
کوشش کریں علاوہ اسکے کتاب کا حجم موجودہ سے کئی گنا زیادہ ہو جاتا ہے اگر مبالغہ نہ شمار کیا جائے۔ تو صرف سبعہ معلقہ کے تین قصیدوں کی ادبی و
نحوی خوبیوں کی تشریح کرنے ہی سے آدھی کتاب ادبی بن جاتی (۵) کتاب میں کاتب کے ہاتھوں یا اصل کتابوں سے نقل کرنیکی وجہ سے کئی ایک
غلطیاں موجود تھیں انہوں کی اصلاح کر کے نقشہ کیصورت میں اخیر پر درج کرتا ہوں۔ (۶) وثوق کامل ہے کہ یہ کتاب طلبہ امتحان
منشی فاضل و بی اے و دیگر طالبان فن ادب کیلئے از بس مفید ثابت ہوگی میں نے اپنی جانب سے تو تمام سعی بلیغ کے ساتھ حل معانی میں زور
لگایا ہے جس کا اندازہ خود ناظرین لگائینگے مگر بمقتضی بشریت انسان جس کا خاصہ سہو و نسیان ہے ممکن ہے کہ چند مقامات میں میری نگاہ
قاصر ایسی دقیق نہ ہو گئی ہو تو پھر یہ عرض ہے کہ یہ میرے فہم و ادراک کا قصور تصور کر کے مجھ پر نظر چشم پوشی و مرحمت فرمادیں بلکہ اگر
تکلیف ہو سکے تو مناسب اصلاح سے اطلاع بخشیں و اجرہ عند اللہ حسبی اللہ نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر۔ خادم العلماء و الفقراء کریم بخش شاکر غفرلہ

کتاب الفخری

نوٹ۔ محمدؒ بن علی بن طبا طبا جو ابن طقطقی کے نام سے مشہور ہے۔ متاخرین میں کا سب سے اعلےٰ مورخ ہے۔ ۱۳۰۲ء میں اس نے یہ کتاب لکھی جس میں حکومت اسلامیہ اور آداب سلطانیہ کا ذکر ہے۔ فخر الدین گورنر موصل کے نام نامزد کی گئی تھی۔ سلاست شستگی اور انواع و اقسام کے مضامین سے پر ہونا یہ اس کی خوبیاں ہیں بعض انگریز لکھتے ہیں کہ ان کی نگاہ میں قرآن کو چھوڑ کر اور کوئی کتاب عربی کی ایسی سلیس عبارت والی موجود نہیں۔

(۱) عبدالملک بن مروان (خلافت ۶۵ھ سے ۶۸ھ تک)

یہ شخص دانا۔ عاقل۔ عالم۔ دبرونت بادشاہ۔ قوی ہیبت اور سخت رعب داب والا اور دنیاوی امور میں بڑی حسن تدبیر کرنے والا تھا۔ اس کے عہد میں کچہری میں فارسی کی بجائے عربی شروع ہوئی۔ اور پردیسی عربوں کے ہانکنے اور نکال دینے کی تجویز کی گئی (سبافتت حضور کے ذریعہ سے شمار کرنے کو بھی کہتے ہیں ممکن ہے کہ وہی مراد ہو) سب سے پہلے اس نے خلفا کے سامنے جرات کیا کرتے تھے۔ اس کی تشریح پہلے آچکی ہے۔ اسی نے حجاج بن یوسف (بنی ثقیف کا بڑا مشہور شخص تھا عبدالملک کا وزیر۔ ولید نے اسے وزارت سے خارج کر کے عراق و فارس کا گورنر بنا دیا۔ بے حد درجہ کا ظالم تھا۔ کئی ہزار مسلمان قتل کئے۔ لیکن خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی۔ قرآن شریف پر اعراب لگوائے سن وفات ۹۵ھ) کو لوگوں پر بطور وزیر کے مقرر کیا۔ کعبہ پر جنگ کی حضرت عبداللہ بن زبیر اور اس کے بھائی مصعب کو قتل کیا (جیسا کہ آگے بیان ہو گا) اس کے بارے میں ایک طرفہ واقعہ یہ ہے کہ جس وقت یزید بن معاویہ (کون ہے جو اسکے نام سے آگاہ نہیں کربلا کے کشت و خون کا باعث یہی ہے چار سال کے قریب خلافت کی۔ ظالم تھا لیکن بہادر خوبصورت اور شاعر بھی تھا۔ کئی ایک علاقے بھی اسکے عہد میں فتح ہوئے) نے مدینہ والوں سے لڑنے اور کعبہ پر چڑھائی کرنے کے لئے لشکر بھیجا (یہ واقعہ بعد شہادت حسین ۶۳ھ کا ہے مسلم بن عقبہ کو امیر لشکر بنایا تھا حال مفصل آگے آئے گا) تو یہ اس بات سے نہایت ہی خشمناک ہوا

اور کہتا تھا۔ کہ کاش آسمان گر کر زمین پر منطبق ہو جائے۔ اب جب یہ خود خلیفہ بنا۔ تو یہی کام بلکہ اس نے
کیا اور یہ اس طرح پر کہ اس نے حجاج کو عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کرنے اور مکہ پر چڑھائی کرنے کے لئے بھیجا
عبدالملک خلافت سے پہلے منجملہ فقہائے مدینہ کے تھا۔ (جن میں مشہور سعید بن مسیب عروہ بن زبیر
اور قبیصہ بن ذویب تھے)۔ بوجہ تلاوت قرآن کو ہمیشہ لازم رکھنے کے اسکو مسجد کی کبوتری کہتے تھے
اب جب اس کا باپ مروان مر گیا۔ اور اسکو خلافت کی خوشخبری ملی تو قرآن پاک کو بند کر دیا۔ اور
(قرآن شریف کے یہ الفاظ) کہنے لگا کہ اب تیرے اور میرے درمیان جدائی ہے۔ اور امور دنیاوی
کی طرف لگ گیا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن اس نے سعید بن مسیب (مدینے کے سات فقیہوں میں سے
ایک تھا۔ تابعی اور مشاہیر علمائے سنت سے تھا سنہ وفات ۹۴ھ) سے کہا کہ اے سعید!
میں ایسا ہو گیا ہوں کہ نیکی کرتا ہوں اور اس سے خوش نہیں ہوتا۔ اور جب برائی کرتا ہوں تو مجھے
اس میں کوئی غمی نہیں ہوتی۔ سعید بن مسیب نے جواب دیا کہ بس اب تیرے دل کو پوری موت
حاصل ہو گئی۔ اس کے عہد میں عبداللہ بن زبیر اور اس کا بھائی مصعب امیر عراق قتل کئے گئے۔
عبداللہ بن زبیر کا قصہ تو یہ ہے کہ اس نے مکہ میں پناہ لی تھی اور حجاز اور عراق والوں نے اسکی
بیعت بھی کر لی تھی۔ اب چونکہ یہ شخص بڑا ہی حریص تھا۔ اس لئے اس کا کام پورا نہ ہو سکا خلیفہ
نے اسکی طرف حجاج کو بھیجا۔ جس نے مکہ معظمہ میں اسکا محاصرہ کر لیا اور کعبۃ اللہ پر منجنیق کے گولے
مارنے شروع کئے۔ اور خوب اس سے محاربہ کیا۔ لیکن اسکے خویش و احباب نے اسکو اکیلا چھوڑ دیا
تو یہ اپنی ماں کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ اے پیاری ماں! مجھے تو تمام لوگوں نے حتیٰ کہ اپنے
بیٹے اور دیگر خویشوں نے بے مدد چھوڑ دیا ہے سوائے ہلکے سے گروہ کے میرے پاس کچھ نہیں رہا۔
اور نیز سوائے ایسے آدمیوں کے جن کے پاس ایک گھڑی صبر سے زیادہ کچھ نہیں ہے ساتھ ہی لوگ
مجھے جو کچھ میں مال و دنیا کا ارادہ کروں۔ دینے کو تیار ہیں۔ اب تیری کیا رائے ہے اس سے کہنے
لگی کہ تجھے اپنی بابت زیادہ علم ہے۔ اگر تو یہ جانتا ہے۔ کہ تو حق پر ہے۔ تو اپنے کام کو جاری رکھ۔
اور بنی امیہ (جس سے عبدالملک تھا) کے بچوں کو اپنی گردن پر قادر نہ کر۔ ہاں اگر تو مال و دنیا
کا ارادہ رکھتا ہے۔ تب تو برا بندہ ہے۔ اس حالت میں تو خود بھی ہلاک ہو جا۔ اور تیرے ساتھی
بھی۔ بھلا تو کب تک اس دنیا میں ہمیشہ رہے گا۔ تیرے لئے قتل ہونا ہی بہتر ہے۔ اس پر اس نے
جواب دیا اے اماں مجھے یہ خوف ہے۔ کہ کہیں وہ مجھے قتل کر کے (بطور نشان و عبرت کے
لٹکا نہ دیں۔ کہنے لگی۔ کہ اے پسر عزیز بکری جب ذبح ہو جا ئے تو اس چمڑہ وغیرہ اتارنا اسکو تکلیف

نہیں دیتا۔ اسی طرح وہ عورت اسے اس جیسی باتوں سے برانگیختہ کرتی رہی۔ یہاں تک کہ اس نے خروج کیا۔ اور خوب مصمم ارادہ سے جنگ کی۔ جسمیں وہ مقتول ہوا۔ حجاج نے عبدالملک کی طرف یہ خوشخبری بھیجی۔ یہ واقعہ سنہ ۷۲ھ کا ہے دوبارہ اسکے بھائی مُصعب بن زبیر امیر عراق کے۔ سو حال یہ ہے کہ وہ بہادر خوبصورت۔ بڑی قدر والا اور قابل تعریف تھا۔ امام حسین علیہ السلام کی دختر مبارک سکینہ ؑ اور حضرت طلحہ رضؓ (جلیل القدر صحابی عشرہ مبشرہ سے۔ حضرت اور حضرت ابوبکر رضؓ کے چچا کے بیٹے اور داماد تھے۔ خلافت شوریٰ کے ممبر تھے) کہ بیٹی عائشہ ہر دو سے نکاح کیا تھا۔ اور ان دونوں کو اپنے مکان میں اکٹھا رکھا تھا۔ یہ دونو بیبیاں تمام عورتوں سے زیادہ قدر و مال و جمال والی تھیں۔ ایک دن عبدالملک نے اپنے ہمنشینوں سے کہا۔ کہ لوگوں میں زیادہ بہادر کون ہے کہنے لگے کہ آپ ہی ہیں۔ اس نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ شخص ہے جس نے عائشہ رضؓ بنت طلحہ رضؓ اور سکینہ بنت حسین ؑ کو ایک گھر میں جمع کر رکھا ہے جس سے اس کی مراد مصعب تھی۔ اسکے بعد عبدالملک نے مصعب کے ساتھ لڑائی کرنے کی تیاری کی۔ اور اپنی زوجہ عاتکہ بنت یزید بن معاویہ سے رخصت چاہی جب اس کو الوداع کہا۔ تو وہ رونے لگی۔ اس پر اسکے ہمسائے بھی اسکے رونے کو دیکھ کر روئے یہ دیکھکر عبدالملک نے کہا۔ خدا کثیّر شاعر محبوبہ عزہ والے کو ہلاک کرے گویا اس نے اس بات کا مشاہدہ کیا تھا جب کہ اس نے یہ شعر کہے۔ (یہ اشعار بھی عبدالملک کی مدح میں ہیں شاعر کا ذکر پہلے آچکا ہے۔)

۱۔ جس وقت وہ جنگ کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اسکے قصد کو کوئی ایسی پردہ نشین عورت نہیں پھیرتی جس نے زینت دینے والا موتیوں کا ہار پہنا ہوا ہے۔

۲۔ اس عورت نے (اول تو) اس کو منع کیا اب جبوقت اس نے منع کرنے کو مفید نہ دیکھا تو رونے لگی۔ اسپر اسکے ہمسائے بھی اسکے غم کیوجہ سے روئے۔ ناں لیں وہ مصعب کے ساتھ لڑائی کرنے کیطرف بھڑک اٹھا۔ دونو کی مٹھ بھیڑ سرزمین دُجیل (دریائے دجلہ سے نکلنے والی ایک نہر کا نام ہے) میں ہوئی بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ جس میں مصعب مقتول ہوا۔ یہ واقعہ سنہ ۷۱ھ کا ہے۔ عبدالملک ادیب۔ ذکی اور فاضل آدمی تھا۔ امام شعبی (بڑا بھارا محدث تھا۔ قبیلہ ہمدان سے تھا۔ مقام بصرہ میں سنہ ۱۰۱ھ میں فوت ہوا) کہتے ہیں کہ میں نے کسی شخص سے مقابلہ نہیں کیا۔ مگر یہ کہ میں نے اس پر فضیلت پائی۔ لیکن عبدالملک مجھ سے بڑھ گیا۔ کیونکہ جب کبھی میں نے اس سے حدیث اور شاعری میں مقابلہ کیا وہ ان دو میں مجھ سے زیادہ نکلا۔ عبدالملک کو کہا گیا تھا۔ کہ بڑھاپا تیری طرف جلدی سے آرہا ہے۔

کہنے لگا کہ منبروں پر چڑھنے اور قرآن شریف کو الحان وخوش آواز سے پڑھنے کے خوف نے
مجھے بوڑھا کر دیا (یا لحن سے مراد لحن فی الحدیث مراد ہو لحن کے معنی لغت ونحو بھی ہوتے ہیں۔
حدیث شریف ہے کہ اقرؤا القرآن بحون العرب) اور ان لوگوں کے نزدیک لحن نہایت ہی قبیح
سمجھا جاتا تھا۔ منجملہ اس کی (درست) رائوں کے ایک وہ رائے ہے جس کا اشارہ بچپن میں ہی
اس نے مسلم بن عقبہ رض (صحابی کوفی واقعہ کربلا کے بعد جب لوگوں نے عبداللہ بن زبیر کی طرف
رجوع کر لی تھی تو یزید نے اسکو مکہ معظمہ کی طرف بھیجا تھا۔ جیسے آگے آتا ہے) کو کیا تھا جب
کہ یزید بن معاویہ نے اہل مدینہ سے جنگ کرنے کے لئے اسکو روانہ کیا تھا۔ جب یہ مدینہ میں پہنچا
تو بنی امیہ (یعنی یزیدی لوگ) اس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ اسکے بعد وہ نکال دئے گئے۔ اب
جب مسلم بن عقبہ نے اُن سے مقابلہ کرنا چاہا۔ تو اس نے عبدالملک سے مشورہ طلب کیا اس وقت
یہ نوجوان ہی تھا کہنے لگا۔ کہ رائے تو یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں سے کوچ کرے۔ جس وقت مدینہ کے
مقام ادنی نخل پر پہنچے۔ تو وہاں اتر پڑے۔ اور چاہیئے کہ لوگ بھی اس جگہ کے کھجوروں کے سائے
میں آرام لیں اور وہاں کے صاف پانی اور میوے کو کھائیں پئیں۔ جونہی کہ تو صبح کو اٹھے۔ تو
اس طرح کوچ کر کہ مدینہ کو تو اپنے طرف کو چھوڑے ازاں بعد گھوم کر تو ان لوگوں کے پاس
مقام حرہ (جہاں کہ سخت لڑائی تھی۔ مدینہ کے باہر عین سامنے ہے یہ واقعہ سنہ ۶۳ھ کا ہے اس لڑائی
میں ہزارہا مخلوق مقتول ہوئی تھی۔ مسجد نبوی اور حرم محترم میں سخت بے ادبی کی گئی تھی۔) کی طرف
مشرق کو منہ کرتے ہوئے آجاتے پھر ان لوگوں کی طرف منہ کرے تو اس وقت یہ حالت ہو کہ سورج
ان پر طلوع کرتا ہو۔ اور اس کا طلوع تیرے ساتھیوں کے کندھوں کے مابین سے تاکہ اسکی گرمی ان
لوگوں کو تکلیف نہ دے۔ بلکہ اہل مدینہ کو بھی جا پہنچے۔ اور وہ لوگ تمہاری خودوں۔ نیزوں کے پیکانوں
تلواروں اور زرہوں کے آپس میں اکٹھا ہونے کو ایسا دیکھیں کہ تم ویسا نہ دیکھ سکو۔ اور تم جب تک
رہو مغرب کی طرف منہ کئے رہو۔ اسکے بعد تو اللہ تعالے سے امداد طلب کر کے ان سے لڑائی کر
عبدالملک نے ایک دن اپنے ہمنشینوں سے کہا کہ شاعر کے اس قول کے بارے میں تمہاری کیا رائے
ہے (یہ شعر نصیب کا ہے) ؂ میں محبوبۂ دعد پر زندگی بھر عاشق ہوں۔ اب جب میں مر جاؤں گا
تو اس آدمی کے ساتھ جو میرے بعد اس پر فریفتہ ہو لڑائی ہونی چاہیئے۔ کہنے لگے کہ یہ تو عمدہ معنی
ہے۔ کہنے لگا کہ یہ شعر تو مردہ اور بہت ہی فضول ہے۔ کوئی اعلے معنی نہیں ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ
نے سچ فرمایا۔ کہنے لگا۔ کہ اچھا بھلا پھر کیسے اس کو کہنا چاہیئے تھا ؂ میں معشوق دعد پر فریفتہ

ہوں جب تک کہ زندہ ہوں۔ اگر میں مر گیا۔ تو ایک اور آدمی جو اس پر میرے بعد مفتوں ہو۔ اس کے سپرد کر جاؤں گا۔ عبد الملک نے کہا کہ ایسا کہنے والا مردہ اور بے غیرت ہے۔ کہنے لگے کہ پھر کیسے ہونا چاہئے۔ اس نے کہا کہ اس شخص کو یوں کہنا چاہئے تھا ۔ تا دم حیات میں اپنی معشوقہ دعد پر عاشق رہوں گا۔ اگر مر جاؤں تو خدا کرے کہ وہ میرے بعد کسی صاحب دوستی وعشق کیلئے قابل نہ ہو۔ لوگوں نے کہا کہ آپ تو اے امیر المومنین ان تینوں سے زیادہ عمدہ شاعر ہیں۔ جس وقت اس کی بیماری زور پکڑ گئی۔ تو کہا کہ مجھے کسی بلند جگہ پر چڑھا دو۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا کیا اور وہ عمدہ لطیف ہوا سونگھنے لگا۔ اس کے بعد کہتا تھا۔ کہ اے دنیا تو کیسی پاک معلوم ہوتی ہے۔ تجھ میں جو طویل چیز ہے در حقیقت کوتاہ ہے۔ اور جو زیادہ ہے وہ فی الحقیقت کم ہے ہم تو تیری وجہ سے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اور ان دو بیتوں کو بطور تمثیل کے بیان کیا ؎

۱- اے پروردگار! اگر تو مجھ سے (حساب وکتاب میں) جھگڑا کرے تو یہ میرے لئے عذاب ہو جائیگا۔ خدا کرے کہ مجھے عذاب کا طوق نہ ملے۔

۲- یا یہ کہ تو مجھ سے درگذر کرے۔ کیونکہ آخر تو ایسا رب ہے۔ جو ہر ایک گنہ گار کو جس کے گناہ مٹی کی طرح بکثرت ہیں بخش دینے والا ہے۔ جس وقت یہ مرا۔ اس پر اسکے بیٹے ولید (جس نے اس کے بعد ۹½ سال حکومت کی۔ اسی کے عہد میں ہندوستان میں اسلام پہنچا۔ اور اس قدر فتوحات ہوئیں کہ تمام راجگان ہند باجگزار ہوئے۔ ملتان دار الحکومت قرار پایا) نے جنازہ پڑھا اسوقت اسکے دوسرے بیٹے ہشام (اس نے ۱۹ سال کے قریب خلافت کی۔ اس کے زمانے میں بھی کچھ فتوحات ہوئیں۔ یہ شخص بخیل وحریص تھا) نے یہ شعر بطور تمثیل کہا (یہ شعر عبدہ بن طبیب نے قیس بن عاصم صحابی کے مرثیہ میں کہے تھے حماسہ میں تمام قصیدہ موجود ہے) ؎

قیس کا ہلاک ہو جانا کوئی ایک آدمی کا ہلاک ہونا نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو ایسا تھا کہ گویا قوم کی بنیاد گر گئی اس پر ولید نے کہا۔ کہ چپ رہ تو تو شیطان کی زبان سے کلام کر رہا ہے کیوں نہ تو نے ایسا کہا جیسا دوسرا شاعر کہتا ہے۔ (وہ سموئل بن عادیا مشہور شاعر ہے سارا قصیدہ حماسہ میں ہے)

؎ جس وقت کوئی سردار ہم سے مر جاتا ہے تو ایک اور سردار اسکے قائمقام ہو جاتا ہے جو قول و فعل میں ایسا ہے۔ جیسا کہ اور بزرگ آدمی۔ عبد الملک نے اپنے بھائی عبد العزیز (یہ کوئی چنداں مشہور نہیں ہے لیکن اس کا بیٹا عبد العزیز تمام بنی امیہ میں سے نامور اور قابل آدمی گزرا ہے۔) سے جب کہ وہ مصر کا امیر بن کے گیا تھا۔ یہ وصیت کی تھی جس میں اسکو یوں کہا تھا دو تو اپنے ماتھا کو کشادہ

کر۔ اپنے پہلو کو نرم رکھ اموروں میں نرمی کو زیادہ پسند کر۔ کیونکہ وہ تجھے زیادہ مفید ہے ؎۲ اپنے دربان کا خیال رکھ چاہئے کہ وہ تیرے اچھے آدمیوں میں سے ہو۔ کیونکہ وہ تیرا چہرہ (عزت کا باعث) اور زبان ہے۔ جو آدمی تیرے دروازے پر آکر ٹھیرے اسکو تجھے اس ٹھیرنے والے کے مرتبہ سے اطلاع دینی چاہئے تاکہ تو ہی اس کو اندر آنے کی اجازت دے سکے یا واپس لوٹا دے ؎۳ جس وقت تو کسی اپنی مجلس سے باہر نکلے تو پہلے خود سلام کہہ۔ اس طریق سے لوگ تجھ سے انس کریں گے۔ اور تیری محبت ان کے دلوں میں بیٹھ جائے گی ؎۴ جس وقت تجھ پر کوئی مشکل آپہنچے تو مشاورہ کے ذریعے سے اس کے برخلاف امداد طلب کر۔ کیونکہ یہ بات بند شدہ امور کو کھول دیتی ہے ؎۵ جس وقت تو کسی آدمی پر ناراض ہو جائے۔ تو اسکو سزا دینے میں تاخیر کر کیونکہ اس آدمی سے توقف کرنے کے بعد تو اس بات پر زیادہ قادر ہو گا کہ سزا کو جاری کرنے کے بعد واپس لوٹا سکے۔" اس کی وفات ۱۸۶ھ میں ہوئی

(۲) مامون

اس کے ہاتھ پر بمقام بغداد ۱۹۸ھ میں بیعت عامہ ہوئی۔ یہ شخص تمام خلفائے عباسیہ میں سے زیادہ فاضل عالم۔ حکیم اور حلیم تھا۔ اور نہایت ہی دانا۔ سخت مزاج اور سخی جوانمرد تھا۔ اس سے یہ روایت کی گئی ہے کہ جب وہ دمشق میں تھا تو اس کی حالت بڑی تنگ تھی اور اس کے پاس مال و پیسہ تھوڑا تھا۔ چنانچہ اس بات کی شکایت اپنے بھائی معتصم (۲۱۸ھ سے ۲۲۷ھ تک حکومت کی خلق قرآن کا قائل تھا۔ بڑا خرچ کرتا تھا۔ ہر جگہ اسکے نام کا سکہ جاری تھا۔ اسی نے ترک غلاموں کو اقتدار دیا۔ اور اپنا باڈی گارڈ بنایا جس سے سلطنت میں زوال شروع ہوا۔ اس کا حال دیوان ابو تمام میں آئے گا) کے پاس کی۔ جس کے ہاتھ میں اس کی طرف سے کچھ پرگنے اور علاقے تھے۔ معتصم نے کہا اے امیر المومنین۔ بس آپکو مال مل گیا۔ ایک ہفتے کے بعد آپکو پہنچ جائے گا۔ انہی دنوں میں ان پرگنوں سے جن کا والی معتصم تھا تیس ارب درم (الف یعنی ہزار کا لفظ تین دفعہ بار بار آیا ہے) اس پر اس معتصم نے یحیی بن اکثم (مامون کے نامور آدمیوں سے تھا۔ شاید وزیر ہی ہو) سے کہا۔ ہمارے ساتھ باہر نکل تا کہ اس مال کو چل کر دیکھیں۔ وہ نکلا اور لوگ بھی ساتھ ہی باہر کو چلے۔ حالت یہ تھی۔ کہ وہ بڑا مزین اور پسندیدہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر مامون نے گویا یہ خیال کیا۔ کہ یہ چیز کوئی عمدہ اور بکثرت ہے۔ لوگوں نے بھی اس بات کو بڑا جانا اور اس کو اس کی خوشخبری دی۔ اس پر مامون نے کہا کہ ہمارا اپنے گھروں کیطرف یہ مال لے کر واپس لوٹنا اور باقی لوگوں کا یوں ہی نا امید مڑنا ایک کمینگی ہے۔ پس اپنے سکرٹری کو حکم دیا کہ فلاں آدمی

کہ دس لاکھ کا پروانہ صادر کرے۔ فلاں کے واسطے بھی اسی قدر کسی دوسرے کے لیئے اس سے بھی زیادہ حتی کہ ۲۴ ارب درم تقسیم کر دیئے (یہاں بھی ہزار کا لفظ مکرر سہ بار آیا ہے) حالانکہ اس کا پاؤں رکاب میں تھا۔ اس کے بعد باقی (۶ ارب درم) کو لشکری مصلحتوں کے مطابق سالار لشکر کے سپرد کر دیا۔ جاننا چاہیئے کہ مامون منجملہ بڑے خلفائے اور عقلمند آدمیوں کے تھا۔ اپنی مملکت میں اس نے بہت سی نئی باتیں ایجاد کیں۔ منجملہ ان کے ایک تو یہ ہے۔ کہ ان خلفا میں سے سب سے اول اسی نے علوم حکمت (فلسفہ منطق وغیرہ) کی چھان بین کی۔ اس مضمون کی کتابیں حاصل کیں۔ ان کے عربی میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا۔ اور ان کو مشتہر کیا کتاب اقلیدس کا حل کروایا۔ اوائل کے زمانوں کے علوم میں غور پرداخت کی علم طب میں بحث کی۔ اور اہل حکمت کو اپنا مقرب بنایا۔ ایک اور پیدا کردہ بات یہ ہے۔ کہ اہل سوداعراق عرب کا زرین حصہ) کے حصوں کو دو خمس (مال غنیمت کا پانچواں حصہ۔ جو خدا اور رسول کی راہ میں تقسیم ہو) میں تقسیم کیا۔ حالانکہ پہلے یہ تقسیم نصف ہوا کرتی تھی۔ ایک اور ایجاد کردہ بات یہ ہے کہ اس نے لوگوں پر یہ زور دیا کہ وہ خلق قرآن (یعنی قرآن مخلوق ہے۔ حالانکہ اہل سنت کا مذہب ہے کہ حق سبحانہ وتعالٰے کی جیسے زبان ازلی وابدی وغیر مخلوق ہے۔ اسی طرح کلام پاک ہے۔) کے قائل ہوں۔ اسی کے عہد میں یہ مسئلہ اٹھا۔ اسی کے بارے میں امام احمد بن حنبل (ائمہ مجتہدین میں سے مشہور امام ہیں۔ صاحب مسند۔ ساکن بغداد سن وفات ۲۴۱ھ) سے مناظرہ کیا گیا۔ جس وقت یہ مامون مر گیا اس نے اپنے بھائی معتصم باللہ کو اسی مسئلہ کی وصیت کی تھی۔ اب جب معتصم والی ہوا تو اسی مسئلہ میں بحث کی۔ اور امام صاحب کو درے لگوائے عنقریب اسکی خبر موقع مناسب پر وارد ہو گی۔ اسکی ایک اور اختراع یہ ہے۔ کہ اس نے سلطنت کو بنی عباس سے حضرت علی علیہ السلام کی اولاد کی طرف منتقل کیا اور لوگوں کو سیاہ کی بجائے سبز لباس بدلوایا۔ کیونکہ ان کا یہ مقولہ تھا۔ کہ یہ سبز لباس بہشتیوں کی پوشاک ہے۔

اس کی تشریح یوں ہے

مامون نے اپنی موت کے بعد خلافت کی حالت پر فکر کی۔ تو ارادہ کیا۔ کہ اسکو کیسے آدمی کے لیئے تجویز کرے جو اس کی اصلاح کر سکے (یا جو اسکے مناسب ہو۔ تاکہ یہ اپنی ذمہ داری سے بری ہو جائے۔ یہ تھا اس کا زعم) صاحب ذکر کرتا ہے کہ اس نے عباسیہ و علویہ خاندانوں میں سے جو بڑے معتبر اور نامور تھے ان کے احوال میں غور کیا۔ تو ان دونوں کے اندر علی رضا بن موسٰی کاظم رضہ سے زیادہ کوئی صالح فاضل پرہیزگار اور متدین نہ دیکھا۔ پس اسی کا عہد کر لیا اور بارے میں اس کو اپنے دستخطی ایک خط لکھا۔ جسمیں

اس کو اس بات پر مجبور کیا وہ رک رہا۔ لیکن جواب دیا اور مامون کے خط کے سامنے اپنا
خط رکھ دیا۔ جس کا یہ معنی تھا۔ کہ میں نے اب کے حکم کی پیروی کی خاطر جواب (قبولیت
خلافت کا) دیا ہے۔ حالانکہ ہمارا علم جفر اور جامعہ (جامع کتاب جس میں جفر و رمل کی باتیں
ہوں۔ ویسے بڑی دیگ کو بھی کہتے ہیں) ہر دو اس کام کی ضد پر دلالت کرتے تھے۔ اور ان
دونوں پر یہ گواہ گواہی دیتے ہیں۔ فضل بن سہل وزیر مامون اس کام کو بنانے والا اور آراستہ
کرنے والا تھا اس لئے لوگوں نے مامون کے بعد علی بن موسےٰ رضؑ کی بیعت کر لی۔ پس آپ کا نام
آل محمدؐ جن پر اللہ تعالے کی رحمتیں ہوں۔ رضیٰ پڑ گیا۔ مامون نے لوگوں کو حکم دیا کہ سیاہ
لباس اتار دیں۔ اور سبز پہنیں۔ یہ خود اس وقت خراسان میں تھا۔ اب جب عباسیوں نے
بغداد میں سنا کہ مامون نے خاندان عباسیہ سے خاندان علویہ کی طرف خلافت کو منتقل کرنے اور
اپنے اباؤ اجداد کے لباس کی بجائے سبز لباس کے تبدیل کرنے کا حکم دیا ہے تو سب نے اس بات
کا انکار کر دیا۔ اور مامون کے فعل سے غضبناک ہو کر اس کی خلافت سے علیحدہ ہو کر اپنے چچے ابراہیم
بن مہدی کی بیعت کر لی یہ شخص فاضل شاعر۔ فصیح ادیب مغنی اور حاذق تھا۔ شاعر ابو فراس
بن ہمدان (سیف الدولہ کا بھتیجا بڑا فصیح شاعر محبت کا نقشہ بڑے عمدہ طور سے کھینچتا ہے۔ نیز مرد
قوی اور شجاع تھا قید کی حالت میں بہت سے مرثیے لکھے) اپنے قصیدہ میں جس کا اخیر حرف میم ہے
اسے اس قول سے اسی طرف اشارہ کرتا ہے ~ کہ علیہ (نبت مہدی بڑی نامور عورت گذری ہے)
تمہارے خاندان سے ہے یا ان کے ہاں سے۔ اور کیا ہمارا راگ دانوں کا سردار ابراہیم تمہارے لئے
ہے یا ان کے لئے یہ زمانہ فتنہ و فساد اور جنگوں کا تھا۔ جس وقت ماموں کو خبر جا پہنچی تو اٹھتا اور بیٹھتا
تھا۔ (یعنی پریشان ہو گیا۔) اسکے بعد فضل بن سہل قتل ہوا اور اسکے بعد علی بن موسٰی بھی انگور کھانے
سے مر گیا۔ (ان کے قتل و موت کے بارے میں) کہا گیا ہے کہ مامون نے جس وقت دیکھا کہ بغداد
کے لوگ اس کے خلافت کو خاندان علویہ کی طرف منتقل کرنے کے فعل کا انکار کرتے ہیں (یعنی اسکو برا
مانتے ہیں۔) اور یہ کہ یہ بات انہوں نے فضل بن سہل کی طرف منسوب کی ہوئی ہے۔ اور نیز بڑا فساد
برپا ہوتے دیکھا۔ تو اس نے لوگوں کا ایک گروہ فضل بن سہل پر پوشیدہ طور سے مقرر کیا۔ جنہوں نے
اس کو حمام میں قتل کر دیا۔ لیکن مامون نے ان کو پکڑوا کر اپنے سامنے ان کی گردنیں اتارنے کے لئے
کھڑا کیا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ تو نے ہی ہمیں اس کام کا حکم دیا تھا۔ اب خود ہی ہمیں قتل کرنا چاہتا
ہے۔ کہنے لگا ہیں تمہیں تمہارے اقرار کی وجہ سے قتل کرتا ہوں رہا باقی یہ دعوے کہ میں نے ہی تمہیں

اس کا حکم دیا تھا۔ سو یہ ایسا ہے جس کی دلیل نہیں۔ ازاں بعد ان کی گردنیں اتارلیں۔ اور ان
کے سر حسن بن سہل (مقتول کا بھائی) کی طرف بھجوا دیئے۔ اور اس کو ایک خط لکھا جس میں
اس کی ماتم پرسی کرتا ہے۔ اور اس کی بجائے اس کو مقرر کرتا ہے۔ ساتھ ہی اس بات سے اور چند
امور شامل کئے جن کا ذکر ہم فضل بن سہل کی وزارت کے وقت کریں گے۔ اسکے بعد علی رضا ابن موسیٰ
علیہ السلام کو پوشیدگی سے انگور میں زہر دیدی۔ کیونکہ آپ اس کو بہت پسند فرماتے تھے جب کچھ اس
سے کھالیا۔ اور قدر سے زیادہ مقدار لے لی۔ تو اسی گھڑی مر گئے۔ ازاں بعد بغداد کے عباسیوں کو ایک
خط لکھا جس میں ان کو کہتا ہے کہ جس معاملہ کو تم لوگ برا جانتے تھے یعنی علی بن موسیٰ کا۔ سو وہ زائل ہو
گیا۔ اور وہ شخص بھی خود مر گیا۔ اور اس پر بھی انہوں نے اس کو سخت لفظوں میں جواب دیا۔ نیز فضل بن
سہل نے مامون کو مغلوب کئے ہوئے تھا۔ اور اس نے اپنا کام بر تیمار رہنے اور اپنے خلافت حاصل کرنے
کی سخت کوشش کی تھی۔ حتی کہ مامون کی بابت خبریں منقطع ہو گئی تھیں۔ جس وقت فضل کو پتہ لگتا تھا
کہ کوئی مامون کے ہاں گیا ہے۔ اور اس کو کوئی خبر جا بتاتی ہے۔ تو وہ اس کے نقصان پہنچانے میں
کوشش کرتا تھا۔ اور اس کو سزا دیتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ لوگ مامون کی کلام ہی سے رک گئے۔ اور
اس کی بابت خبریں بند ہو گئیں۔ اب جب بغداد میں فتنہ بھڑک اٹھا۔ مامون کی بیعت کو چھوڑ کر ابراہیم
بن مہدی کی کیگئی۔ اور عباسیوں نے ان افعال کو برا بھلا کہا۔ تو سب باتیں فضل نے کچھ مدت تک
مامون سے چھپا رکھیں اس کے بعد علی رضا ابن موسیٰ رض مامون کے ہاں آیا۔ اور اس سے کہا۔ کہ اے
امیر المومنین بغداد والے تو ولیعہد ہونے کی میری بیعت کرنے اور سیاہ لباس کو متغیر کرنے کا آپ سے
انکار کرتے ہیں۔ نیز ان کی بیعت سے منحرف ہو کر تیرے چچے ابراہیم بن مہدی کی بیعت کرلی ہے ساتھ ہی
اس نے امراء لشکر کی ایک جماعت حاضر کی۔ تاکہ وہ اسکو اس بات کی خبر دیں۔ لیکن جس وقت مامون نے
تو وہ رک رہے۔ اور کہنے لگے ہمیں فضل کا خوف ہے ہاں اگر تو اس کے شر سے امن میں کر دے۔ تب ہم تمہیں
خبر بتلائیں گے۔ چنانچہ اس نے ان کو امن دیا اور اپنا ایک خط ان کو لکھا۔ جس میں انہوں نے اس کو صورت
حال سے خبر دی۔ اور فضل کی خیانت۔ اور مامون سے تمام امور کو پوشیدہ کرنے کا حال جتلایا۔ اور اس
سے کہنے لگے کہ اب رائے یہ ہے کہ تو خود بغداد کی طرف چل کر اپنے اس کام کا تدارک کرے ورنہ خلافت
تیرے ہاتھ سے چلی جائے گی۔ اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ بعد ہی فضل کا قتل اور علی رضا کی موت
ہوئی۔ جس کی تشریح کہ پہلے آچکی ہے اسکے بعد مامون نے بغداد کی طرف چلنے کی جلدی کی۔ حتے کہ
وہاں پہنچ گیا۔ اس وقت ابراہیم بن مہدی اور فضل بن ربیع (برامکہ کے ہلاک ہونے کے بعد ہارون نے

اس کو وزیر اعظم مقرر کیا تھا۔ حضرت عثمان بن عفان رضہ کا غلام تھا۔ ابراہیم کا امدادی تھا سن
وفات سنہ ۲۸ھ) دونو بھاگ گئے تھے۔ اب جب کہ یہ اس شہر میں داخل ہوا تو عباسی لوگ
اس کو ملے۔ اور سبز لباس کو ترک کرنے اور سیاہ کی طرف واپس لوٹنے کے بارے میں اس سے کلام
کی۔ بی بی زینب بنت سلیمان بن علی بن عبد اللہ بن عباس رضہ جو خلیفہ منصور (بنی امیہ کا دوسرا نامور
خلیفہ بڑا ہی علم و کمال کا شائق تھا۔ اسی کے وقت تمام علوم کی تدوین شروع ہوئی۔ بہت ساری
لڑائیاں لڑیں۔ مگر بخیل اور ممسک بہت تھا۔ بغداد کو از سر نو تعمیر کیا۔ سن خلافت سنہ ۱۳۶ھ سے
سنہ ۱۵۸ھ تک) کے گروہ میں سے تھی۔ جس کی بنی عباس بڑی تعظیم کیا کرتے تھے۔ اور جس کی طرف
زینبی فرقہ والے منسوب ہیں۔ اس مامون سے ملی۔ اور کہا کہ اے امیر المومنین! کس چیز نے خلافت کو
تیرے اپنے خاندان سے حضرت علی کے خاندان کی طرف منتقل کرنے کے لئے تجھ سے برانگیختہ کیا۔ اس نے
کہا کہ اے چچی میں دیکھتا ہوں کہ حضرت علی جس وقت والی خلافت ہوا تو اس نے حضرت عباس کے
بیٹوں سے احسان کیا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ کو بصرہ کا والی مقرر کیا۔ عبد اللہ کو یمن کا اور قثم کو
سمرقند کا۔ نیز اپنے اہل بیت میں سے جب کہ امر خلافت ان کے پاس آ پہنچا کسی کو میں نے نہیں پایا
کہ اس نے حضرت علی کی اولاد کی بابت اس فعل کا بدلہ دیا ہوا ہو۔ اس لئے میں نے چاہا۔ کہ میں بھی
اس کو اپنے احسان کا بدلہ دوں۔ اس پر اس نے کہا۔ کہ اے امیر المومنین! تو اولاد علی سے احسان کرنے کا
خیال رکھتا ہے۔ حالانکہ جو امر خلافت تجھے خود حاصل ہے۔ وہ ان پر احسان کرنے کی نسبت جب کہ
ان کے اندر امر خلافت ہو زیادہ قدرت والا ہے۔ اس کے بعد اس بی بی نے مامون سے سبز لباس کو
بدلنے کے لئے کہا۔ تو اس نے اس بات کو قبول کر لیا۔ اور لوگوں کو اس کے بدل ڈالنے اور سیاہ لباس
کی طرف لوٹنے کا حکم دیا۔ بعدہٗ مامون نے اپنے چچا ابراہیم بن مہدی کا قصور معاف کر دیا۔ اور بالکل
مواخذہ نہ کیا۔ بلکہ اس سے زیادہ خوبی کی اور اس کے ندیموں میں سے بن گیا۔ یہی فعل اس نے فضل
بن ربیع کے ساتھ کیا۔ مامون بردبار آدمی تھا کہا کرتا تھا۔ کہ اگر لوگوں کو پتہ لگ جاتا کہ مجھے عفو
سے کیسی محبت ہے۔ تو گناہوں کے ذریعے سے میرا تقرب ڈھونڈھتے۔ اسی کے زمانے میں محمد بن جعفر
صادق رضہ (امام موسیٰ کاظم کا بھائی) نے مکہ میں خروج کیا۔ جس کی خلافت کی بیعت ہو گئی۔ اور
لوگوں نے اس کا نام بھی امیر المومنین رکھ دیا۔ یہ بات اس کے کسی اہل و آشنا نے اس کے لئے ارتقا
اور تجویز کی تھی۔ سبب کہ اس نے بغداد میں کثرت اختلاف اور وہاں کے فتنہ و فساد اور خارجیوں کی سرکشی
کا حال دیکھا۔ (جنگ صفین میں علی رضہ و معاویہ سے مسلمانوں کا ایک گروہ حضرت علی کے ساتھ چھوڑ

کر عراق عرب وغیرہ میں سکونت پذیر ہو گیا۔ یہی خارجیوں کے نام سے مشہور ہیں حضرت علیؓ نے انکو نہروان پر شکست فاش دی قریبًا سارے ہی ہلاک ہو گئے) یہ محمد بن جعفر ابو طالب کی اولاد میں سے ایک بزرگ آدمی تھا۔ اس کے پاس علم پڑھا جاتا تھا۔ اپنے والد حضرت جعفر صادقؓ سے بہت سارے علوم کی روایت بھی کی۔ اب یہ مکہ میں کچھ مدت ٹھیرا رہا۔ اس کے معاملے پر اس کا بیٹیا اور اس کے چچا کے بیٹوں میں سے ایک شخص غالب تھے۔ لیکن ان کی حالت قابل تعریف ثابت نہ ہوئی۔ مامون نے ان سب کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ جس کو غلبہ حاصل ہوا۔ اور مامون نے اس (محمد بن جعفر) پر فتح پا اسکو قابو میں لایا۔ لیکن اس کو معاف کر دیا۔ اس کے زمانے میں ابو السرایا نام ایک شخص نے بغاوت کی۔ اس کی شان وشوکت قوی ہو گئی تھی اس نے بعض اہل بیت کو اپنی طرف بلایا تھا۔ لیکن حسن بن سہل وزیر نے اس سے قتال کیا چنانچہ مامون کے لشکر کو غلبہ حاصل ہوا۔ اور ابو السرایا مقتول ہوا۔ زاں بعد مامون کے لئے ملک صاف ہو گیا آرام ہو گیا فتنے فساد مٹ گئے اور وہ بار خلافت کو اٹھانے اور تدبیر مملکت کو ایسا قایم کرنے لگا۔ جیسے دور اندیش اور اہل فضل بادشاہوں کا کام ہوتا ہے۔ اخیر عہد سرحد کی طرف بمقام طرسوس (شمالی شام کے صوبہ سائی لیشیا کا صدر مقام تھا ۱۷ھ میں حضرت عمرؓ نے فتح کیا۔ وہاں بڑی ارزانی اور فراخ سالی ہوتی ہے) چلا گیا۔ اور وہیں مرا۔ یہ واقعہ ۲۱۸ھ کا ہے اسی بارے میں شاعر (ابو سعید مخزومی ہے) کہتا ہے ؎

۱۔ ہم نے نہیں دیکھا کہ ستارگاں (جن کا اثر علم نجوم میں مانا گیا ہے) نے مامون کے ممالک محروسہ کے اندر اس کو فائدہ دیا ہو۔

۲۔ بلکہ اس کو تو انہوں نے مقام طرسوس کے ہر دو میدانوں میں مردہ چھوڑا۔ جیسے کہ آپ اس کے باپ رشید کو مقام طوس (خراسان کا بڑا شہر ہے اب مشہد کے نام سے مشہور ہے۔) میں چھوڑا تھا۔

ایام مامون میں وزارت کیحالت کی تشریح

اس کے اول اول وزیر سہل کے بیٹے (مثلاً فضل بن سہل حسن بن سہل) تھے ان کی دولت اور حکومت زمانے کی پیشانی پر بطور چمکیلے نور کے تھی۔ اور وقت کے سر پر بطور موتی کے (یعنی نہایت ہی مشہور اور کامیاب) ان کی حکومت برامکہ (جن کا حال کچھ پہلے آچکا ہے حکومت عباسیہ میں یہ خاندان بڑا نامور گذرا ہے ان کا بزرگ جعفر برمک تھا۔ اس کا بیٹا خالد مہدی کا وزیر تھا۔ خالد کا بیٹا یحییٰ ہارون رشید کا وزیر تھا۔ اس کے دو بیٹے فضل وجعفر بھی اسی عہدہ وزارت پر رہے۔ منصور اور ہارون کو سب قسم

کی ترقی اسی خاندان کی حسن تدبیر سے ہوئی آخر ایک بات پر ناراض ہو کر ہارون نے ان سب کو قتل کرا دیا۔)
اور یہ لوگ برامکہ کے ہی برآوردہ تھے۔ (یعنی انہی کی مہربانی سے اس درجہ تک پہنچ گئے) ان میں کا پہلا
وزیر مامون فضل بن سہل تھا۔

(۱) وزارت ذوالریاستین فضل بن سہل

اس کو اس نام سے (یعنی دو ریاستوں اور عہدوں والا) اس لئے کہتے تھے کہ وہ تلوار اور قلم (یعنی فوجی اور مالی کام) کا جامع تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ شخص فارس کے آتش پرست بادشاہوں کی اولاد میں سے تھا۔ اور یحیی بن خالد (وزیر برمکی جس کا ابھی ذکر آیا ہے) کی طرف سے مینیجر و منتظم تھا۔ اسکا باپ سہل آتش پرست تھا۔ رشید کے زمانے میں مسلمان ہوا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب فضل بن سہل نے مامون کی لڑکپن کے وقت میں نجابت اور بزرگی کو معلوم کیا۔ اور اسکے طالع میں غور و خوض کی۔ کیونکہ وہ علم نجوم میں ماہر تھا۔ تو نجوم نے اسے یہ بتلایا۔ کہ وہ خلیفہ بنیگا۔ اس لئے یہ اس کی ملازمت اور خدمت میں لگا رہا۔ اور اس کے امور کی تدبیر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ خلافت اس کے پاس آپہنچی۔ پس اسکو اپنا وزیر بنالیا فضل سخی و کریم تھا۔ جود و سخاوت میں برامکہ کا مقابلہ کرتا تھا۔ گو سخت سزا دینے والا تھا لیکن نرم مزاج بھی تھا۔ حلیم۔ بلیغ۔ اداب ملوک کا عالم حیلوں کا پرکھنے والا۔ تیز ہی ذہن والا اور مال کا حاصل کرنے والا تھا۔ اسکو وزیر امیر (یعنی وزارت کے ساتھ امارت بھی تھی۔) کہتے تھے مسلم بن ولید (دوسری صدی اختتام میں تھا۔ رشید کے دربار میں حاضر رہتا تھا۔ ابونواس و ابوالعتاہیہ کا ہمعصر۔ بڑا نامور شاعر تھا۔) شاعر اسی فضل بن سہل کا وزارت سے پہلے ہمنشین ہوا کرتا تھا۔ اور اس نے اسکو اپنا یہ کلام سنایا تھا۔

۱۔ کئی ایک ایسے قائل یعنی شاعر ہیں۔ جن کو ہرگز ہمت حاصل نہیں ہوتی۔ لیکن میرے پاس تو مال نہیں ہے۔

۲۔ مجھے ایسا بخت یا کوئی پونجی حاصل نہیں ہے۔ جس کے ذریعہ سے میرا عزم اٹھے اور مجھے ہمت پڑے۔ اور حال یہ ہے کہ کئی لوگ سوال کرنے والے ہیں۔ اور کئی بخیل۔

۳۔ اے نفس اس زمانے کے برخلاف ایسی دولت کی انتظار میں صبر کر۔ جس کے اندر نئی عمدہ حالت تیری اس خراب یا پرانی خراب حالت کو بلند کر دے۔ اب جب فضل کی حالت بلند ہو گئی اور متولیٔ وزارت ہو گیا۔ تو مسلم بن ولید نے اس کا قصد کیا۔ جب فضل نے اس کو دیکھا تو خوش ہوا اور اسکو کہا کہ وہ دولت ہے جس کے اندر (تیرے شعر کے مطابق) تیری خراب حالت کو نئی حالت بلند کر دیگی

چنانچہ اس کو تیس ہزار درم کے انعام کا حکم دیا۔ اور مقام جرجان کا ایلچی (جو بادشاہوں کی ڈاک لادے) مقرر کیا جس عہدہ سے اس نے بے شمار مال حاصل کیا۔ کہتے ہیں کہ اس فضل کی ہمت پیشتر اس کے امیر اعظم یعنی وزارت کے بڑی عالی تھی۔ عہد رشید میں ایک دن اسے مامون کے مودب نے کہا کہ مامون تیرے بارے میں عمدہ رائے رکھتا ہے۔ اور یہ کہ میں اس بات کو بعید نہیں سمجھتا کہ اسی وجہ سے (یا اسکی جانب سے) تجھے ایک لاکھ درم حاصل ہو۔ اس بات پر فضل غصہ میں آیا۔ اور اسے کہا کہ کیا تجھے میرے برخلاف کوئی کینہ ہے یا مجھے تیرے ساتھ کوئی برائی کا خیال ہے۔ اس پر مودب نے کہا کہ بخدا نہیں۔ میں نے تو از روئے آپ کی محبت کے یہ کہا تھا تو اس نے کہا کہ کیا تو مجھے یہ کہتا ہے کہ تو مجھے اس کے ہاں سے ایک لاکھ درم حاصل کرا دیگا۔ خدا کی قسم میں نے تھوڑے یا بہت مال کمانے کی خاطر اس سے مصاحبت نہیں کی بلکہ اس لئے کہ میری اس مہر کا حکم مشرق و مغرب میں جاری ہو۔ مودب کہتا ہے کہ بخدا ابھی کوئی بھی مدت نہیں گزری تھی کہ اس نے اپنے مقصود کو حاصل کر لیا۔ فضل بن سہل کا قتل اسی طرح پر ہوا جیسا کہ پہلے کھلے طور پر بیان ہوا ہے سنہ ۲۰۲ ہجری کا ہے۔ اسی بارے میں ایک شاعر (ابراہیم بن عباس صولی ہے کہتا ہے ؎

۱۔ فضل بن سہل کا ایسا (سخاوت کا) ہاتھ ہے جس سے مثال قاصر آتی ہے (یعنی بے مثل ہے)

۲۔ پس اس کی ہتھیلی تو سخاوت کے لئے اور ظاہر کا کھلا حصہ (مطابق رسم کے بادشاہوں وغیرہ کے) بوسہ دینے کے لئے ہے۔

۳۔ اس کی کشادگی دولت مندی کے لئے ہے۔ اور دبدبہ اور غلبہ موت کے واسطے۔ (یعنی کبھی ہاتھ کشادہ کر کے سخاوت کرتا ہے۔ اور کبھی اسی ہاتھ سے دشمنوں کو مارتا ہے)

(۲) اسکے بھائی حسن بن سہل کی وزارت

اس کو مامون نے اس کے بھائی فضل کے بعد وزیر بنایا اور اسکی طرف میلان کیا۔ اور اس کے بھائی کے قتل کرنے کی مصیبت کی تلافی کی۔ نیز اسکی بیٹی بوران سے شادی کی (اس موقع پر) مامون اپنے اہل و عیال دوست لشکر۔ اور امیروں کے ساتھ مقام فم الصلح (صلح کا منہ شہر کا نام ہے کنارہ دجلہ پر جو واسط شہر میں ہے) کی طرف اتر کر گیا۔ حسن بن سہل۔ نے ان سب کی مہمان نوازی میں بڑا بھارا اہتمام کیا۔ اور اس قدر مال خرچ کیا اور موتی نچھاور کئے جو حد کثرت سے باہر ہیں۔ یہاں تک کہ اس نے عنبر کے تربوز بنائے اور ہر ایک کے وسط میں ایک پرچہ جس میں اسکے املاک اور جائداد کا نام تھا رکھا اور انکو بکھیر دیا

اب جس کسی کے ہاتھ میں ان میں سے کوئی تربوز آیا۔ اس نے اسے کھولا۔ اور اس جائداد کو جو اس کے
اندر درج تھی لے لی۔ یہ بڑی بھاری دعوت تھی۔ جو حد کثرت و نمائش سے بڑھ کر تھی۔ حتی کہ مامون
نے اس فعل کو اسراف کی طرف منسوب کیا کہتے ہیں کہ جملہ رقم جو دعوت فم الصلح پر خرچ ہوئی تھی پانچ
کروڑ درم تھی حسن بن سہل نے مامون کے لئے سونے کی بنی ہوئی ایک چٹائی بنوائی تھی اور اس پر ایک
ہزار بڑے موتی بکھیرے تھے۔ اور جب مامون نے اس کو دیکھا تو کہا کہ خدا ابو نواس (یہ بڑا مشہور شاعر
ہے اس کا ذکر آچکا ہے) کو مارے۔ گویا اس نے ہماری اسی مجلس کا مشاہدہ کیا تھا۔ جبکہ یہ کہا تھا۔
(یہ شعر اس نے شراب اور اس جھاگ کی صفت میں کہا ہے جو ملاوٹ کے وقت اوپر اٹھ آیا کرتی ہے۔)
؎ گویا اس شراب آمیختہ با آب کے چھوٹے بڑے گاڑھے سرخ رنگ کے بلبلے ایسے ہیں جیسے کہ سنہری
زمین پر موتی کے دانے (واضح ہو کہ بعضوں نے اس شعر میں غلطیاں نکالی ہیں۔ جن کا ظاہر کرنا اس مقام پر
نامناسب ہے) کہتے ہیں کہ ایک آدمی حسن بن سہل کے دروازے پر انعام طلب کرنے کو آیا۔ کچھ دیر تک یہ
اس سے غافل رہا۔ تو اس شاعر نے یہ الفاظ اس کی طرف لکھ کر بھیج دیئے ؎

۱۔ مال اور عقل ایسی چیزیں ہیں جن کے ذریعہ سے بادشاہوں کے دروازوں پر ٹھیرنے کے لئے
مدد طلب کی جاتی ہے۔

۲۔ اور اے سرداروں کے بیٹے اور اب جانتے ہیں۔ کہ میں تو ہر دو سے عاری ہوں۔ اور یہ تب ہوگا
جب کہ آپ مجھے تامل سے دیکھیں گے۔

۳۔ کیا آپ کو میرے کپڑے میری مفلسی پر دلالت نہیں کرتے اور میرا چہرہ اس بات پر کہ میں باگلوں کا
سردار ہوں۔

۴۔ اللہ تعالے بخوبی جانتا ہے کہ تیرے سوا تمام ملک میں ایسا کوئی آدمی نہیں جو دین و دنیا کی
اصلاح کرے یا جس میں دین و دنیا کی صلاحیت موجود ہو۔) اس پر اس نے دس ہزار درم کا اسکے لئے
حکم دیا اور شاعر کے رقعہ پہ بطور توقیع شاہی کے نشان کر دیا ؎

۱۔ تو نے ہم سے جلدی کرائی۔ تو تیرے پاس ہماری جلد نیکی آئی۔ حالانکہ وہ قلیل ہے ہاں اگر تو ہمیں قدرے
مہلت دیتا تو اتنی قلیل نہ ہوتی۔

۲۔ پس اب اس قلیل ہی کو لے لو۔ اور ایسے بن جاؤ کہ گویا تم نے سوال ہی نہیں کیا۔ اور ہم بھی ایسے
ظاہر ہونگے۔ کہ ہم سے گویا کسی نے سوال نہیں کیا۔

حسن بن سہل بن مامون کے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ رتبہ والا تھا۔ اور مامون بوجہ اس کے حسن کلام

کے اس سے بڑی محبت رکھتا تھا۔ سو جب کبھی یہ اس کے پاس حاضر ہوتا۔ تو طول طویل باتیں کرتا رہتا۔ اور جب وقت واپس جانے کا ارادہ کرتا۔ تو مامون اسے روکتا۔ اسی طریق پر حسن کا وقت گذرتا تھا۔ اور اس لئے ہر وقت کی ملازمت اس پر گراں گذرتی تھی پس ماموں کی مجلس میں حاضری دینے سے کترانے لگا۔ اور اپنی بجائے ایک اپنے کاتب (سکرٹری) مثل احمد بن ابو خالد اور احمد بن یوسف (یہی دو نوا سکے بعد وزیر بنتے ہیں) وغیرہ کو مقرر کیا۔ ازاں بعد اس کو سودا کی بیماری کا عارضہ ہوا جس کی اصل یہ تھی کہ اس نے اپنے بھائی پر بہت جزع فزع کی تھی۔ سو اب یہ اپنے گھر میں دوائی کرنے کی خاطر اکیلا رہتا تھا۔ اور لوگوں سے علیحدہ رہتا۔ تاہم تمام مخلوق سے زیادہ بلند رتبہ والا تھا۔ اب مامون نے احمد بن ابو خالد کو اپنا وزیر بنا لیا۔ مگر احمد بھی ہر ایک وقت حسن بن سہل کی خدمت کا قصد کرتا تھا۔ جب کبھی حسن مامون کے گھر حاضر ہوتا تو اس کے نزدیک تمام لوگوں سے بلند مرتبہ والا ہوتا۔ جن دنوں میں حسن بن سہل نے اپنی منزل میں علیحدگی اختیار کی تھی۔ ایک شاعر نے انکی اس کلام سے ہجو کی تھی سے ۱۔ حسن بن سہل کی سلطنت منہ پھیر گئی۔ لیکن میرے حق نے تو اس کی تری (سخاوت) کا ذرا بھی قطرہ نہ پایا۔

۲۔ سو تو اس چیز پر جو اس سلطنت سے گذر گئی بے صبری نہ کر۔ خدائے تعالیٰ اس آدمی کی آنکھوں کو جو اس سلطنت پر روئیگا۔ رلائیگا۔ حسن بن سہل متوکل خلیفہ کے عہد میں ۲۳۶ھ میں فوت ہوا (متوکل بن معتصم بن ہارون رشید نے ۲۳۲ھ سے ۲۴۷ھ تک خلافت کی لیکن بڑا متعصب معتزلی اور سادات کا دشمن تھا۔ اس کے عہد میں غضب الٰہی کے سخت آثار ظاہر ہوئے۔ اس کی بد انتظامی سے سلطنت میں ضعف آگیا)۔

(۳) وزارت احمد بن ابو خالد احول

یہ شخص مکانیوں (ایرانی مسلمان جو عرب نہیں تھے۔ انہوں نے عرب والوں کے برخلاف ملک بغاوت کی تھی) لیکن بڑے ذی علم اور مہذب تھے ہر ایک فن میں ماہر تھے) میں سے تھا۔ تمام عاقل آدمیوں سے زیادہ جلیل القدر تھا۔ کاتب اعلیٰ درجہ کا تھا۔ فصیح دانا۔ امور کہا پر لکھنے والا تھا مامون نے اس سے کہا۔ کہ حسن بن سہل نے تو اپنی منزل کو لازم کر لیا ہے۔ اب میرا ارادہ ہے کہ میں تمہیں وزیر بناؤں۔ تو اس نے وزارت سے معذرت چاہی۔ اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین مجھے وزارت کے نام سے معاف رکھ۔ ہاں جو اس کے اندر واجب ہے وہ مجھ سے مطالبہ کر۔ اور میرے اور مخلوق کے درمیان ایسا مرتبہ مقرر

کردے جس کی امید پر میرے پاس میرا دوست آشنا آئے۔ اور جس سے میرا دشمن ڈرے ان حدوں کے بعد نتیجہ آفت اور خرابی ہے۔ مامون نے اسکے جواب کو پسند کیا۔ اور کہنے لگا کہ ہاں یہ بات ضرور چاہیئے۔ چنانچہ اسکو وزیر بنا لیا۔ جس وقت مامون نے طاہر بن حسین (یہ مامون کا جرنیل تھا۔ اسکے حکم سے بغداد فتح کر کے امین کو قتل کیا۔ اس نے ۲۰۵ھ میں خراسان کا گورنر مقرر ہوا۔ اس کی لیاقت سے یہ عہدہ اسکے خاندان میں موروثی ہو گیا۔ اس خاندان میں ۵ گورنر پے درپے مقرر ہوئے ۲۵۹ھ میں طاہریہ کا خاتمہ ہوا۔) کو خراسان کا والی بنایا۔ تو اس بارے میں احمد بن ابو خالد سے مشورہ طلب کیا تھا۔ اس نے طاہر کے والی بنانے میں رائے ثواب دی تھی۔ لیکن مامون نے اس سے کہا کہ مجھے تو خوف ہے کہ کہیں وہ غدر کر کے اطاعت سے علیحدہ نہ ہو جائے۔ اس پر احمد نے کہا کہ اس بات کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ چنانچہ ماموں نے اسکو والی بنا دیا۔ لیکن جب کچھ مدت گزر گئی۔ تو مامون کو اسکے بعض کام برے معلوم ہوئے اور ایک اسکو خط لکھا۔ جسمیں اسکو سخت تنبیہ کی طاہر نے بھی مامون کو سخت الفاظ میں جواب دیا۔ زاں بعد خطبہ سے تین جمعہ تک اس کا نام علیحدہ کر دیا۔ یہ بات جو مامون کو پہنچی۔ تو احمد بن ابو خالد سے کہا کہ تو نے ہی طاہر کے والی بنانے کا اشارہ کیا تھا۔ اور جو فعل اس سے صادر ہوگا اس کا ضامن بنا تھا۔ اب تجھے معلوم ہے کہ کیا کچھ اس سے صادر ہوا ہے۔ مثلاً خطبہ سے میرا نام قطع کر دینا اور اطاعت سے منحرف ہو جانا۔ بخدا اگر تو نے معاملے کو درست نہ کیا۔ اور جیسا کہ تو نے اس کو خراب کیا ہے اسکی اصلاح نہ کی۔ تو تیری گردن مار دونگا۔ اس پر احمد نے کہا کہ اے امیر المومنین! دلجمعی رکھئے چند دنوں کے بعد قاصد تیرے پاس اسکی ہلاکت کی خبر لائے گا۔ اسکے بعد احمد بن ابو طاہر (اسی طاہر کا بھائی) نے طاہر کو چند ہدیے بھیجے۔ جن کے اندر زہر آلودہ چٹنی تھی۔ اور یہ اس لئے کہ طاہر اسے بڑا پسند کرتا تھا۔ اسے جو کھایا تو اسی گھڑی مر گیا۔ کہتے ہیں کہ احمد بن ابو خالد نے جس وقت کہ طاہر خراسان کا گورنر مقرر ہوا۔ یہ حساب لگایا تھا۔ چنانچہ اسے ایک خادم عطا کیا تھا جسکو زہر پکڑا دی تھی۔ اس سے کہہ دیا تھا۔ کہ جس وقت طاہر مامون کا خطبہ قطع کر دے تو یہ زہر اسکے پسندیدہ کھانے کی چیز میں ڈال دینا۔ اب جس وقت طاہر نے مامون کا خطبہ ترک کر دیا تو اس خادم نے وہی زہر چٹنی میں رکھ دی۔ چنانچہ اسکے کھاتے ہی اسی گھڑی مر گیا یہ خبر موت بدست قاصد بعد چند ایام کے مامون کو پہنچی۔ تو یہ بات منجملہ ان باتوں کے تھی۔ جس کی وجہ سے احمد بن ابو خالد کا امر وزارت عظیم الشان ثابت ہوا احمد سنہ ۲۱۰ھ میں اپنی طبعی موت مرا۔

(۴) وزارت احمد بن یوسف بن قاسم

یہ بھی موالیوں میں سے تھا اور کاتب۔ فاضل۔ ادیب۔ شاعر۔ تیز طبع۔ امور مملکت و آداب سلاطین میں ماہر تھا۔ کہتے ہیں کہ جس وقت احمد بن ابو خالد مرا تو مامون نے حسن بن سہل سے مشورہ طلب کیا۔ کہ کس کو وزارت سپرد کی جاوے۔ اس نے احمد بن یوسف کی طرف اشارہ کیا۔ اور ساتھ ہی ابو عباد بن یحیی (جس کا ذکر آگے آئیگا۔) کے واسطے اور کہنے لگا۔ کہ دو نو حضور امیر المومنین کی طبیعت کو تمام لوگوں سے زیادہ شناخت کرنے والے ہیں۔ اسپر اس نے کہا۔ کہ ان میں سے ایک کو پسند کر چنانچہ مامون نے وزارت کو اسکے سپرد کیا۔ مامون نے احمد بن یوسف سے ایک آدمی کا مشورہ لیا۔ تو اس نے اس کا وصف اور اس کی خوبیوں کا ذکر کیا۔ اس پر مامون نے کہا۔ کہ اے احمد! تو نے باوجود تیرے اسکے بارے میں بری رائے اور دشمنی ہوتے کے اس کی تعریف کی۔ احمد نے کہا یہ اس لئے کہ میرا تجھ سے وہ تعلق ہے جیسے کہ فلاں شاعر کہتا ہے ؎

(۱) اس نعمت کے بدلے جو تو نے مجھ پر کی ہے یہی قیمت کافی ہے کہ میں نے تجھ سے اپنے دوست کے بارے میں سچ بولا ہے (۲) اور یہ (یعنی رقیب کا نہ چاہنا) اس لئے ہے کہ میں تیری محبت میں فردِ بے نظیر ہو جاؤں کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تیرا دل کیسا ہے اس نے نوروز (ایرانیوں کا مشہور تیوہار ہے جب آفتاب برج حمل میں آتا ہے تو وہ چونکہ بہار کا وقت ہوتا ہے اس لئے ایرانی لوگ اس دن کو عید مانتے ہیں) کے دن مامون کے پاس ایک تحفہ بھیجا۔ جس کی قیمت دس لاکھ درم تھی اسکے ساتھ ہی یہ لکھ بھیجا ؎

(۱) غلام پر حق واجب ہوتا ہے۔ جسکو ضرور اس نے پورا کرنا ہے۔ گو آقا عظیم الشان ہے اور اس کے انعامات بھی بڑے ہیں۔ (۲) کیا تو ہمیں نہیں دیکھتا کہ ہم اللہ تعالےٰ کے پاس اسی کا مال پیش کرتے ہیں اور گو وہ اس سے بے پروا ہوتا ہے لیکن پھر بھی اسے قبول کر لیتا ہے۔ اس پر مامون نے کہا۔ کہ یہ شخص عاقل ہے جس نے عمدہ تحفہ بھیجا ہے۔ اس کی موت کا یہ سبب ہوا۔ کہ ایک دن وہ مامون کے ہاں داخل ہوا۔ اس وقت مامون دہونی کی خوشبو لے رہا تھا۔ (جیسے امیر لوگ عود لوبان وغیرہ کی خوشبو انگیٹھیوں میں رکھ کر استعمال کرتے ہیں۔) اس پر مامون نے وہ انگیٹھی اپنے نیچے نکالی اور کہا کہ اسے بطور اسکی تعظیم کے احمد کے نیچے رکھدو اس پر اسکے دشمنوں نے مامون کے ہاں یہ بات نقل کی۔ کہ اس نے کہا ہے۔ کہ یہ کس قدر بخل ہے۔ کیوں نہ اس نے میرے لئے علیحدہ طور پر دہونی کا حکم دیا۔ اس پر مامون کو سخت غصہ آیا۔ اور کہنے لگا! اچھا یہ شخص بھی

بخل کی طرف منسوب کرتا ہے حالانکہ جانتا ہے میرا ایک دن کا خرچ ایک ہزار دینار (دینار ۴ ماشہ سونا) ہے۔ میں نے اسکی تعظیم و تکریم چاہی تھی۔ اور اس لئے جو میرے کپڑوں کے نیچے انگیٹھی تھی اس کو دی تھی۔ زاں بعد وہ مامون کے ہاں حاضر ہوا۔ اس وقت وہ دوسری مرتبہ دھونی لے رہا تھا۔ مامون نے کہا۔ کہ اس کے نیچے ایک انگیٹھی کے اندر عنبر کے ٹکڑے رکھ دو۔ اور اس پر کوئی ایسی چیز لگا دو جو بخار (یعنی اس دہونی کی ہوا) کو باہر نہ نکلنے دے تو نوکروں نے ایسا کیا۔ یہ اس پر صابر رہا۔ یہاں تک کہ اس پر حالت غالب آگئی۔ تو موت موت کہکر چلانے لگا۔ زاں بعد انہوں نے اسے دور کیا۔ مگر اس کو بے ہوشی تھی۔ اب واپس اپنے مکان کی طرف مڑ کر چلا چند ماہ ضیق النفس (سانس کا تنگی سے نکلنا) کی بیماری سے وہاں بیمار پڑا رہا حتی کہ اس بیماری سے مرگیا۔ کہتے ہیں کہ اس طرح نہیں بلکہ وہ تیزی چشم کے غم کی وجہ سے مرا تھا۔ جو اس سے ظاہر ہوئی تھی۔ اور جسکی وجہ سے مامون نے اسے اپنے ہاں سے ترک کر دیا تھا۔

(۵) وزارت ابو عباد ثابت بن یحیی بن یار رازی

یہ شخص کاتب حساب میں ماہر تیز حرکات والا جوشیلا اور احمق سا معلوم ہوتا تھا کہتے ہیں کہ جس وقت اسے مامون سامنے آتا ہوا دیکھتا۔ تو دعبل شاعر کا یہ شعر پڑھتا (دعبل ہارون کے دربار کا شاعر تھا مسلم بن ولید کا ہمعصر زندیقانہ اعتقاد کا آدمی تھا۔ ۲۴۶ھ میں مرا) سے گویا یہ ہرقل (رومی مشہور بادشاہ ہے اول اسی نے دینار کا سکہ بنایا مسلمانوں نے اس سے ۱۷ھ میں روم چھین لیا۔ جبکہ یہ بھاگ کر قسطنطنیہ چلا گیا) کے ٹبکرہ سے بھاگا ہوا ہے۔ اور ایسا جنگجو ہے۔ کہ بڑیوں کی زنجیروں کو کھینچ لیتا ہے۔ مامون کو کہا گیا کہ دعبل شاعر نے تیری ہجو کی ہے۔ تو کہنے لگا کہ بھلا جو ابو عباد کی ہجو کی جرات کرے۔ تو کیسے میری ہجو نہ کریگا۔ اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ جو ابو عباد جیسے آدمی کی باوجود اسکے ہلکے پن اور جنوں اور تیزی طبیعت کی ہجو کرے۔ تو وہ مجھ جیسے آدمی کے ہجو پر کیوں اقدام نہ کرے۔ جو صاحب حلم ہے اور جسے درگزر کرنے کی محبت ہے۔ ابو عباد نہایت ہی تیز طبیعت اور جلد غصہ کرنے والا تھا۔ کبھی کبھی اپنے سامنے کھڑے ہونے والے آدمی پر غصہ کرتا تو اس پر دوات کھینکتا یا فحش گالیاں دیتا ایک موقع پر غالبی شاعر اس کے ہاں آیا۔ اور اس کو یہ شعر سنائے سے

ا۔ جب ہم نے اپنی سواریاں اس وزیر کے ہاں بٹھائیں۔ بحالیکہ ہم اسکی سخاوت کو چنگل مارنے والے

تھے. تواس نے ہمیں انعام عطا کیا۔

(۲) اس ثابت وزیر (یعنی ابوعباد) کے ملک کی چکی مضبوط ہے۔ (یا دعائیہ ہے) اور اس نے ہمارے درمیان عدل واحسان جاری کیا ہے (۳) نہایت خندہ پیشانی اور جوانمردی سے اترنے والے مہمانوں کو ضیافت دیتا ہے لیکن عہد شکن آدمیوں کو ہندی تلواروں اور نیزوں سے مہمان نوازی کرتا ہے۔

(۴) - یہ وہ شخص ہے جو لوگوں کے لئے ایسے بارانِ رحمت کی طرح ہے جو گھاس اگلنے والا ہے. اپنی سخاوت میں سب کچھ خرچ کر دینے والا اور امداد کرنے والا ہے۔ جب اپنے قول "فی جودہ" پہنچا تو بھر گیا۔ اور کانپنے لگا۔ اور کئی بار اس کلمہ کو دہرانے لگا۔ یہاں تک کہ ابوعباد تنگ دل ہو گیا۔ اور اس پر سودا کا غلبہ ہو گیا۔ کہنے لگا کہ اے شیخ. کہ اسکے بعد قرنانا (یعنی مرد دیوث) یا صفنانا (یعنی بے غیرت و حمیت جو دوسرے سے مار کھائے) کہہ۔ اور ہماری جان چھوڑ۔ اس پر تمام اہل مجلس ہنسے اور اس کا غصہ بھی جاتا رہا اور لوگوں کے ساتھ ہی ہنس پڑا۔ خالبی شاعر نے اپنا کافیہ معوانا (مددگار) کہہ کر پورا کیا۔ ازاں بعد اس سے ملا دیا۔

(۶) وزارت ابوعبداللہ محمد بن یزداد بن سوید وزیر آخری

یہ تمام (بیٹا۔ باپ۔ دادا) آتش پرست تھے. ازاں بعد مسلمان ہوئے۔ اور خلفاء سے متصل رہے ان میں سب سے اول سوید مسلمان ہوا۔ اسکے لڑکپن میں ہی اس کا باپ مر گیا تھا اس کی ماں نے کسی عجمی کاتب کے پاس اسکو سپرد کیا۔ جہاں اس نے بہت پسندیدہ زندگی بسر کی۔ اور آداب ایرانی سے بہت سارے آداب سیکھ لئے اس کے بعد بمقام مرو کچہری کی ملازمت پر لگ گیا۔ ایک بارش والے دن کچہری کا افسر آگیا۔ تمام کاتباں اور نائب لوگ حاضر نہیں ہوئے تھے صرف محمد کا دادا (یعنی سوید) حاضر تھا۔ افسر کچہری کو جو کسی حساب کرنے کی ضرورت پڑی تو اپنی کچہری میں کسی کاتب کو نہ پایا۔ چنانچہ اس نے خود ہی وہ کام کرنا شروع کیا۔ ابھی تھوڑا ہی سا لکھا تھا کہ اس پر اونگھ غالب آگئی (اٹھنے کے بعد اس طرف التفات کی) تو سوید کو دیکھا۔ وہ حساب کی مثل اسکے سپرد کی اور اس سے کہا کہ اس کا دھیان رکھنا یہاں تک کہ میں نیند سے بیدار ہو جاؤں اسکے بعد وہ سو گیا۔ اور سوید اس حساب میں لگ گیا۔ اور اسکو پورا کر کے عمدہ خط اور صحیح اندازہ سے ایک نفیس کاغذ پر اس کو صاف کر دیا۔ افسر کچہری جو بیدار ہوا تو وہ حساب اس سے طلب کیا تو اس نے اس کے حوالے کیا۔ چنانچہ اس نے اس حساب کو مکمل

قاعدہ اور عمدہ طریقہ پر پورا پایا اس پر اس نے کہا کہ اے لڑکے۔ یہ حساب کس نے کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے۔ اس نے دریافت کیا کہ کیا تو کتابت کے کام کو عمدہ طور پر کر سکتا ہے۔ کہا ہاں۔ اس پر اس نے اسکو اس نوکری کی ملازمت پر لگا دیا۔ جس کے اندر حساب کتاب اور کاموں کے اصول تھے۔ اور وہ امور جنکی نگہداشت واجب تھی اسکی تنخواہ بھی مقرر کر دی۔ اور اس کو مختلف نوکریوں میں منتقل کرتا رہا۔ حتی کہ اس نے بہت سا مال حاصل کر لیا۔ اور اس کی قدر بلند ہو گئی۔ ازاں بعد یہ محمد بھی ادب سیکھ گیا۔ اور ہر ایک فن میں کامل اور بے نظیر ہو گیا۔ چنانچہ مامون نے اس کو وزیر بنا لیا۔ اور تمام امور اسکے سپرد کر دیئے۔ یہ شخص شاعر فصیح تھا۔ منجملہ اس کے اشعار یہ ہیں ۔

(۱) کسی فتنہ میں ڈالنے والی نے اپنی آنکھ سے مجھے فریفتہ کر دیا اور اس شخص کی محبت میں جو کسی سے خیانت نہیں کرتا۔ خیانت کی (۲) وہ یہ گمان کرتی ہے کہ میں اسکے سوا کسی اور پر عاشق ہوں۔ یہ بھلا کیسے ہو۔ حالانکہ میری آنکھیں اس سے تجاوز کر کے کہیں نہیں گئیں۔

(۳) اے وہ محبوبہ جس کی محبت میرے دل میں روح کی طرح پوشیدہ اور پردے میں ہے۔

(۴) اور اے وہ جو یہ دعوے کرتی ہے کہ میں خیانت کار ہوں حالانکہ یہ بات بھلا اس کی محبت کے معاملے میں کیسے ہو سکتی ہے (۵) تو (اس بات پر) بسر و چشم میرا عہد لے۔ اور اس بارے میں میرا ضامن یہی کافی ہے۔ کہ میں امانت دار ہوں (یعنی تیری محبت کا راز اپنے اندر رکھتا ہوں)

انتخاب کتاب معجم البلدان از یاقوت حموی

نوٹ۔ یاقوت بن عبد اللہ ساکن حماہ در دمشق مسلمانوں کا سب سے بڑا جغرافیہ دان تھا۔ بغداد کے کسی تاجر کے پاس بطور غلام بکا تھا اس نے اس کو عمدہ تعلیم دے کر اپنے امور تجارت پر لگایا تھا۔ جس کی وجہ سے اسکو بہت سارے ملک دیکھنے پڑے۔ اس کی یہ کتاب بڑی نامور اور مفید ہے۔ تمام شہر دل اور علاقوں کا مفصل حال دیا ہوا ہے۔ بسنہ ۶۲۶ھ میں پچاس سال کی عمر میں مرا۔

بغداد

بغداد تمام دنیا کی اصل اور تمام شہروں کا سردار ہے

ابن انباری (ابوبکر بن قاسم - بڑا نحوی و محدث - صاحب تصانیف کثیرہ - انبار جو عراق کا قدیم شہر ہے - کا ساکن سن وفات ۳۲۸ھ) کہتا ہے کہ بغداد کی اصلیت عجمیوں سے ہی ہے - عرب لوگ اس لفظ میں اختلاف رکھتے ہیں - کیونکہ یہ لفظ دراصل ان کے کلام میں نہیں ہے اور نہ ہی ان کی لغت میں اس کا اشتقاق ہے - ایک عجمی نے اس کی تشریح "ایک مرد کا باغ" سے کی ہے یعنی باغ بمعنی بستان (در فارسی) و داد ایک آدمی کا نام ہے - کوئی یہ کہتا ہے کہ بغ ایک بت کا نام تھا - کیونکہ ذکر کیا جاتا ہے - کہ نوشیرواں کے پاس مشرق سے ایک خصی (یعنی خایہ کشیدہ مرد) پیش کیا گیا تو اس نے اسکو وہی زمین (بغداد کی) دی اور یہ خصی اپنے شہر میں منجملہ بندگان بت کے تھا - تو نوشیرواں نے کہا کہ بغ دادی یعنی اس نے بت دیا (داد فارسی میں بمعنی دیا اور یائے متکلم کی ہے) بعض کہتے ہیں کہ بغ تو بمعنی باغ ہے اور داد بمعنی دیا - اب چونکہ نوشیرواں نے اس خصی کو یہی باغ دیا تھا - تو اس خصی نے کہا - کہ اس نے باغ دیا - تو اسلیئے اسکا یہ نام پڑ گیا - حمزہ بن حسن (اعلےٰ درجہ کا نحوی و ادیب تھا - اسکے دادا کا نام غالباً کسائی تھا - جو علم نحو کا استاد الکل مانا گیا ہے) نے کہا ہے - کہ بغداد فارسی نام ہے - جو باغ دادویہ کا معرب ہے کیونکہ خلیفہ منصور کے شہر کی ایک حد پر فارس کے ایک آدمی کا جس کا نام دادویہ تھا - باغ تھا - جس کے نشانات مٹے ہوئے اب تک ہیں - اب فارس کے کسی بادشاہ نے اس کا قبضہ کر لیا تھا - لیکن اسکے بعد بیمار ہو گیا تھا - اس پر لوگوں نے دریافت کیا کہ کونسی چیز بادشاہ کو حکم دیتی ہے کہ اس شہر کا نام اس آدمی کے نام پر رکھا جائے تو کہنے لگا کہ ہلیدوہ ورور یعنی سلام کہہ کر اسکو چھوڑ دو (ہلیدن فارسی ہے بمعنی چھوڑنا - پھر اس سے امر حاضر صیغہ جمع مذکر بنایا گیا) یہی بات منصور کے پاس بیان کی گئی کہنے لگا کہ میں نے اس کا نام مدینۃ السّلام (یعنی سلامتی کا شہر) رکھدیا ہے - بغداد کے بارے میں سات لغتیں ہیں - بغداد - بغدان لیکن بصرہ والے یہ نہیں مانتے اور بغداذ کی اجازت نہیں دیتے یعنی یہ کہ اسکے آخر میں ذال ہو اسکی وجہ یہ کہتے ہیں - کہ کلام عرب میں ایسا کوئی کلمہ

نہیں۔ کہ جس کے انددال ہو اور اسکے بعد ذال ہو ابوالقاسم ۔عبدالرحمن بن اسحاق ۔ (علم نحو کا استاد
ہے۔ ابو اسحاق ابراہیم بن سری زجاجی جس کا ذکر آگے آتا ہے کا ہم صحبت رہا ۔ اسی کی طرف منسوب ہوتا
ہے۔ مسکن دمشق رکھتا تھا۔ سن وفات ۳۳۹ھ) کہتا ہے کہ میں نے (اپنے استاد) ابواسحاق ابراہیم زجاج
بن سری (مبرد نحوی کا شاگرد۔ ماہر فن نحو بغداد میں ۳۱۱ھ میں فوت ہوا) سے پوچھا کہ عربوں کے
ہاں جو خرداذ (فارسی مہینہ) مشہور ہے۔ اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔ کہا کہ یہ لفظ فارسی ہے۔
کلام عرب سے نہیں ہے۔ میں (مولف کتاب) کہتا ہوں کہ جو بغداذ کہتے ہیں۔ ان کے برخلاف یہ مثال حجت
ہے۔ کیونکہ یہ کلام سے نہیں ہے۔ امام کسائی (سات قاریوں میں سے ایک ہے کوفہ کے سکول کا استاد فن
نحو و ادب۔ کئی ایک تصانیف بھی کیں۔ سن وفات ۱۸۹ھ) نے بغداد کو اصلیت کے مطابق جائز
قرار دیا ہے۔ نیز مغدد۔ مغداد۔ اور مغدان بھی حکایت کرتے ہیں امام خازنجی (خازنج ایک شہر
کا نام غالباً اس سے مراد احمد بستی بن محمد مصنف کتاب تکملۃ العین ہے) نے بغداد بیان کیا ہے۔ اور
یہ ساری لغتیں ہیں تمام مذکر بھی آتی ہیں اور مونث بھی۔ اس کا نام مدینۃ السلام بھی ہے رہا باقی زوراء
سو یہ خاص منصور کا شہر ہے۔ اس کا نام مدینۃ السلام اس لئے رکھا گیا تھا کہ دجلہ کو وادی سلام کہتے
تھے موسیٰ بن عبدالحمید نسائی (نساء فارس میں شہر ہے) کہتا ہے کہ میں عبدالعزیز بن ابورواد کے ہاں بیٹھا
تھا۔ اتنے میں اس کے ہاں ایک آدمی آیا۔ اس نے پوچھا کہ کہاں سے آتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ بغداد
سے تو کہنے لگا بغداد نہ کہہ۔ کیونکہ بغ تو بت کا نام ہے اور داد معنی دیا۔ بلکہ مدینۃ السلام کہہ۔ کیونکہ اللہ
تعالےٰ کا نام سلام (سلامتی دینے والا) ہے اور تمام شہر اسی کے ہیں۔ نیز کہتے ہیں۔ کہ بغداد پہلے پہل ایک
بازار تھا جسکی طرف چین کے لوگ اپنے مال تجارت لیکر آتے۔ اور بے شمار نفع حاصل کرتے انکے بادشاہ
کا نام بغ تھا۔ تو جب وہ اپنے اپنے شہروں کی طرف واپس پھر جاتے۔ تو کہتے کہ یہ بغ نے دیا۔ یعنی یہ جو
ہم نے نفع کمایا۔ یہ ہمیں اپنے بادشاہ کا عطیہ ملا ہے۔ (اس لحاظ سے لفظ بغداد کی وجہ تسمیہ پانچ ہوئیں)
کہتے ہیں کہ مدینۃ السلام اس کا نام اسلئے پڑا کہ اللہ تعالےٰ کا نام سلام ہے۔ تو گویا اس سے ان کی مراد
اللہ تعالےٰ کا شہر تھی۔ اب رہا ان کے مراد طول (مراد طول سے طول بلد) کی بابت سو حکیم بطلیموس
(یونانی حکیم و جغرافیہ دان۔ مصنف مجسطی در علم ہیئت جس کی تلخیص ابن سینا و ابن رشد نے کی ہے سکندریہ
کا ساکن ۷۰ھ میں پیدا ہوا۔ اس نے جغرافیہ عالم لکھا ہے) کتاب ملحمہ جو اس کی طرف منسوب کیجاتی

ہے میں ذکر کرتا ہے۔ کہ شہر بغداد کا طول بلد ۷۵ درجے ہیں اور عرض بلد ۳۳ درجے یہ چوتھی ولایت میں داخل ہے (علم ہیئت والوں نے دنیا کے آباد حصے کو سات حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ہر ایک کا نام اقلیم رکھا ہے۔) ابوعون (بڑا منجم ہے) اور اسکے سوا اور کہتے ہیں کہ یہ تیسری ولایت میں ہے (یہی صحیح ہے) وہ کہتا ہے کہ اس کا طالع سماک اعزل (الشعر والشعراء میں اس کا ذکر آچکا ہے۔ روشن ستارہ ہے قمر کی چودہویں منزل ہے۔ برج سنبلہ کے شانہ پر ہے اس کے ساتھ دوسرا ستارہ نہیں اس لئے عزل کہلاتا ہے۔) ہے اس کا بیت حیات (زندگی کا گھر) برج قوس (جو باسعادت ہے) ہے۔ کفِ خضیب (رنگ کردہ ہتھیلی۔ ایک ستارہ کا نام ہے۔ سرخ رنگ جانب شمال۔ جب دائرہ نصف النہار سے جاملتا ہے تو وہ اجابت دعا کا وقت ہوتا ہے) سے کچھ شراکت رکھتا ہے۔ برج جوزا کی ناف سے اسکو چار جزو حاصل ہیں۔ (معلوم ہے کہ برج جوزا کی شکل اس طرح پر ہے۔ کہ گویا دو آدمی اپنی اپنی کمر ملائے کھڑے ہوئے ہوں) برج سرطان کے دس درجوں کے نیچے سے اتنے درجے برج جدی کے بالمقابل ہے۔ برج حمل کے بھی اسی طرح دس درجے ہیں۔ اور برج میزان سے بھی اسی طرح اس کا حصہ ہے۔

نوٹ چونکہ اس بحث میں چند اصطلاحات نجوم آئی ہیں اس لئے آسانی کی خاطر ان کی مختصر طور پر تشریح کرتا ہوں۔ طالع۔ اس برج کو کہتے ہیں۔ جو ولادت کے وقت یا کسی سوال کے موقع پر افق شرقی سے نمودار ہو۔ ہر برج کے ہر طالع کا نحوست یا سعادت کا اثر علیحدہ ہے۔ درجہ۔ زمین اور آسمان کی مسافت کو ہیئت دانوں نے بخوبی ۳۶۰ حصوں میں تقسیم کیا ہے ہر حصہ کا نام درجہ ہے آسمان کے اول بارہ حصے کئے ہیں ہر حصہ کا نام برج رکھا ہے اور پھر ہر برج کے تیس حصے۔ اور ہر حصہ کا نام درجہ مقرر کیا پھر درجہ کو ساٹھ حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر ایک نام کا نام دقیقہ ہوا۔ لیکن زمین کے درجہ کی مسافت آسمان کے درجہ کی مسافت سے کوئی سترہ ہزار گنا کم ہے۔ اب بارہ برجوں کو دائرہ میں ترتیب وار لکھتا ہوں۔ تاکہ معلوم ہو کہ کونسا برج کس برج سے متصل

اور اس کے مقابل ہے۔ یہاں سے بخوبی واضح ہو جائیگا کہ طالع (مشرقی جانب) برج قوس ہے برج
جوزا کے تیس درجوں میں سے ۴ اس کو حاصل ہیں۔ سرطان کے دس درجے اور یہ کہ جملہ
بمقابل میزان کے ہے۔ اور سرطان جدی کے ہیں (مصنف معجم البلدان) کہتا ہوں کہ اس میں
کوئی شک نہیں۔ کہ بغداد حکیم بطلیموس سے ہزار سال سے زیادہ بعد وقوع میں آیا۔ لیکن میرا گمان یہ
ہے کہ اس کی کلام کی تشریح کرنے والوں نے قیاس ہی سے کہا جو کہا۔ صاحب زیج (زیج علم نجوم کی کتاب
ہے اس کا مصنف ابو سعید عبدالرحمٰن بن احمد مشہور منجم ہے) نے کہا ہے۔ کہ بغداد کا طول بلد ۷۰
درجے ہے۔ اور عرض بلد ⅓ ۳۳ درجے (صحیح یہ ہے کہ طول ۴۰ درجے اور عرض ۳۸ درجے) اسکی
تعدیل نہار (جب دن برابر ہوتے ہیں) ⅔ ۱۶ درجے۔ لمبے سے لمبا دن چودہ گھنٹے اور ۵ منٹ کا ہوتا
سورج کے ارتفاع کی حد ½ ۸۰ درجے اور دوپہر کا سایہ وہاں دو درجے اور عصر کا چودہ درجے قبلہ کی
سمت ۳ درجے مکہ معظمہ سے اس کا رخ نصف ۱۱۷ درجے ہے۔ یہ سب کچھ میں نے اہل نجوم کی کتابوں
سے نقل کیا ہے۔ میں خود اس علم کو نہیں جانتا اور نہ ہی یہ میرا فن ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں
کہ بغداد کی حد نہر صراۃ (عراق میں بغداد کے متصل ہے) سے لیکر باب التبن (گھاس پھوس کا دروازہ
نام ہے) تک ہے۔ اور یہ اخیر جگہ امام موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن
حسین شہید بن امام علی بن ابو طالب علیہم السلام (یہ نویںؑ امام ہیں رشید ان کا قاتل ہے بغداد
میں ان کا مدفن ہے سن وفات ۱۸۳ھ) کا مقبرہ ہے از ان بعد ان کے اندر زیادتی کی گئی یہاں
تک کہ وہ مقامات (نزد بغداد) گلوازی مخرم اور قطربل تک پہنچ گئی۔ تاریخ دان کہتے ہیں۔ کہ
جس وقت اللہ تعالےٰ نے سرزمین حیرہ (کوفہ سے چند میل شمال کو بڑی صحت افزا جگہ ہے۔
بادشاہوں کا صدر مقام رہا ہے) میں مہران (شاہ روم کیطرف سے یہ بمقام عین التمر در حیرہ
کمانڈر مقرر تھا۔ خالد نے وہاں سنہ ۱۲ھ میں اسکو شکست دی سو وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ بہت
ساری کشمکش کے بعد سنہ ۱۴ھ میں مقتول ہوا۔ بڑا بہادر اور لائق جرنیل تھا۔) اور اسکے عجمی ساتھیوں
کو ہلاک کیا تو مسلمانوں نے علاقہ سواد (تاریخ فخری میں مذکور ہو چکا ہے) پر لوٹ مار پر قدرت پائی
ایرانیوں کی تمام مصلحتیں اور امور پراگندہ اور خراب ہو گئے۔ مسلمانوں نے ان پر جرات سے حملہ کیا۔
اور مقامات مابین سورا (عراق میں بغداد کے نزدیک موضع ہے) کسکر (قصبۂ واسط میں شہر ہے۔)

نہر صراۃ - قلانیج (عراق میں ایک موضع ہے) اور استانات (بغداد میں چار پہاڑ ہیں عالی - اعلیٰ اوسط - اونےٰ) پر متفرق طور پر لوٹ مار پر رسائی - تو اس وقت حیرہ والوں نے امام مثنیٰ (حسن مثنیٰ بن حسن بن علی بن ابو طالب امام حسن کا لڑکا تھا بہت مشہور امام ہے) سے کہا - کہ ہمارے قرب میں ایک گاؤں ہے جہاں ہر ماہ میں ایک مرتبہ بڑی منڈی لگا کرتی ہے - جس کی طرف فارس اہواز (مقامات بدیعی نمبر ۹ میں مذکور ہو چکا ہے -) کہ دیگر شہروں کے تاجر آتے ہیں - اس کا نام بغداد ہے - اور جس طرح اب ہے پہلی اسی طرح چلی آئی ہے (در اصل اس کو نوشیرواں نے بسایا تھا) اس پر امام مثنیٰ نے خشکی کا راہ اختیار کیا - حتیٰ کہ مقام انبار تک پہنچ گیا - یہاں کے لوگوں نے اسکے خوف کی وجہ سے قلعہ نشینی اختیار کی تو اس نے وہاں کے رئیس بنام سفروخ کو بلوایا تا کہ وہ اسکے پاس آئے اور اس کو بتلائے کہ وہ کیا چاہتا ہے اور اس کو امان دیدی وہ رئیس زمین عبور کر کے اس کے پاس آیا - مثنیٰ نے اس سے خلوت کی اور اس سے کہا - کہ میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ بغداد کی منڈی پر لوٹ مار برساؤں اور یہ کہ تو میرے ساتھ رستہ دکھانے والے بھیج - جو مجھے رستہ بتلائیں - نیز تو میرے لئے ایک پل تیار کرے - جس کے ذریعہ سے میں دریائے فرات کو عبور کر جاؤں - چنانچہ اس رئیس نے ایسا ہی کیا - اس سے پہلے اس نے پل توڑ دیا تھا - تا کہ کہیں عرب لوگ وہاں سے عبور نہ کر جائیں اب مثنیٰ معہ اپنے اصحاب کے وہاں سے عبور کر گیا - اس رئیس نے اس کے ہمراہ کئی راہ نما بھی بھیجے تھے یہ چلتا رہا - یہاں تک عین دہوپ کے وقت اس منڈی تک پہنچ گیا - لوگ تو اسی وقت بھاگ گئے - اور اپنے اموال چھوڑ گئے - پس مسلمانوں نے جسقدر ان کو اٹھانے کی طاقت تھی - سونا چاندی - و دیگر مال و متاع لے لیا - اور مقام انبار کی طرف لوٹے - اور امام مثنیٰ اپنے لشکر کے پاس بہت سی غنیمت لیکر آملا - یہ واقعہ سنہ ۱۳ھ کا ہے بس یہی کچھ بغداد کی بابت خبریں ہیں - پیشتر اس کے کہ منصور نے اسکو شہر بنایا - اسکے سوا مجھے اور کچھ نہیں ملا -

فصل در باب ابتدا تعمیر بغداد

سب سے پہلے جس نے اس کو شہر کی صورت میں بنایا - وہ دوسرا خلیفہ منصور باللہ ابو جعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب (عبدالمطلب نبی علیہ السلام کے دادا تھے)

تھا۔ اور اس کو مقام ہاشمیہ (مدینہ ابن ہبیرہ کے اردگرد شہر ہے یہاں راوندی لوگ منصور کو تنگ کرتے تھے) سے اس طرف منتقل کیا۔ اور وہ شہر ہے جس کا نشان اس کے بھائی ابوالعباس سفاح (خلافت عباسیہ کا پہلا خلیفہ ہے۔ بنی امیہ پر اس نے فتح پاکر اس نے ان کو نہایت بے رحمی سے قتل کیا۔ وزیر کا لفظ اسی کی ایجاد ہے۔ ترکوں کے دربار میں بہت دخل دیا۔ بوجہ خونریزی کے سفاح کے نام سے مشہور ہے اس نے بجائے دمشق کے فرات کے کنارے انبار کو دارالحکومت بنایا اور ہاشمیہ اس کا نام رکھا۔ اس کے بعد منصور نے بغداد کو آباد کر کے دارالسلطنت مقرر کیا اور وہی آخر تک بنی عباس کا دارالسلطنت رہا۔ عہد خلافت ۱۳۲ھ سے ۱۳۶ھ تک) نے کوفہ کے قریب لگایا تھا۔ اس نے اس کی تعمیر ۱۴۵ھ میں شروع کی۔ اور ۱۴۹ھ میں اسکے اندر نزول کیا۔ اس کی تعمیر کا سبب یہ ہوا۔ کہ کوفہ والے اسکے لشکر کو خراب کرتے تھے۔ اس کو جب ان کے ان افعال کی خبر پہنچی۔ تو ان سے علیحدہ ہو کر کسی دوسرے مقام کی تلاش میں لگا۔ ابن عباس۔ (اسدی کوفی ارباب احادیث اور مشاہیر علما میں سے ہے۔ سن وفات ۱۹۳ھ) کہتا ہے کہ منصور نے جب کہ وہ ہاشمیہ میں تھا۔ چند تلاش کرنے والوں کو بھیجا۔ اور وہ کسی ایسی جگہ کی جستجو کریں کہ جہاں شہر بنایا جائے۔ اور وہ موضع عین درمیان میں ہو۔ اور رعایا اور لشکر کے موافق ہو تو اس کے ہاں مقام بارما (پہاڑ ہے تکریت کے نزدیک کہتے ہیں کہ وہ دنیا کا احاطہ کئے ہوئے ہے) کے قریب ایک جگہ کی تعریف کی گئی۔ اور اس کی سرسبزی اور پاک صاف ہوا کا ذکر کیا گیا۔ منصور خود اس طرف نکل پڑا۔ یہاں تک کہ اسے دیکھا اور وہاں رات گذاری اس کو بہت ہی عمدہ جگہ پائی۔ اپنی ایک جماعت سے جنہیں سلیمان بن مخالد (ارباب حدیث سے ہے۔ طبری نے بجائے مخالد کے مجالد لکھا ہے۔ یہ شخص منصور کا نہایت ہی مقرب تھا) ابوایوب موریانی (موریاں خوزستان کے نواح میں ایک بستی ہے۔ یہ شخص خالد برمکی کے بعد منصور کا وزیر تھا۔ ۱۵۴ھ میں منصور نے اسے قتل کیا تھا۔) اور عبدالملک بن حمید کاتب (یہ منصور کا سکرٹری تھا خط و کتابت میں نہایت ماہر تھا اس فن رسائل کی ابتدا اسی سے ہوئی) تھے۔ پوچھا کہ اس موضع کے بارے میں تم لوگوں کی کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ عمدہ جگہ ہے اور موافق ہے۔ تو جواب دیا تم نے سچ کہا۔ مگر رعیت کے لئے کوئی آسائش نہیں۔ میں اثنائے رستہ میں ایک مقام سے گذرا ہوں۔ جہاں سامان رسد و دیگر بحری و بری وغیرہ مال و متاع لائے جاتے ہیں۔ اب میں اس کی طرف لوٹنے والا ہوں اور وہاں رات گذارتا ہوں۔ پس اگر عمدگی

اقامت کی مجھے وہاں حاصل ہوگئی جس کا میں ارادہ رکھتا ہوں تو وہ میرے ارادے کے موافق ہوگی۔ جو میں اپنے اور لوگوں کے لئے رکھتا ہوں۔ راوی (ابن عباس) کہتا ہے۔ کہ یہ کہکر وہ مقام بغداد میں آیا اور موضع قصر السلام (رشید نے رقہ میں بنایا تھا) کو عبور کیا۔ ظہر کی نماز پڑھی یہ وقت سخت گرمی کا تھا۔ اس موضع میں ایک گرجا تھا۔ وہاں اس نے تنہا رات گزاری (طبری نے اغیب کی جگہ اطیب لکھا ہے جو زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔) اور دن بھر وہاں اقامت کی تو سوا بہتری کے وہاں کچھ نہ دیکھا۔ کہ بس تعمیر کے موافق یہی جگہ ہے۔ کیونکہ فرات دجلہ اور بہت ساری نہروں سے اس کی طرف ذریعہ پانی کا آئے گا۔ اور لشکر اور رعیت اس جیسی چیز کو بھی برداشت کرینگے۔ چنانچہ اس نے عمارت کا نقشہ کھینچا اور شہر کا اندازہ لگایا پہلی اینٹ خود اپنے ہاتھ سے رکھی تو کہا۔ کہ اللہ تعالے کے نام پاک سے شروع کرتا ہوں اور اس بات پر اس کا شکر کرتا ہوں۔ تمام زمین اسی کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس کسی کو چاہتا ہے اس زمین کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور انجام (بہتری کا) خاص پرہیزگاروں کے ہی لئے ہے (یہ سب قرآن پاک کے ہی الفاظ ہیں) اس کے بعد کہا کہ اللہ تعالے کے نام کی برکت سے بنا شروع کرو سلیمان بن مختار (طبری نے بجائے مختار کے مجالد لکھا ہے جس کا ابھی ذکر آچکا ہے اور یہی اصح معلوم ہوتا ہے) ذکر کرتا ہے کہ منصور نے بغداد کے بارے میں ایک دہقان سے مشورہ طلب کیا۔ اس کی بستی ایک مربع زمین میں تھی۔ جو ابو العباس فضل بن سلیمان طوسی (یہ شخص منصور کا مقرب اور امیر کبیر تھا) کے نام سے مشہور تھی۔ اس کا گھر اپنی بنیاد پر قایم رہا۔ یہاں تک کہ ان کا بہت سا ملحقہ حصہ ویران ہوگیا۔ تو اس دہقان نے جواب دیا۔ کہ اے امیر المومنین میری تو یہ رائے ہے۔ تو خود بغداد ہی میں نزول کرے۔ کیونکہ اس صورت میں تو چار کناروں یا علاقوں کے مابین ہو جائیگا۔ دو تو جانب غربی میں یعنی قطربل۔ اور دو بادوریا اور دو جانب شرقی میں ہیں۔ یعنی نہر بوق اور کلواذی۔ تو اگر ان چار ٹکڑوں میں سے کسی ایک کا آباد کرنا تاخیر کے ساتھ ہوا تو دوسرا تو آباد ہو جائیگا نیز اے امیر المومنین تو نہر صراۃ اور دجلہ کے پاس ہوگا۔ جو قرب سے (یا مغرب سے جیسے کہ طبری نے لکھا ہے) تیرے پاس سامان رسد لائیگی اور ساتھ ہی دریائے فرات شام جزیرہ (عراق عرب وغیرہ) مصر اور ان شہروں سے اشیا بھیجے گا۔ ہندوستان۔ سندھ۔ چین۔ بصرہ۔ اور واسطہ کی نادر اشیا تیرے پاس دجلہ کے ذریعہ سے لائی جائیں گی اور آرمینیہ اور بیجان اور ان کے متصلہ علاقوں کی اشیائے خوردنی تامرا (شام میں ایک موضع ہے) کے ذریعہ سے آئیں گی اور

اسی طرح موصل۔ دیار بکر اور ربیعہ کی چیزیں بھی اس حالت میں تو نہروں کے درمیان رہے گا۔ سوائے
پل چھوٹی ہو یا بڑی ۔ کے ذریعہ دشمن تیرے نزدیک نہیں پہنچ سکے گا۔ اور جسوقت تو نے پل کو توڑ دیا
پھر تو دشمن بھی نہیں آئے گا۔ جسوقت تو خشکی تری اور پہاڑ کے قریب رہیگا۔ منصور نے دہقان کے
اس قول کو پسند کیا۔ اور بنیاد رکھنی شروع کی۔ شام۔ موصل۔ پہاڑ۔ کوفہ اور واسط کے تمام کاریگروں اور
معماروں کو اکٹھا کرنے کے لئے بھیجا۔ سب حاضر ہو گئے۔ اہل فضل۔ عدالت۔ فقہ۔ امانت اور مہارت
بعلم ہندسہ کے انتخاب کرنے کا حکم دیا۔ تو سب کو ایک جماعت میں اکٹھا کیا۔ اور ان سے درخواست کی
کہ اسکی بنیاد رکھنے کا اعزاز بخشیں حاضرین میں سے حجاج بن ارطاۃ (اس زمانے کا زاہد اور محدث
تھا۔ اسی نے منصور کی جامع مسجد کا نشان کھینچا تھا۔) اور امام ابو حنیفہ رح (جو امام اعظم کے نام سے مشہور
ہے مسلمان تو کم از کم ہر ایک ان کے نام نامی سے واقف ہوگا۔ سب سے پہلے انہوں نے علم دین کی تدوین
کی اور فن فقہ ایجاد کیا۔ نہایت ہی اعلےٰ پایہ کے مجتہد تھے۔ اسلامی دنیا کا قریباً سارا احسان کا متقدر
ہے۔ منصور نے عہدۂ قضا پر مقرر کرنا چاہا۔ انکار کیا۔ آخر اس نے قید کیا جہاں انہوں نے وفات پائی
سن وفات سنہ ۱۵۰ھ) بھی تھے۔ سنہ ۱۴۵ھ میں ابتدا ہوئی منصور نے حکم دیا تھا کہ شہر پناہ کی چوڑائی نیچے
سے ۵۰ گز ہو اور اوپر سے ۲۰ گز۔ اور یہ کہ بجائے لکڑی کے گرز آہنی یا ڈنڈے (جُرز معرب ہے گرز کا۔)
عمارت میں لگائے جائیں۔ اب جسوقت وہ شہر پناہ قد آدم کے برابر پہنچ گئی تو اس وقت ساتھ ہی محمد
بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی بن ابو طالب۔ جسکو نفس زکیہ کہتے ہیں امام حسن کا پڑپوتا تھا۔ اس
نے منصور پر سنہ ۱۴۵ھ میں خروج کیا۔ مگر لڑائی میں قتل ہوا۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے اسی کی اعانت کا فتویٰ
دیا تھا۔ نے خروج کیا۔ تو تعمیر بند کر دی۔ یہاں تک کہ اس کے معاملے سے فارغ ہوا اور نیز اس کے بھائی
ابراہیم کے معاملے سے اس نے بھی واسط و اہواز پر قبضہ کر لیا تھا۔ مگر قتل ہوا تھا۔) علی بن یقطین سے
روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں ابو جعفر منصور کے لشکر میں تھا۔ جب کہ وہ مقام صراط کی طرف شہر کی بنا
کے لئے موضع تلاش کرنے کو جا رہا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ منصور بستی عتیقہ (قرن صراط پر ایک بستی کا نام ہے مثنیٰ
بن حارثہ سیبانی نے اسے فتح کیا تھا۔) کے اندر نہر صراۃ کے کنارے پر جہاں ایک گرجا تھا وہاں
اترا۔ اپنی سواری سے لوگوں سے علیحدہ ہو کر ادھر ادھر آتا جاتا تھا۔ اور سوچتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ اس
گرجا کے اندر ایک عالم راہب تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ یہ بادشاہ کیوں آتا جاتا ہے میں نے کہا۔ کہ

کہ یہ شہر بنانے کے لئے ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے کہا کہ بھلا اس کا نام کیا ہے۔ میں نے کہا کہ عبداللہ بن محمد۔ کہنے لگا۔ کہ کس کا باپ (یعنی کس کی کنیت کا ہے۔) میں نے کہا جعفر کا باپ۔ تو اس نے کہا کہ اچھا اس کا کوئی لقب بھی ہے۔ میں نے کہا ہاں منصور ہے۔ کہنے لگا یہ وہ نہیں ہے۔ جس نے شہر بنایا ہے ہم نے پوچھا کیوں نہیں۔ تو جواب دیا کہ اس لئے کہ ہم نے اس کتاب کے اندر جو ہمارے پاس ہے اور جو صدی بصدی ہمارے ورثے میں چلی آتی ہے یہ پایا ہے۔ کہ جو اس مکان کو بنائیگا وہ ایک آدمی بنام مقلاص ہوگا۔ وہ کہتا ہے کہ اسی وقت میں سوار ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں منصور کے ہاں حاضر ہوا۔ اور اس کے قریب گیا۔ تو اس نے مجھے کہا کہ تیرے پیچھے کیا ہے (کیا خبر لایا ہے) میں نے کہا کہ بڑی اچھی خبر ہے جو میں حضور امیر المومنین کو سناتا ہوں۔ اور اس تکلیف سے آپ کو بچاتا ہوں۔ اس پر اس نے کہا کہ اچھا کہہ۔ میں نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ ان لوگوں کے پاس علم ہوتا ہے۔ مجھے اس گرجا کے راہب نے ایسی خبر دی ہے۔ اب جب میں نے اس سے مقلاص کا ذکر کیا۔ تو ہنس پڑا اور خندہ پیشانی ہونے لگا۔ اپنی سواری سے اتر کر سجدہ کیا۔ اور چابک لیکر اسکے ساتھ ماپ کرنے لگا۔ میں نے دل میں کہا کہ اسے کوئی تکلیف یا جنون لاحق ہوا ہے۔ ازاں بعد اس نے اسی وقت انجنیروں کو بلایا اور خاکستر کا نشان کھینچنے کا حکم دیا (یعنی کچا نقشہ) اس پر میں نے کہا اے امیر المومنین میرا گمان ہے کہ آپ تو اس راہب کے خلاف کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ اور اسکو جھٹلاتے ہیں جواب دیا۔ کہ بخدا نہیں۔ بلکہ میرا لقب مقلاص ہی تھا۔ اور مجھے گمان نہیں تھا کہ میرے سوا کوئی دوسرا جانتا ہے۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ ہم بنی امیہ (ان کی حکومت کا ذکر ہو چکا ہے) کے عہد میں اسی حالت کے مطابق جو تو بخوبی جانتا ہے۔ (یعنی خوف و خرابی کی حالت میں) مقام سراۃ کی طرف تھے۔ اس وقت میں تھا اور میرے ہم سن میرے چچے اور بھائی تھے ہم ایک دوسرے کو دعوت دیتے اور عیش و عشرت سے رہتے۔ ایک دن دعوت کی نوبت میری آپہنچی۔ حالانکہ میرے پاس تو ایک درم ہی نہیں تھا۔ میں فکر میں لگا رہا۔ اور کوئی حیلہ کرنے لگا۔ یہاں تک کہ مجھے ان کی دایہ کا کاتنے کا سوت ملگیا میں نے اسے چرا لیا۔ اور (اسکو بازار میں) بھجوا دیا۔ تو وہ فروخت کیا گیا۔ اور اس کی قیمت کے بدلے جس چیز کی مجھے حاجت تھی۔ خریدی گئی۔ میں اسی دایہ کے پاس آیا۔ اور اس سے کہا ایسی ایسی چیزیں تیار کر۔ اس نے کہا۔ یہ جو میں دیکھتی ہوں تجھے کہاں سے مل گیا۔ میں نے کہا۔ میں نے کسی رشتہ دار سے درم قرض لئے ہیں تب جس بات کا میں نے اسے حکم دیا۔ اس نے تیار کیا۔ اب ہم کھانے سے فارغ ہوئے۔ اور باتوں کے لئے

بیٹھ گئے۔ تو اس دایہ نے وہ سوت جو تلاش کیا۔ تو نہ پایا۔ وہ جان گئی۔ کہ بس میں ہی اس کا لینے والا ہوں
اس طرف ایک چور بنام مقلاص تھا۔ جو چوری کے پیشہ میں مشہور تھا۔ وہ گھر کے دروازے پر آئی جس
میں ہم تھے۔ مجھے پکارا لیکن میں چونکہ جانتا تھا۔ کہ وہ میرے فلاں عمل کی وجہ سے ٹھیری ہوئی ہے۔ میں
باہر نہ نکلا۔ جب اس نے اصرار کیا۔ اور میں بھی باہر نہیں نکلتا تھا۔ تو وہ کہنے لگی۔ کہ لے مقلاص باہر
نکل۔ لوگ تو اپنے مقلاص چور سے ڈرتے ہیں۔ اور میرا مقلاص میرے گھر میں ہی میرے ساتھ ہے
اس پر کچھ دیر کے لئے بھائیوں اور چچوں نے میرے ساتھ خوش طبعی اور مخول کیا۔ زاں بعد اس بات کو میں
سوائے تیرے اس گھڑی اور کسی سے نہیں سنا۔ اس سے میں نے جان لیا کہ اس شہر کا کام بوجہ تیری اطلاع
کی درستی کے میرے ہی ہاتھوں تمام ہوگا۔ اسکے بعد اس نے شہر کی بنیاد گول رکھی۔ اور اپنا محل اس کے
درمیان میں رکھا۔ اسکے چار دروازے رکھے اسکی شہر پناہوں اور فصیل کو مضبوط بنایا اسکی طرف جو کوئی
مشرق سے قصد کر کے آتا تھا۔ تو وہ باب خراسان سے داخل ہوتا حجاز سے آنے والا در کوفہ سے مغرب
سے آنے والا دروازہ شام سے اور فارس اہواز۔ واسط بصرہ یمامہ اور بحرین سے آنے والا بصرہ والے دروازے سے
ہے۔ کہتے ہیں کہ تعمیر بغداد پر منصور نے ایک کروڑ اسی لاکھ دینار خرچ کئے خطیب البغدادی نہ کہ تبریزی۔ ابو بکر
احمد بن علی اصلی نام ہے۔ شاگرد ابو نعیم اصفہانی۔ مصنف تاریخ بغداد و دیگر کتب۔ لیکن بعض جگہ مصنوعی روایات
لکھ مارتا ہے۔ سن وفات ۴۶۳ھ) کہتا ہے کہ ایک روایت یہ ہے کہ اس نے اپنے شہر بغداد۔ اسکی جامع مسجد
اندرونی سنہری محل اور سب دروازوں اور بازاروں پر عمارت سے فارغ ہونے تک چالیس لاکھ آٹھ سو
تراسی ہزار درم (یعنی ۸ لاکھ تراسی ہزار۔ تو کل جملہ اڑتالیس لاکھ تراسی ہزار درم ہوا۔ اس قلیل رقم کی
وجہ سے آگے مصنف بیان کرتا ہے تاریخ طبری میں اخیر کا الف نہیں ہے اس حساب سے سارا جملہ چالیس
لاکھ آٹھ سو تراسی ہوتا ہے۔ اور یہ صحت کے زیادہ قریب ہے) خرچ ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر
استاد کا دیگر روزانہ محنت ایک قیراط (جو ۴ جو کے برابر ہوتا ہے۔ بشرطیکہ ماپنے کا پیمانہ ہو۔ اور اگر تولنے
کا ہو تو قیراط شامی تو ۱/۲۰ دینار کا۔ اور عراقی ۱/۲۴ دینار کا ہوتا ہے غالباً پہلی شرط مراد ہے) سے لیکر پانچ جو تک
لیتا ہے۔ مزدور ۲ جو سے لیکر ۴ جو تک۔ اسوقت مینڈا ایک درم کو بکتا تھا۔ اونٹ چار دوانق (آٹھ جو
کا ہوتا ہے) کو۔ اور خرما ایک درم کے ساٹھ رطل (واضح ہو کہ ایک رطل عراقی نوے مثقال کا ہوتا
ہے اور ایک مثقال ۶۸ ۱/۲ جو کا۔ یا یوں کہو کہ ساٹھ رطل آج کل کے اندازے سے قریباً اکیس سیر کے برابر

ہوتے ہیں۔) فضل بن دکین کہتا ہے کہ قبیلہ کندہ (عرب کا نامور شاہی قبیلہ ہے) کے بڑے کاٹھ کے
پیالوں میں گائے کے گوشت کی منادی کی جاتی تھی۔ کہ ایک درم کے نوے رطل۔ بکری کا گوشت
ساٹھ رطل فی درم۔ اور شہد دس رطل فی درم۔ وہی شخص کہتا ہے کہ شہر کے ہر ایک دروازے سے
لے کر دوسرے دروازے تک ایک میل کا فاصلہ تھا۔ اور عمارت کی دیوار کی ہر ایک اینٹوں والی
قطار میں جعفری (غالباً جعفر بن یحییٰ برمکی ہے۔ جو ہارون کا وزیر تھا) نمونے کی ایک لاکھ باسٹھ ہزار
اینٹیں تھیں۔ ابن شروی (بشر بن میمون شروی۔ محدث و مقرب منصور) سے روایت ہے کہتا ہے کہ
اس شہر پناہ سے جو باب المحول (دروازہ کا نام ہے) کے متصل ہے۔ ہم نے ایک ٹکڑا توڑا۔ اسکے اندر
ہم نے ایک اینٹ پائی۔ جس پر سرخ مٹی (یا چاک) سے لکھا ہوا تھا کہ اس کا وزن ایک سو سترہ رطل
ہے۔ ہم نے جو اس کا وزن کیا۔ تو اس کو ایسا ہی پایا۔ اور جیسے کہ ہم ذکر کر آئے ہیں منصور نے یہ شہر
گول کر کے بنایا۔ اور اپنا محل اور جامع مسجد اسکے وسط میں رکھی ایوان یعنی محل کے اوپر ایک سبز گنبد بنایا۔
جس کی بلندی اسی گز تھی۔ اس گنبد کے سرے پر سوار کی شکل کا ایک بت تھا۔ جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا
بادشاہ جب دیکھتا کہ یہ بت کسی خاص طرف منہ کئے ہوئے ہے اور اسی طرف نیزہ دراز کئے ہوئے
ہے۔ تو وہ جان لیتا ہے کہ کوئی نہ کوئی خارجی مذہب کا (یا کوئی خروج کرنے والا) اس سمت سے ظاہر
ہو گا۔ ابھی بہت وقت نہ گذرتا۔ کہ اسکو خبریں آ پہنچتیں۔ کہ کوئی خارجی اس طرف سے ناگہان
حملہ کرنے کو آ گیا ہے۔ (اب مصنف کہتا ہے کہ) میں کہتا ہوں۔ کہ اس طریق پر خطیب نے ذکر کیا
ہے۔ اور یہ بالکل ناممکن اور صریح جھوٹ ہے اس کی حکایتیں تو مصر کے جادوگروں (جیسے کہ فرعون موسیٰ
کے زمانے میں زور تھا) اور بلیناس (علاقہ شام میں حمص کے ساحل پر متصل بابل کے ایک شہر تھا جہاں
کے لوگ شعبدہ باز تھے۔ بابل کا قصہ تو قرآن شریف میں مذکور ہے۔ نیز سکندر کے ہم نشینوں میں سے ایک
حکیم تھا۔) کے شعبدوں سے بیان کی جاتی ہیں۔ جنکی صحت کا وہم صرف زمانے کی درازی کی وجہ سے
ہو سکتا ہے۔ اور اس بات کا خیال فاسد کرنا کہ آگے زمانے کے لوگ انسان کے بیٹے نہیں تھے۔ لیکن مذہب
اسلام تو اس قسم کی بیہودہ باتوں سے بالاتر ہے۔ کیونکہ یہ معلوم ہے کہ حیوان ناطق یعنی انسان جو ان باتوں
کی شرعی تکلیف دیا گیا ہو۔ ایسی باتوں کو جو اس بے جان چیز یعنی گنبد کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ ہرگز نہیں جانتا
خواہ وہ نبی مرسل (مرسل وہ پیغمبر جو صاحب کتاب و شریعت ہو۔ اور نبی عام ہے۔ ہو یا نہ ہو۔)

بھی ہو۔ نیز اگر یہ ٹھیک ہے کہ جس طرف وہ گنبد منہ کرے اس طرف سے کوئی خارجی ظاہر ہوگا۔ کہ ہر
وقت کوئی نہ کوئی خارجی ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ کیونکہ ہر حالت میں اس نے کسی نہ کسی طرف منہ کرنا ہے۔
واللہ اعلم وہی خطیب کہتا ہے۔ کہ اس گنبد کی چوٹی ۳۲۹ھ میں گر پڑی۔ اس دن سخت بارش
اور ہولناک بجلی کی کڑک کا دن تھا۔ یہ گنبد شہر کا تاج اور مشہور نشان اور بنی عباس کی ایک خوبی اور
شہرت کا باعث تھا۔ اس گنبد کی تعمیر اور گرنے میں ایک سو اور چند اوپر اسی سال گزرے (مراد ایک
سو چوراسی ہے کیونکہ اس کی بنا ۱۴۵ھ میں ہوئی تھی۔ اور ۳۲۹ھ میں یہ گرا) منصور اس کے
دروازے علاقہ واسط سے اٹھا لایا تھا۔ حجاج بن یوسف (جس کا ذکر تاریخ فخری میں آچکا ہے) کے دروازے
کہلاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کو واسط کے کنارے ایک شہر معروف بہ زندورد سے لایا تھا۔ (اور انہی سے شہر واسط
کو بنایا تھا۔) لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ شہر زندورد حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام (حضرت عیسے سے ۱۰۳۳
سال پہلے پیدا ہوئے ان کی حکومت تمام روئے زمین پر تھی۔ جن و پری اور سب مخلوق ان کے قبضے میں تھی۔
بیت المقدس تعمیر کیا۔ اکثر عمارات انہوں نے جن وحش و طیور و دیو پری کی امداد سے تیار کیں۔ یہ بھی غالباً
انہی میں سے ہوگی) منصور نے باب خراسان پر ایک دروازہ قائم کیا۔ جو شام سے لایا گیا تھا۔ جو فرعون لقب
بادشاہوں کا بنایا ہوا تھا۔ (مصر میں قبطی قوم کے حاکم گذرے ہیں۔ ان کا شاہی لقب فرعون تھا۔ یوسف
علیہ السلام کے زمانے کا فرعون ریان تھا۔) اور باب کوفہ پر ایک دروازہ پر کھڑا کیا۔ جو کوفہ سے لایا گیا تھا۔
اور یہ خالد قسری (منسوب بہ قسر بن عبقر۔ یہ شخص خلیفہ ہشام بن عبدالملک اموی کی طرف سے بصرہ و کوفہ
کا حاکم تھا۔ بڑا فصیح و بلیغ اور سخی تھا۔ شاعروں کا مرجع تھا۔ آخر کار ہشام نے اسکو معزول کر دیا۔) کا بنایا ہوا
تھا۔ منصور نے باب شام کے لئے ایک اور در دروازہ بنایا۔ لیکن یہ تمام میں زیادہ کمزور تھا۔ منصور کے چچوں
اور ان کے سوا دیگر آدمیوں میں سے ان دروازوں میں سوائے پا پیادہ ہونے کے اور کوئی آدمی نہیں گزر
سکتا تھا۔ البتہ اس کے چچے داؤد بن علی کو اجازت تھی۔ کیونکہ وہ سواری میں ماہر تھا۔ اور پالکی میں اٹھایا
جاتا تھا۔ اور یہی رخصت اس کے بیٹے محمد مہدی کو تھی۔ (یہی مہدی اس کے بعد خلیفہ بنا تھا۔ دس سال
خلافت کی بڑا مدبر اور لایق خلیفہ تھا۔ رفاہ عام کے لئے بہت کام کئے۔) کشادہ دالانوں میں ہر روز جھاڑو
دیا جاتا تھا۔ اور مٹی باہر کو پھینکی جاتی تھی۔ ایک دفعہ اس کے چچے عبدالصمد نے اس سے کہا کہ اے امیرالمومنین
میں بہت بوڑھا آدمی ہوں۔ کاش کہ آپ مجھے اجازت دیتے کہ میں ان دروازوں کے اندر ہی اتر جاؤں۔ لیکن

اس نے اجازت نہ دی - اس پر اس نے کہا کہ اے امیر المومنین - اچھا پھر ان آب کش یا بار بردار خچروں میں سے ایک مجھے تیار کرا دے - جو مجھے ان دروازوں کے کشادہ میدان تک ہی پہنچا دے کہا کہ اے ربیع (اس کے چچے عبد الصمد کا دوسرا نام ہے -) یہ خچریں تو صرف پھیر اپنے دالان تک پہنچیں گی - اس وقت تو ساگوان کی چوب دستی باب خراسان سے لینا - یہاں تک کہ تو میرے محل تک پہنچ جانا چنانچہ اس نے ایسا کیا - منصور نے نہر دجیل (تاریخ فخری میں مذکور ہو چکی ہے اسے جو دجلہ سے پانی لینے والی تھی - ایک زیر دوز نہر نکالی - اور دوسری نہر کرخایا (اس کا پانی نہر عیسے کے عمود سے گرتا ہے - یہ آب خور ہے -) سے جو فرات سے پانی لینے والی تھی - زمین دوز نہر نکالی - ان دونوں کو اپنے شہر کی طرف کھینچ کرلے گیا - اس حالت میں کہ نیچے سے تو مضبوط بندشوں سے بنی ہوئی تھی - اور اوپر سے چونا اور اینٹ سے استوار کی ہوئی تھی - تو ہر ایک زمین دوز نہر شہر میں داخل ہوتی - اور عام راستوں - درہوں - اور فصیلوں میں گرتی گرمی سردی میں جاری رہتی - کسی وقت بھی اس کا ذرا سا پانی بند نہ ہوتا تھا - بعد منصور نے اپنے دوستوں کو قطعے عطا کئے - جنہوں نے ان کو آباد کیا - اور ان کے ناموں کے مطابق نامزد ہوئے میں نے اس بات کا ذکر جس قدر کہ مجھے ملا ہے - بمقتضائے ترتیب حروف اپنے اصلی موقع پر کر دیا ہے - نیز بغداد کی وسعت مکان کے بارے میں اور کتابیں تصنیف کی گئی ہیں - ابو بکر خطیب نے اپنی کتاب کے شروع میں اس بارے میں اس قدر ذکر کر دیا ہے - جو طالب کے لئے کافی ہے -

اب ہم مدح بغداد میں جو کچھ وارد ہوا ہے اسکا ذکر کرتے ہیں

اس بارے میں ایک عجیب بات وہ ہے - جو ابو سہل بن نوبخت (منصور کے عہد کا منجم تھا اپنے فن میں نہایت ہی ماہر تھا -) نے ذکر کی ہے - کہتا ہے کہ منصور نے بغداد کی بنیاد کا ارادہ کرتے وقت مجھ سے فرمائش کی کہ میں اب طالع دیکھوں - اس وقت کونسی گھڑی ہے منحوس ہے یا سعید) میں نے جو ایسا کیا تو دیکھا - کہ اس وقت طالع سورج میں ہے - اور وہ برج قوس میں ہے - تو میں نے اسکو خبر دی کہ ستارگاں یہ دلالت کرتے ہیں - کہ اس شہر کی طویل بقا اور کثرت آبادی ہوگی - اور کہ لوگوں کو اس کے اندر کی اشیا کی احتیاج رہے گی - پھر میں نے کہا - کہ اے امیر المومنین میں آپ کو ایک دوسری اچھی بات کی خبر دیتا ہوں - کہنے لگا کہ وہ کیا ہے میں نے کہا کہ ہم ان ستارگاں کی

رہنمائی سے یہ پاتے ہیں کہ یہاں کوئی خلیفہ ہرگز اپنی طبعی موت نہیں مریگا۔ اس پر وہ مسکرایا اور کہنے لگا
کہ اس پر اللہ کا پاک شکر ہے۔ یہ اسی کا عین فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے۔ یہ بخشتا ہے کیونکہ وہ نہایت
ہی عظیم فضل والا ہے۔ (یہ قرآن شریف کے الفاظ پاکیزہ ہیں) اس لئے عمارۃ بن عقیل بن بلال بن جریر
بن خطفی (منسوب بہ خطفے لقب حذیفہ جد جریر شاعر۔ جس کا الشعر والشعراء میں ذکر آچکا ہے۔ یہ عمارہ شاعر
فصیح تھا بصرہ کے بادیہ میں رہتا۔ خلفائے عباسیہ کو ملنے آتا۔ بصرہ کے نحوی اس سے علم لغت حاصل کرتے
تھے) کہتا ہے۔ ؎

۱۔ اے مخاطب! کیا تو نے زمین کی لمبائی اور چوڑائی میں (یعنی تمام روئے زمین پر) بغداد جیسا
کوئی علاقہ پایا۔ جہاں آسودگی عیش ہو۔

۲۔ بغداد میں زندگی پاکیزہ گزرتی ہے۔ اور اسکی لکڑی سرسبز رہتی ہے۔ (یعنی انسان اچھی طرح زندگی
بسر کرتا ہے) حالانکہ دوسری جگہوں کی زندگی ایسی بآرام اور پر رونق نہیں ہوتی۔

۳۔ وہاں عمریں اسی واسطے طویل ہوتی ہیں۔ کہ وہاں کی غذا خوشگوار ہوتی ہے۔ اور اس کی
بعض زمینیں بعض سے زیادہ عمدہ ہوتی ہے۔

۴۔ اللہ تعالےٰ نے یہ مقدر کیا ہے۔ کہ یہاں کوئی خلیفہ (طبعی موت جس کا اشارہ پہلے ہو
چکا ہے) نہ مریگا۔ بے شک وہ اپنے مخلوق میں جو چاہتا ہے۔ اندازہ کرتا ہے۔

۵۔ وہاں مسافر کی آنکھ بھی سو جاتی ہے۔ حالانکہ سرزمین شام میں تو کسی مسافر کو نہیں دیکھیگا
کہ وہ سونے کی امید رکھتا ہو (یعنی اور جگہ تکلیفیں ہیں۔ جن سے نیند کا آنا مشکل ہے)

۶۔ پس اگر ان لوگوں سے بغداد اپنے قرض کی کوئی جزا دے۔ تو سوائے قرض حسنہ کے
وہ اور کوئی رقم پیشگی نہیں دیگا (مطلب یہ کہ یہاں شروع میں ہی ہر ایک کو آرام و تسکین حاصل ہے)

۷۔ اور اگر ان کی طرف سے اس پر جدائی اور بغض کی تیر اندازی کی گئی ہے تو وہ بالکل انکے لائق
نہیں ہے۔ بڑے تعجب کی بات یہ ہے منصور جب مرا تو حج کرتے ہوئے مرا۔ اس کا بیٹا مہدی پہاڑ
کے گرد و نواح کی طرف گیا ہوا تھا۔ تو علاقہ سبزان کے اندر ایک مقام میں جسے رذ کہتے تھے مرا۔
مہدی کا بیٹا ہادی بمقام عیاباز جو بغداد کے مشرقی طرف ایک گاؤں یا محلہ ہے۔ مرا۔ رشید طوس
میں مرا (جیسے تاریخ طبری میں آیا ہے۔) امین اپنی عین جوانی میں پکڑا گیا۔ اور مشرقی طرف قتل

کیا گیا۔ مامونؒ علاقہ شام میں نواح مصیصہ میں بمقام بذندوں مرا۔ معتصمؒ بن ہارون رشید۔ واثقؒ
بن معتصم (کمال عادل و سخی تھا معتزلی تھا۔ لیکن بغض و کینہ سے بری۔ قریباً ۶ سال خلافت کی)
متوکلؒ بن معتصم منتصرؒ بن متوکل (اس نے کل چھ ماہ خلافت کی۔ لیکن نہایت نیکنامی سے۔ سادات کے ساتھ
بڑی مہربانیاں کیں۔) اور باقی خلفا بھی بمقام سامرہ (جس کا ذکر مقامات میں آچکا ہے) فوت ہوئے۔
ازاں بعد خلفا بغداد کے مشرق میں تاج (یہ معتضد باللہ کا گھر تھا۔) کی طرف منتقل ہو آئے۔ جیسے کہ ہم تاج
کے حال میں ذکر کر آئے ہیں۔ اس لئے منصور کا شہر ان خلفا سے خالی رہ گیا۔ (یہاں تک تو ان کی موت
کا ذکر ہوا۔ اب اصلی مضمون کی طرف آتا ہے)

مدح بغداد کے بارے میں۔ ایک فاضلؒ کہتا ہے۔ کہ بغداد میں زمین کا بہشت سلامتی کا گھر اسلام
کا گنبد۔ دونوں دریاؤں دجلہ اور فرات کا مجمع۔ شہروں کی رونق۔ عراق کی آنکھ۔ خلافت کا مقام۔
خوبیوں اور پاکیوں کا منبع۔ اور نادر اور لطیف اشیا کا سرچشمہ ہے۔ وہاں ہر ایک فن کے اصحاب کمال
ہیں۔ اور ہر ایک نوع کے یگانہ روزگار۔ ابو اسحاقؒ زجاج (جس کا ذکر اس انتخاب میں آچکا ہے) کہا کرتا
تھا کہ بغداد ہی دنیا کا آباد شہر (یا دار الحکومت) ہے۔ اس کے سوا باقی تمام جنگل ہی ہیں۔ ابو الفرجؒ
ببغا (سیف الدولہ ہمدانی کا درباری شاعر۔ ہمعصر متنبی بڑے جید اشعار والا اور صاحب مقاصد عالیہ تھا
چونکہ لکنت والا تھا۔ اس لئے اسکو ببغا کہتے تھے۔) کہتا تھا کہ یہ سلامتی بلکہ اسلام کا گھر ہے۔ کیونکہ
حکومت نبوی اور خلافت اسلامی ہر دو نے یہاں گھونسلے بنائے اور بچے دیئے۔ (یعنی تربیت پائی
اور ترقی کی۔) اور جڑیں یہیں پیدا کیں اور شاخیں بلند کیں۔ اس کی ہوا تمام ہواؤں سے زیادہ غذائیت
والی ہے۔ پانی اس کا تمام پانیوں سے زیادہ شیریں۔ باد نسیم یہاں کی باقی ہواؤں سے زیادہ رقیق۔ و لطیف
یہ معتدل ولایت میں ہے۔ اور وہ رتبہ رکھتا ہے جیسے دائرہ کا مرکز (یعنی جیسے دائرہ کا انحصار مرکز پر ہوتا ہے
اسی طرح تمام دنیا کا انحصار اسی پر ہے۔) زمانہ گذشتہ میں بغداد کسری لقب (ساسانی بادشاہان ایران)
بادشاہوں کا وطن رہا۔ اور حکومت اسلام میں خلفا کی رہائش گاہ۔ ابن عمیدؒ (رکن الدولہ بادشاہ خاندان
بُویہ کا وزیر تھا۔ علم لغت اور مضمون نویسی میں یکتائے زمانہ تھا۔ اس کو جاحظ ثانی کہتے تھے) کے پاس جب
بھی علوم و آداب والا کوئی آدمی آتا۔ اور یہ اس کی عقل کا امتحان کرنا چاہتا تو اس سے بغداد کی بابت
سوال کرتا۔ پس اگر وہ اس شہر کے خواص کا سمجھدار اور اس کے محاسن پر متنبہ ہوتا اور اس کی تعریف کرتا۔

تو اس امر کو وہ اسکی فضیلت اور عقل کا مقدمہ اور عنوان مقرر کرتا۔ زاں بعد وہی ابن عمید اس سے امام نحو جاحظ (جس کا ذکر ابن خلدون میں آچکا ہے۔) کی بابت دریافت کرتا۔ سو اگر اس کے اندر اسکی کتابوں کے مطالعے کا نشان۔ اسکے نور کی روشنی۔ اس کے کمال علم کا اقرار۔ اور اس کے مسائل کی کی قدر بجا آوری پاتا۔ تو اس کے لئے یہ فیصلہ کرتا۔ کہ یہ شخص اہل علم و ادب میں نہایت ہی بلند پایہ کا آدمی ہے۔ (لفظی معنی گھوڑے کے ماتھے کی وہ روشنی اور سفیدی جو ناک تک پہنچی ہوئی ہو) اور اگر اس شخص کو بغداد کی مذمت کرنے والا۔ اور اس بات سے غافل پاتا۔ جس سے موسوم ہونے کو ہونے کو وہ پسند کرتا تھا۔ یعنی ان خوبیوں اور کمالات سے نسبت حاصل کرنا جس سے امام حافظ مخصوص تھا۔ تو اس کے بعد اس شخص کو اور کوئی کمال نفع نہ دیتا۔ جس وقت صاحبؒ (اسمٰعیل بن عباد ابن عمید کا گہرا دوست۔ وزیر موید الدولہ و فخر الدولہ جو خاندان بویہ کے بادشاہ تھے۔ بڑا عالم نحوی اور ادیب تھا۔) بغداد سے واپس آیا۔ تو ابن عمید نے اس سے اسکی بابت پوچھا۔ تو کہا کہ بغداد شہروں میں ایسا ہے۔ جیسا لوگوں میں استاد۔ تو گویا یہ مثال بغداد کی غایت فضیلت پر دی۔ ابن زریقؒ سکرٹری کوفی (یہ شخص فن کتابت میں ماہر تھا شعر بھی اعلےٰ کہتا تھا۔) کہتا ہے ؎

۱۔ میں نے تمام دنیا میں) سفر کیا۔ تاکہ میں بغداد اور اس کے ساکنوں کی کوئی مثل پاؤں۔ لیکن میں نے ایسی چیز پسند کی جس کے دوسری طرف مایوسی ہی مایوسی ہے

۲۔ ایک طرف بغداد ہو اور دوسری جانب تمام دنیا۔ لیکن پھر بھی میرے نزدیک ان میں بہت دوری ہے۔ اگر کوئی انسان ہیں تو بغداد کے ساکن ہی ہیں۔ ایک اور شاعرؒ کہتا ہے ؎

۱۔ اے بغداد تو بادشاہوں کا گھر۔ تمام خواہشوں کے حصول کا ذریعہ۔ اور منبروں کی قرارگاہ ہے۔

۲۔ تو دنیا کے لئے بطور بہشت ہے۔ دولت مندی کے حاصل کرنے کا آلہ۔ اور مال تجارت کی وقت امیدوں کی فراخی کا ذریعہ۔ ابو یعلیٰؒ محمد بن ہباریہ (محدث صاحب مسند و معجم۔ مسکن موصل۔ سن وفات ۳۰۷ھ) کہتا ہے۔ کہ میں نے شیخ زاہد ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف فیروز آبادیؒ۔ (صوبہ فارس میں شہر ہے یہ شخص بڑا متقی اور عالم تھا۔) کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ کہ جو شخص عقل صحیح والا اور معتدل طبیعت والا بغداد میں داخل ہوا۔ تو یا تو وہ وہیں مر گیا۔ یا اس کی حسرت میں مرا (یعنی بغداد سے باہر نکلنے کو جی نہیں چاہتا۔) عمارہ بن عقیل بن بلال بن جریر (اس کا ذکر ابھی گزر چکا ہے کہتا ہے) ؎

۱۔ دنیا اور دین (یعنی ہر دو جہان) میں بغداد جیسا کوئی نہیں ہے۔ باوجود اس بات کے ہر ایک وقت میں انقلاب رہا ہے۔

۲۔ قطربل اور کرخ (دونوں مقامات بغداد میں ہیں جیسے کہ پیشتر گزر چکا ہے۔) کے درمیان گویا نرگس ہی نرگس ہے۔ جو ہر وقت تر رہتی ہے۔ اور گل خیری اور نسرین کے اگنے کی جگہیں ہیں۔

۳۔ اس کی تروتازگی سے دل زندہ رہتے ہیں۔ جب کہ وہ اپنی خوشبو سے مہک اٹھتا ہے۔ اور ریحانوں کے پتوں کے درمیان سرخوشہ پیدا کرتا ہے۔ (یا ہوا کے چلنے سے ان کے پتے ایک دوسرے کو کھرچتے ہیں۔ کیونکہ خرش تخریش یعنی برآمدن سر خوشہ زراعت اور کھرچنا ہر دو آتا ہے)

۴۔ خدا ان بلند محلوں کو سیراب کرے اور نیز ان کو بھی جن کو انہوں نے چھپایا ہوا ہے۔ یعنی انسانی شکل کے گاوان دشتی جو چوڑی سیاہ پتلی والی ہیں (مراد اندر کی شاہزادیاں جو خوبصورتی میں جنگلی گائے کے مانند ہیں۔)

۵۔ ان کے مابین دجلہ چل رہی ہے۔ سوائے مخاطب تو سیاہ رنگ کی کشتیاں دیکھیگا، جو ترکی باربردار گھوڑوں کی طرح اٹھی ہوئی ہیں۔

۶۔ وہاں کئی نظارہ گاہیں جن کے دروازے کھلے رہتے ہیں اور زیب و زینت کے سامانوں سے سجے ہوئے اور عمدہ معلوم ہوتے ہیں۔

۷۔ یہاں ایسے محل بھی ہیں جو اپنے پردوں سمیت زائر لوگوں کو ان لوگوں کی طرف جھکا دیتے ہیں۔ جن کی زیارت کو وہ آتے ہیں۔

۸۔ اس کا مہرہ پشت (ریڑھ کی ہڈی یہاں مراد استحکام بنیاد) ہر ایک شمشیر براں سے بالاتر ہے۔ وہاں ساگوان کا ایک بلند اور بالا تو محل ہے۔ عبدالملک بن صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس (اپنے زمانہ کا عالم اور فقیہ تھا کیوں نہ ہو جب کہ وہ حضرت عبداللہ بن عباس رض کا پڑپوتہ ہے جو امت محمدیہ میں افقہ الناس ہے) بغداد کی طرف جو آیا تو وہاں لوگوں کی کثرت دیکھی۔ کہنے لگا کہ میں اس شہر کے کسی رستہ میں سے نہیں گزرا مگر یہ کہ میں نے یقین کیا تھا۔ کہ لوگوں کے ہاں کوئی منادی کرائی گئی ہے۔ مکہ معظمہ کے رستہ پر کسی میل پر یہ پایا گیا تھا۔ ؎

۱۔ اے بغداد جس پر مجھے غم و اندوہ ہے۔ کب بھلا ہمارا تیری طرف رجوع کرنا مقدر ہوگا۔

۲۔ ہم نے سلامتی کی حالت میں ہر ایک بھلائی پر قناعت کی ہوئی ہے۔ لیکن ہماری زندگی تو تیرے

اطراف میں ہی آسودہ گزرتی ہے۔ جزیرۂ قبرص (جسے سائپرس کہتے ہیں) کی کسی دیوار پر یہ لکھا ہوا پایا گیا ؎

۱۔ کیا بغداد کی جانب زیارت کا موقع ملے گا۔ تاکہ محبوب سے ملاقات ہو۔ اور زیارت کرنے والا زیارت سے نفع اٹھائے۔

۲۔ میں لوگوں کے ہاں نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کے (اپنی اس محرومی کی) شکایت کرتا ہوں۔ بیشک وہی ذات اس غم کے دور کرنے پر جو مجھے لاحق ہے۔ قادر ہے۔)

قاضی ابو محمد عبدالوہاب بن علی بن نصر مالکی (فقیہ اور ادیب تھا۔ تمام مالکی مذہب والوں میں سے کوئی اسکے برابر نہیں۔ ابن خلکان نے اسکی بڑی تعریف کی ہے۔) کو بغداد میں رہنا ناموافق پڑ گیا تھا۔ تو مصر کی طرف کوچ کرنے لگا۔ اہل بغداد اسکو الوداع کہنے کیلئے باہر آئے۔ اور اس کی جدائی پر سخت درد و غم کا اظہار کرتے تھے۔ اس پر اس نے کہا کہ بغدا۔ کہ اگر تمہارے پاس ہر روز غلہ باقلی (مشہور دانہ ہے شام میں اسے فول کہتے ہیں۔ جسم کو بہت موٹا کرتا ہے اصلاح کرنے کے بعد حفظ صحت کیلئے مفید ہے۔ یہ غلہ غالباً اس وقت بغداد میں نہیں ملتا ہوگا) کا ایک مُد (دو رطل کے برابر ہوتا ہے قریباً ۱۲ چھٹانک) بھی مل جائے تو تمہیں نہ چھوڑوں۔ ازاں بعد یوں کہا ؎

۱۔ ہر ایک منزل سے بغداد پر سلام ہو اور مجھ پر تو چند در چند سلام اس کے لئے واجب ہیں۔

۲۔ بخدا میں نے اسکو کسی بغض کے مارے نہیں چھوڑا۔ حالانکہ میں تو اس کی ہر دو جانب کے کناروں (یعنی دجلہ و فرات) کو پہچاننے والا ہوں۔

۳۔ لیکن یہ شہر باوجود اپنی کشادگی کے مجھ پر تنگ آگیا تھا۔ (قرآن شریف کا اقتباس ہے) اور آب و دانہ یہاں کا میرے موافق نہ تھا۔

۴۔ یہ سرکہ کی مانند تھا۔ جس کے قرب کو میں چاہتا تھا لیکن اسکے اخلاق (یعنی اندرونی باتیں مثلاً آب و ہوا) مجھے دور پھینکتے تھے۔ اور مخالفت کرتے تھے۔ رشیدؒ نے جب حج کیا۔ اور مقام زرود پہنچا تو عراق کی طرف گردن موڑ کر دیکھا۔ اور کہنے لگا ؎

۱۔ جب ہم شام کے وقت مقام زرود سے گزر گئے تھے اور عنقریب ہماری سواریاں ہمیں بخد (درعرب) سے پار گزارنے والی تھیں۔ تو میں یہ کہتا تھا۔

۲۔ بغداد والوں پر سلام ہو جیو۔ کیونکہ اب تو میں ان کے گھروں سے دور جانے کا ارادہ رکھتا ہوں

ابن مجاہد مقری (اپنے عصر کا یکتا آدمی تھا۔ خواہ فقہ میں ہو یا ادب میں۔ نحوی اعلیٰ درجہ کا تھا)
کہتا ہے کہ میں ابو عمرو بن علا (نحوی جس کا ذکر النحو والشعراء میں آچکا ہے۔) کو خواب میں دیکھا۔ اس سے
پوچھا کہ اللہ تعالےٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ کہنے لگا۔ کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے میرے ساتھ کیا ہے اس کا ذکر
بھی چھوڑ دے کیونکہ یہ شخص طریقہ سنت و جماعت (یعنی سنت نبوی پر چلنے والا ہو۔ اور جس طرف لوگوں
کا اجماع زیادہ ہو۔) پر ہو کر بغداد میں اقامت کرے۔ اور مر جائے۔ تو ایک ایک بہشت سے دوسری
بہشت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے۔ یونس بن عبد الاعلیٰ (فقیہ محدث۔ علم اخبار میں علامۂ زمان۔ امام
شافعی کے اصحاب میں سے ہے۔ سن وفات ۲۶۴ھ) سے روایت ہے کہتا ہے کہ مجھے محمد بن ادریس
شافعی (ان کے نام منور سے ہر مسلم واقف ہے۔ غایت درجہ کا مجتہد تھا۔ امام اعظم ابو حنیفہ کا شاگرد تھا۔
صاحب مسند ہے۔ مدینہ میں سکونت رکھتا تھا۔ ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔) رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ
اے یونس کیا تو بغداد گیا ہے۔ میں نے کہا نہیں کہنے لگے۔ کہ اے یونس پھر تو تو نے گویا دنیا اور لوگوں
کو بھی نہیں دیکھا۔ طاہر بن مظفر بن طاہر خازن (خزانچی تھا۔ شعر میں خوب دسترس رکھتا تھا)
کہتا ہے ؎

ا۔ اللہ تعالےٰ صبح کے بادلوں کی بارش سے بغداد کے اس محلہ (یا موقع) کو جو خلد (جہاں منصور
کا محل تھا۔ ویران ہونے کے بعد ایک محلہ بن گیا تھا) کرخ اور پل کے مابین ہے۔ سیراب کرے۔

۲۔ یہ نہایت ہی خوبصورت شہر ہے۔ اپنے رہنے والوں کے لئے ایسی ایسی اشیا سے مختص ہے
جو کبھی مصر میں بھی نہیں اکٹھی ہو سکتیں۔

۳۔ ہوا ہے تو اعتدال اور صحت کے لحاظ سے لطیف ہے۔ پانی کا ایسا ذائقہ ہے کہ شراب سے
بھی زیادہ لذیذ ہے۔

۴۔ اسکی نہر دجلہ ہے جس کے دو کنارے ہیں۔ جو ہمارے واسطے ایک تاج سے دوسرے تاج تک
اور ایک محل سے دوسرے محل تک پر دیئے گئے۔ اور زینت دیئے گئے ہیں۔ (یہاں غالباً تاج سے معتضد
باللہ کا گھر مراد ہے۔ جیسے پہلے آچکا ہے اور قصر سے قصر منصور۔ یہ ہر دو مقامات بغداد کے اندر ہیں۔)

۵۔ اس کی مٹی تو مشک جیسی ہے۔ اور پانی چاندی سا۔ اور کنکریاں یاقوت اور موتی کی مانند ہیں
ابو بکر خطیب کہتا ہے کہ ابو محمد باقی نے شاعر کے اس شعر کو میرے پاس پڑھا ؎ ہم اس جگہ کے اندر

کراہت سے داخل ہوئے تھے۔ لیکن جب وہاں مالوف ہو گئے تو مجبوری طبیعت سے ہی نکلے (یہ شعر غالبًا حماسہ سے ہے) اس کے بعد وہ کہنے لگا کہ شاید یہ شعر بغداد ہی کے بارے میں ہو گا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اس معنی (تعریف بغداد) میں اپنی تعریف سے کچھ کہا اور یہ شعر تضمین کئے (کسی خاص شعر کو لے کر اسی بحر و قافیہ پر چند اشعار اور شامل کرنا تضمین کہلاتا ہے) ؎

۱۔ بغداد پر جو ہر ایک خوشبو کا منبع اور سیر کرنے والوں کی فرحت کا سرچشمہ ہے۔

۲۔ سلام ہو جیو۔ جب تک عاشقوں کی آنکھیں معشوقوں کی پلکوں سے زخمی ہوں یعنی ہمیشہ

۳۔ اس شعر کا ترجمہ ابھی گزرا ہے۔

۴۔ ہمیں کوئی ان گھروں سے محبت نہیں ہے۔ لیکن آپ محبوب کی جدائی ہی ہمارے لئے تلخ عیش ہے۔

[21] محمد بن علی بن حبیب ماوردی (ماوردی شافعی مذہب تھا فقیہ اور محدث غایت درجہ کا تھا ساکن بصرہ سن وفات ۴۵۰ھ) کہتا ہے کہ مجھے بھائی نے بصرہ سے لکھا۔ جب کہ میں بغداد میں تھا۔ ؎

۱۔ بغداد کی پاکیزہ ہوا مجھے وہاں آنے کو شوق مند کرتی ہے۔ گو کئی اور عذر روکتے ہیں۔

۲۔ بھلا میں کیسے اس رکا رہوں۔ بعد اس کے کہ اس نے اپنے اندر دونوں قسم کی لطیف ہواؤں کو جمع کر رکھا ہے۔ لمبی اور چھوٹی۔ (یعنی بعض ہوائیں دیر تک ایک ہی رخ سے چلتی رہتی ہیں اور بعض تھوڑی دیر کیلئے)

[22] عبداللہ بن عبداللہ بن طاہر (صاحب اغانی نے پہلے عبداللہ کی بجائے عبیداللہ لکھا ہے اور یہ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ باپ بیٹے کا ایک نام ہونا مشکل ہے یہ شخص یمن کا حاکم مقرر کیا گیا تھا۔ اعلیٰ شاعر بھی تھا۔) یمن کا والی مقرر کیا گیا تھا۔ (لفظی معنی قلادہ یعنی ہار پہنایا گیا تھا۔) جب وہاں سے نکلنے لگا تو کہا ؎

۱۔ کیا الفت کرنے والا یعنی محب کوچ کرتا ہے۔ اور محبوب بے میں اقامت کرتا ہے۔ کیا سوزش پھر زندہ ہونے لگی ہے۔ اور خوشی مردہ۔

۲۔ کھیل کود کے گھر یعنی بغداد پر میری طرف سے سلام ہو جب تک آنکھ کیلئے پلک ہو یعنی ہمیشہ

۳۔ میں نے اسے کسی دشمن کے مارے نہیں چھوڑا۔ لیکن حوادث زمانہ نے مجھے پکڑ لیا تھا۔

۴۔ خبردار ہو یہ بغداد خوشی اور قریبی کشادگی کا مقام ہے۔ بلکہ حادثوں کے برخلاف پناہ دینے والی غار ہے

۵۔ شاید کبھی ہمارا زمانہ پھر لوٹ آئے۔ جب کہ محب واپس لوٹے اور محبوب خوش ہو۔ جب یہ شعر مامون کے پاس پہنچے۔ تو اس کے جانے سے روک دیا۔ (یا معاف کر دیا یا اسی حالت پر چھوڑ دیا۔ کیونکہ اعفہ

بھی آتے ہیں) ایک شاعر بغداد کے شوق میں کہتا ہے۔ ؎

۱۔جب میں شہروں (یا مدائن) سے وہ شہر مراد ہوں۔ جو ملک مصر میں صعید شہر کے متعلق ہیں۔)
سے سیر کرتا ہوا گزر گیا۔ اور مجھے یقین ہو گیا۔ کہ اے بغداد اب میں تجھ سے دور ہو گیا ہوں۔

۲۔ تو میں جان گیا کہ اللہ تعالےٰ اپنے کام میں پہنچنے والا ہے۔ (قرآن شریف سے ہے) اور یہ کہ
اس کی تقدیر بندوں کے اندر جاری ہوتی ہے۔

۳۔جس حالت میں میرے دل میں سوزش تھی۔ کہ موتیوں کی طرح آنسو میرے رخسارے پر جاری تھے
میں نے کہا۔ ۴۔ اے بغداد کیا کبھی حق تعالےٰ ہمیں اکٹھا کرے گا۔ تاکہ میں وہ چیز حاصل کروں جو عہد
ملاقات میں میں تیرے اندر چھوڑ گیا تھا۔ (یعنی الفت و محبت) محمد بن علی بن خلف بریانی (ملقب فخرالملک
وزیر آل بویہ بعد ابن عمید و صاحب بن عباد۔ بڑا فاضل اور سخی تھا۔ سلطان الدولہ نے کسی جرم کے بدلے اسکو
سنہ ۴۰۷ھ میں قتل کر ڈالا۔) کہتا ہے ؎

۱۔ اے بغداد تجھ پر زمین کا لر ایک شہر حتیٰ کہ اپنا خطہ اور علاقہ بھی فدا ہو۔

۲۔ کیونکہ مشرقی و مغربی علاقوں میں پھرتا رہا ہوں۔ اور گھوڑے اور اونٹ کی سواریاں ان علاقوں کے
درمیان سے چلائی ہیں۔

۳۔ تو ان کے بغداد جیسی کوئی منزل اور دجلہ جیسی کوئی وادی نہیں دیکھی۔

۴۔ نہ ہی اس کے لوگ ایسا جو نرم طبیعتوں والے۔ شیریں الفاظ۔ اور میٹھی کلام والے ہیں۔

۵۔ کئی عورتیں۔ (ملامت گر) کہنے والی ہیں کہ اگر تیری دوستی بغداد کے بارے میں سچی ہوتی۔ تو
تو یہاں سے کوچ ہی نہ کرتا۔ اس کے جواب میں یہ کہتا ہوں۔

۶۔ دولت مند لوگ اپنی زمین میں رہائش پذیر رہتے ہیں۔ مگر مفلسوں کو تو دوری ایک جگہ سے
دوسری جگہ پھینکتی ہے۔ (واضح ہو کہ مدح بغداد کے بارے میں مصنف نے چوبیس پچیس نامور علماء
شعراء کی رائیں بیان کی ہیں۔)

دربارہ مذمتِ بغداد

اس کی برائی کئی ایک متقی، صالح، زاہد، عابد آدمیوں کی جماعت نے کی ہے۔ اور اسکے

بارے میں بہت ناشائستہ باتیں وارد ہوئی ہیں۔ اس کو برا جاننے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے یہاں فسق و فجور ظلم اور جبر کا معاینہ کیا تھا۔ وہ لوگ جو اسوقت بغداد میں مقیم ہونے کو برا جانتے تھے۔ وہ ہمارے زمانے کے لوگوں جیسے نہیں تھے۔ آج کل کے لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ خواہ تو ان میں سے جو زیادہ بھلے اور نیک ہیں۔ ان کو کسی موٹے بھدے کپڑے پر بٹھا دے اور ایک پیسہ دیدے تو اس حقیر سے کے حاصل کرنے کے بعد وہ اس بات کو ہرگز پروا نہیں کرتے۔ کہ ہماری رہائش کہاں ہو۔ حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب (جس کا ذکر پہلے آچکا ہے) نے اس کے متعلق کافی طور پر ذکر کر دیا ہے۔ ایک صالح کے پاس جب بغداد کا ذکر آتا۔ تو بطور مثال کے وہ یوں کہتا ہے

۱۔ جو شخص لوگوں میں زیادہ عبادت کرتا ہے۔ اور زاہدوں میں اعلےٰ درجہ کا ہے۔ اس کو کہہ دو کہ ۲۔ تو کسی سرحد کو لازم پکڑ کے وہیں تواضع و عبادت کر کیونکہ بغداد عابدوں کا مقام نہیں ہے۔ ۳۔ یہ تو بادشاہوں کا نزول گاہ ہے۔ اور قاریوں کے لئے جو شکار (روپیہ کا) کرتے ہیں اترنے کی جگہ۔ اس بارے میں یہ شعر بھی مشہور ہیں۔

۱۔ مالدار لوگوں ہی کے لئے بغداد عمدہ زمین ہے۔ مفلسوں کے لئے تو وہ تنگی اور قید کا گھر ہے

۲۔ میں اس کے اندر ایسا (صبح گزارتا) رہا ہوں کہ ان کے سامنے ہی ضایع اور بے قدر بن گیا۔ گویا میں ایسا تھا جیسے کہ قرآن شریف کسی بے دین کے گھر میں (جس کی وہ ہرگز قدر نہیں کریگا) طاہر بن حسین (گورنر خراسان اس کا ذکر فخری میں آچکا ہے) کی نسبت مروی ہے۔ کہ اس نے کہا ہے

۱۔ لوگوں کو اے بغداد یہ گمان ہے کہ تیرے ہاں کی رات ایسی ہے۔ کہ جسمیں باد نسیم چلتی ہے

۲۔ لیکن مجھے اپنی جان کی قسم۔ کہ اس وقت تک دن کو تیرے ہاں باد سموم پے در پے چلتی ہے۔

۳۔ مطلب یہ ہے کہ) تھوڑی سی آسائش جس کے بعد حوادث زمانہ کی سختی آئے ایک بڑا ہولناک امر ہے

عبداللہ بن معتز (خلیفہ معتز بن متوکل کا بیٹا بڑا ادیب اور انواع اقسام کی نظمیں لکھنے والا ہے تھا۔ عربی ڈراما کی بنیاد ڈالنے والا تھا۔ اس کی موت کا حسرت انگیز واقعہ ہے۔ وہ یہ کہ خلیفہ مکتفی کی وفات پر اسکو تخت نشینی کے لئے بلایا گیا۔ لیکن چند ہی گھنٹے بعد خلیفہ مقتدر کی پارٹی نے اس کا گلا گھونٹ اس کو مار دیا۔ ۲۹۵ھ میں فوت ہوا۔) نے اپنے ایک دوست کی طرف خط لکھا تھا جس کے اندر شعر سامرہ (جو بغداد کی بجائے ان خلفائے عباسیہ کا دار الحکومت تھا۔) کی تعریف کرتا ہے حتیٰ کہ اس کی خرابی کو بطور

وصف کے بیان کرتا ہے۔ لیکن بغداد کی یوں مذمت کرتا ہے۔ یہ خطہ میں نے ایسے شہر (بغداد) سے کہا ہے جس کے ساکنوں کو اللہ تعالےٰ نے اٹھایا ہوا ہے۔ اور جس کی دیواروں کو بٹھایا ہوا ہے۔ ناامیدی یہاں شاہد ناطق ہے۔ (یعنی ایسی ظاہر ہے جیسے کوئی صاف گواہ ہو۔) امید کی رسی اس جگہ چھوٹی ہے۔ یہاں ہمسائیگی کا حق واجب نہیں جانا جاتا۔ اس کی حالت آنکھوں سے شکایت بیان کرتی ہیں۔ اور دنیا کی برائی کا اشارہ کرتی ہے۔ برخلاف اس کے وہ شہر (سامرہ) گو اس سے جفا کی گئی ہے (یعنی میں نے اسے ترک کر دیا ہے) ساکنوں کے لئے بطور معشوقہ کے ہے اسکی منزل سے (بھلائی کی) امید کی گئی ہے۔ ستارے اسکے بیدار ہیں۔ (یا روشن) اس کا خلدے آسمان کھلا ہے۔ سنگریزے بطور جوہر کے ہیں۔ باد نسیم عطرناک ہے مٹی تیز خوشبو والی مشک جیسی ہے۔ دن ایسا کہ گویا صبح ہی صبح ہے۔ رات ایسی کہ جیسے وقت سحر ہو۔ کھانا یہاں کا خوشگوار۔ پینا موافق طبیعت۔ تمہارے شہر کی طرح نہیں جس کا آسمان مکدر ہوا پانی سخت گرم۔ خلدے آسمان غبار آلودہ زمین نرم و ڈھیلی۔ پانی ایسا جیسے مٹی۔ مٹی ایسی جیسے سرگین جانور دیواریں ہر وقت متحرک ماہ اکتوبر و نومبر ایسے جیسے جولائی کئی ایسے لوگ ہیں جو وہاں کی گرمی آفتاب سے جلنے والے ہیں۔ اور اس کے (گرم) سلئے میں عرق و تباہ ہونے والے۔ تنگ گھروں والا اور برے ہمسایوں والا شہر ہے۔ لوگ یہاں کے بھیڑئے ہیں جن کی کلام محض گالی گلوچ ہے۔ ان کے ہاں کا سائل محروم جاتا ہے۔ نہ ان کے پاس کوئی پوشید خزانہ ہے (اور اگر ہے) تو اس کا خرچ کرنا جائز ہے نہ اس خزانہ کی رسی کھولی جاتی ہے۔ مسائل ان کے باغہائے نخلستان ہیں۔ غالباً یہ مراد ہے کہ شرعی مسئلے اگر پوچھے جاتے ہیں۔ کھرف باغوں اور کھانے پینے کی چیزوں کے بابت یا یہ کہ اگر کوئی سائل سوال کرے تو کچھ نہیں دیتے۔ کیونکہ جس کا معنی تھوڑی سی چیز بھی آسکتا ہے) ان کے راستوں پر کوڑا کرکٹ کے انبار ہیں دیواریں سرکنڈوں کی ہیں (شاید ٹٹیوں کی طرف اشارہ ہو) گھر ان کے ایسے تنگ ہیں جیسے پنجرے (لیکن ہو کے) آخر ہر ایک بری چیز کی انتہا ہوتی ہے۔ اور مقامات کے لئے بھی گردشیں ہوتی ہیں۔ زمانہ مقیم کو مسافر بنا دیتا ہے۔ اور خوشی سے غمی ملا دیتا ہے۔ اسی ابن معتز کے ایک قصیدے کے یہ شعر ہیں ؎

ا۔ مجھے نیند کیسے آئے جبکہ میں بغداد میں اترا ہوا ہوں اور اس کی سرزمین میں ایسا مقیم ہوں کہ وہاں سے دور ہی نہیں ہوتا۔

۲۔ ایسے شہروں میں ہوں جن کے اندر ایسے کوئیں ہیں جن پر منڈلانے والے لیموں کے سرتاج ہیں

۳۔ موسم گرما و سرما میں ان کا خلائے آسمان کثیف دھواں معلوم ہوتا ہے اور پانی ایسا جیسے اندھیرے والا دھواں (یا نہایت ہی گرم)

۴۔ ایسے دار الحکومت پر افسوس۔ جو مشک مہکاتا تھا جب کہ اس پر باد نسیم چلتی تھی۔

۵۔ وہ کیونکر بے آب و گیاہ (یا بے رونق) بن گیا۔ اور اس پر زمانہ نے گردش کی۔ اسکے اندر زندگانی کا جو چشمہ ہے۔ اس پر الو رہتے ہیں۔

۶ ہم اسکے اندر رہے تھے۔ لیکن یہ ہم سے منقطع ہو گیا بھلا کونسی چیز ہمیشہ رہتی ہے۔ اسی ابن معتز نے یہ شعر بھی کہے ہیں۔ ے

۱۔ بغداد میں جو مہینے رات بسر کی۔ تو اس نے میرے غم کو اور زیادہ کر دیا۔ ہاں کبھی تو مسافر بدنصیب اور ناکام رہتا ہے اور کبھی کامیاب ۲۔ میں اپنے گمان کے موافق یہاں ایسے نامرد آدمی کی طرح مقیم رہا۔ جس سے کوئی بڑھیا معانقہ (گلے لگانا) کرے۔

محمدؒ بن احمد بن شمیعہ بغدادی جو میرے (مصنف کتاب یاقوت حموی) زمانے کا شاعر ہے۔ اسکے بارے میں کہتا ہے۔ ے

۱۔ اہل بغداد کی دوستی جھوٹی ہے۔ سو تو اے مخاطب وہاں کے ساکنوں کی دوستی پر دھوکا نہ کھانا۔

۲۔ مان لیا کہ یہ سلامتی کا گھر ہے۔ مگر سوائے اس بات کے جو اسکے بارے میں کہی گئی (پچھلے شعر میں یعنی جھوٹی دوستی) تو اس سے زیادہ امید نہ رکھ۔ خلیفہ معتصم نے ابو العیناؒ (یہ اس زمانے کا مشہور عالم و ادیب تھا) جو بغداد کی بابت بری رائے رکھتا تھا۔ اس کی بابت پوچھا۔ تو کہا کہ اے امیر المومنین۔ یہ ایسا ہے جیسے کہ شاعر عمارہؒ بن عقیل (جس کا ذکر دو دفعہ پہلے آچکا ہے) نے کہا ہے ے اے بغداد جب تیرے ہاں کوئی بارش ہو یا کوئی خوشبو کا جھونکا چلے۔ تو تو سوائے سرگین کے کچھ نہیں ہے۔ اور اگر خفیف ہو جائے۔ تو بس مصیبت کی مٹی۔ یا جیسے کسی دوسرے شاعرؒ نے کہا ہے ے

۱۔ اے دوست۔ کیا کبھی اللہ تعالےٰ مجھے بغداد سے نکالنے والا ہو گا۔ تاکہ میں ایسا ہو جاؤں کہ میری آنکھوں کو وہاں کے محل نظر نہ آئیں۔

۲۔ اور نہ وہاں کے میدان (نظر آئیں) جو وہاں کی مٹی کو ہم پر ڈالتے ہیں جبکہ وہاں کے گدھے اور خچر سر اونچا کر کے چلیں اور جیسا کہ کسی اور شاعرؒ (یہ ابو العالیہ ہے) نے کہا ے

۱- میں بغداد اپنے تجربہ و آزمائش کے بعد اور وہاں کی اقامت کی برائی کرتا ہوں۔

۲- کسی بیچارے راہ گم کردہ کیلئے وہاں کے ساکنوں کے پاس کوئی بھلائی (خاطر تواضع) نہیں ہے نہ ہی کسی مصیبت زدہ

۳- ان کے ہاں جو کسی مرتبہ کی خواہش کرتا ہے۔ وہ ترتیب وار ان تین چیزوں کو طلب کرتا ہے۔

۴- قارون (حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا۔ بڑا عالم فاضل تھا۔ اس کے پاس اتنا خزانہ تھا کہ اسکے صندوقچوں کی کنجیاں چالیس اونٹوں پر لدتی تھیں۔ حضرت موسیٰ پر تہمت لگانے اور زکوٰۃ نہ دینے کے سبب۔ ان کی دعا سے مع مال و متاع زمین میں سما گیا۔) کا خزانہ ہو نوح علیہ السلام (حضرت آدم کی نویں پشت میں تھے۔ ان کے زمانے کا طوفان مشہور ہے۔ بڑی بھاری لمبی عمر والے تھے مختلف طور پر روایتیں ہیں۔ لیکن یہ سچ ہے کہ ۹۵۰ سال سے زیادہ تھے۔) جتنی عمر اور حضرت ایوب علیہ السلام (یہ بھی خاندانی نبوت یوسفی سے تھے۔ بڑے بڑے حادثوں بیماریوں میں مبتلا ہے جسم میں کیڑے پڑ گئے۔ لیکن اتنا صبر کیا کہ ضرب المثل ہو گئے بعد میں خدا تعالےٰ نے تمام مصائب سے نجات دی۔) کا صبر۔

۵- یہ ایسے لوگ ہیں جن کے وعدے بناوٹی باتوں اور جھوٹے قولوں سے مزین ہوتے ہیں۔

۶- انہوں نے بلندی اور ترقی کا رستہ اپنے عزیزوں کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ اور خود بدکاریوں اور گناہوں کے راغب ہیں۔ کسی بدوی شاعر نے کہا ہے ؎

۱- بغداد میں میری رات دراز ہوئی۔ سچ ہے جو بغداد میں رات گزاریگا۔ تو وہ عام رات بغیر نیند کے گزاریگا۔

۲- یہ ایسا شہر ہے کہ جب دن پیٹھ پھیر جائے (سورج غروب ہونا شروع ہو جائے) تو ایک ایک دو۔ دو کر کے پسو آپس میں لڑائی کرتے ہیں۔ (منافرۃ کے یعنی ایک دوسرے پر ناز کرنا اور باہم فیصلہ کرنا اور انصاف چاہنا بھی ہیں۔)

۲- وہ سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے پیٹ چمکدار گویا وہ ڈاک کے خچر ہیں جو اپنے چارہ گاہ کی طرف چھوڑ دیئے گئے ہوں۔ اور عبداللہ بن احمد ججخ (ج۔خ۔ج۔خ) کے خط کا لکھا ہوا میں نے پڑھا ہے۔ ابو العالیہ (جس کا بھی نام آیا ہے۔ اصل نام احمد بن مالک تھا۔ شام کا شاعر تھا) کہتا ہے ؎

۱- تو کوچ کر جا۔ کیونکہ بغداد رہائش کا مقام نہیں ہے۔ نہ ہی اس شخص کے ہاں جو بغداد سے کچھ امید رکھتا ہے۔ کسی نفع کی امید ہے۔

۲۔ یہ تو بادشاہوں کی منزل گاہ ہے۔ جن کا نشان خوبصورتی صرف انکے جسم پر ہی ہے۔ ورنہ بزرگی کے زیور سے تو سب عاری ہیں۔

۳۔ بجز چند ایک گروہ کے جو جلیل القدر ہیں۔ اور جن کا تھوڑا بھی بہت ہے۔ (یا ان میں وہ قلیل دینے والے ہیں۔ وہ جلیل القدر شمار ہوتے ہیں۔) وہ سخاوت کے دینے کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ بخیل ہیں

۴۔ کوئی تعجب نہیں ہوگا۔ اگر جود و سخاوت کے ہاتھ شل اور نکمے ہو جائیں۔ اور لوگوں کی طرف سے جوانمردی اور عطا قلیل ہو جائے۔ (وجہ اسکی یہ ہے کہ)

۵۔ کہ جب وقت جوش زن سمندر جس کا پانی لہریں مارتا ہے۔ جوش مارے۔ تو اسوقت تعجب نہیں ہوتا اگر اس سے اور ندیاں بہ پڑیں۔ ایک اور شاعر کہتا ہے۔ ؎

۱۔ مجھے یہی غم کافی ہے (جس پر اللہ تعالے کا شکر ہے۔) کہ میں بغداد میں ہوں۔ اور یہ کہ (یہاں رہنے کے باعث) تمام راستے مجھ پر تنگ آگئے ہیں۔

۲۔ میں ایسے لوگوں کا ہمنشین ہوں۔ جن کی ہم نشینی سے میں لذت نہیں پاتا۔ اور ایسی قوم سے معاشرت رکھتا ہوں۔ جن سے مجھے رغبت نہیں ہے۔

۳۔ بغداد میں اسواسطے میں مقیم نہیں ہوں کہ میں وہاں کے لوگوں سے محبت رکھتا ہوں نہ اسواسطے کہ وہاں کسی صاحب طلب کے لئے کوئی نفع ہے۔

۴۔ عنقریب میں وہاں کی اعلےٰ اور بلند اشیا کو ناپسند کر کے کوچ کر جاؤنگا۔ اور اسکو ایسا چھوڑ دونگا جیسے تنگ آیا ہوا اجنبی آدمی چھوڑ جاتا ہے۔ کوئی صاحب بغداد کی تو تعریف کرتا ہے لیکن وہاں کے لوگوں کی مذمت ؎

۱۔ خدا بغداد کو سیراب کرے اور اسکی حفاظت کرے۔ لیکن تازہ بارش کبھی وہاں کے لوگوں کو سیراب کرے۔

۲۔ تعجب کی بات ہے کہ اس قسم کا بہشت ان جیسے سفلہ اور ناکس آدمیوں کے لئے کیسے مباح اور جائز ہو گیا۔ ایک اور شاعر یوں کہتا ہے ؎

۱۔ بغداد میں اگر باگوں کو ڈھیلا کر دے اور عبادت اور رفتار کو جواب دیدے۔

۲۔ کیونکہ ایسے گروہ مرداں سے آزمایش کیا گیا ہوں۔ جو عار کو عار ہی نہیں سمجھتے۔

۳۔ نہ تو وہ مسلمان ہیں نہ یہود۔ نہ آتش پرست اور نہ نصاریٰ۔ ایک اہل ہجر (یمن میں ایک شہر ہے) کا رہنے والا بغداد میں جو آیا۔ تو اس نے اس کے لئے وبا (خدا سے) طلب کی یا بیمار ہو گیا۔ چنانچہ کہتا ہے ؎

۱۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ زرخیز اور شاداب زمین (مراد بغداد سے ہے) ہر شب و روز نزدیک آتی جاتی ہے اور میں علاقہ نجد اور وہاں کے ساکنوں سے زیادہ دور ہوتا جاتا ہوں۔

۲۔ سن لو بغداد ایسا شہر ہے جو میرے نزدیک نہایت ہی ناپسندیدہ ہے۔ گو وہاں کی گذران خوشحالی ہوتی ہے بہ۔ ۳۔ یہ ایسا شہر ہے جہاں لوگوں کی روحیں تو بیمار ہوتی دیکھیگا۔ (یا روحیں بیمار دیکھی جائیں گی) اور جب وہاں بارش ہو یا چند قطرے برسیں۔ تو یہ جلد بو میں زیادہ ہوگا۔ کسی اعرابی نے بھی ایسا ہی کہا ہے ؎

۱۔ اے جدائی والے کوّے (عرب لوگ پہلے کوّے سے بدفال لیا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس کا گھر میں آنا کسی فرقت کو ظاہر کریگا۔) تو بھلا بغداد میں کیوں مقیم ہے۔ تو صحیح و سالم ہے کیوں نہیں چلا جاتا

۲۔ بلا شک بغداد تو مصیبت کا گھر ہے۔ کیا کبھی حق تعالےٰ اس شہر کے قید خانے سے آزاد کرنے والا ہے۔ ابو یعلی بن ہباریہ (جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔) کہتا ہے کہ مجھے اپنے دادے ابو الفضل محمد بن محمد نے بذات خود یہ اشعار پڑھ کر سنائے ؎

۱۔ جس وقت اللہ تعالےٰ زمین کو صبح کے بادلوں کی بارش سے سیراب کرے تو سرزمین بغداد کو ہرگز ایسا نہ کرے

۲۔ یہ ایسی جگہ ہے جہاں آزادی اور بھلائی گم ہے گویا یہ ضرب المثل اسی کے بارے میں ہی کہی گئی ہے۔ کہ وادی میں آزادی نہیں ہے" (دراصل مثل یوں ہے لاحُرَّ بوادی عوف۔ یعنی عوف کی وادی میں کچھ آزادی نہیں۔ بلکہ وہ اپنے باشندگاں پر غالب ہے۔ اور سب اسکی اطاعت میں ہیں۔ اس عوف کی بابت کئی اقوال ہیں۔ یا تو وہ عوف بن محلم ہے۔ اس نے مروان القرظ نام آدمی کو پناہ دی تھی۔ عمرو بن ہند لخمی بادشاہ نے اسے اس سے طلب کیا۔ اس نے انکار کیا۔ چنانچہ اس نے یہ الفاظ کہے۔ یا اس لئے کہ یہ عوف قیدیوں کو قتل کرتا تھا۔ ممکن ہے کہ عوف بن کعب بن سعد ہو جس سے منذر بن ماء السماء لخمی بادشاہ نے زہیر بن امیہ کو طلب کیا۔ اسکے انکار کرنے پر اس نے یہ لفظ کہے) وہی ابو یعلی بن ہباریہ کہتا ہے۔ کہ معدان تغلبی (شاعر ہے چنداں نامور نہیں ہے۔) نے مجھے خود یہ پڑھ کر سنائے۔ ؎

۱۔ بغداد ایسی جگہ ہے جہاں کی خوشبو مجھے میرے سانسوں کے ذریعے سے ہی اپنی باد نسیم لینے والی ہے۔

۲۔ یہ جگہ تو مالدار آدمی کے موافق ہے نہ کہ ایسے شخص کے لئے جو فقر و فاقہ میں۔ رات بسر کرتا ہے

۳۔ اگر قارون جیسا آدمی جو دولت مندی کا مالک کل تھا۔ یہاں آکر اترے تو وہ بھی فکر اور سوچ

والا بن جائے۔

۴۔ یہ وہ جگہ ہے جو وعدہ (بھلائی وغیرہ کا) تو کرتی ہے۔ لیکن پیالہ چکھنے والے کے لئے جلدی کرنے والی ہے (یعنی یہاں کا وعدہ موت کا پیالہ چکھنا ہے۔)

۵۔ یہاں حوریں ہیں۔ اور غلام ہیں۔ (جیسے بہشت میں ہونگے) اور ہر ایک چیز جس کو تو طلب کرے لیکن آدمی نہیں ہیں۔

نوٹ

تاریخ فخری میں جہاں اشعار نقل کئے گئے ہیں۔ وہاں ان کے بائیں طرف سرے پر ان کے بحر کا نام لکھ دیا گیا ہے۔ وہاں کے سارے بحور مل کر مفصلہ ذیل کے سات بنتے ہیں۔ جن کا وزن آسانی طلبہ کے لئے دیا جاتا ہے۔ تقطیع کرنا آسان امر ہے۔

۱۔ طویل۔ فعولن۔ مفاعیلن۔ فعولن۔ مفاعلن فعولن مفاعیلن۔ فعولن۔ مفاعلن۔ (یا مفاعیلن) (۱۰۹)

۲۔ خفیف۔ فاعلن۔ مستفع لن۔ فاعلاتن۔ فاعلاتن۔ مستفع لن۔ فاعلاتن (۱۱۱)

۳۔ سریع۔ مستفعلن۔ مستفعلن۔ مفعولات (یا فاعلن) مستفعلن۔ مستفعلن۔ مفعولات (یا فاعلن) (۱۱۰)

۴۔ بسیط۔ مستفعلن۔ فاعلن۔ مستفعلن۔ فاعلن مستفعلن۔ فاعلن۔ مستفعلن۔ فاعلن۔ (۱۱۵)

۵۔ متقارب۔ فعولن۔ فعولن۔ فعل۔ فعولن۔ فعولن۔ فعل (۱۲۱)

۶۔ کامل۔ متفاعلن۔ متفاعلن۔ متفاعلن متفاعلن۔ متفاعلن۔ متفاعلن۔ (۱۲۳)

۷۔ وافر۔ فاعلتن۔ مفاعلتن۔ فعولن مفاعلتن مفاعلتن۔ فعولن (۱۲۴)

انتخاب از سبع معلقات

نوٹ۔ اس مجموعہ کے اندر جاہلیت کے سات بڑے شعرا کے روشن قصائد ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ امراء القیس، طرفہ۔ لبید۔ زہیر۔ عمرو بن کلثوم۔ عنترہ۔ حارث بن حلزہ ان کا جمع کرنے والا حماد الروایہ ایک مشہور ادیب تھا جو بنی امیہ کے اخیر عہد حکومت میں تھا۔ اور جس نے ۷۷۲ھ میں وفات پائی یہ وہ قصائد ہیں۔ جو عکاظ کے میلہ میں جہاں کہ تمام عرب کے نامور اہل سخن جمع ہوتے تھے۔ منصفوں اورججوں کی رائے سے منتخب کئے گئے تھے۔ اور امتیاز کے لئے دیوار کعبہ پر معلق کئے گئے تھے۔ نہایت ہی بلیغ اور اعلےٰ پایہ کے ہیں ادیب کے لئے ان کا پڑھنا ضروری سمجھا گیا ہے۔

(۱) معلقہ طرفہ۔

اس قصیدہ کو بحر طویل۔ عروض و ضرب مقبوض۔ اور قافیہ متدارک میں لکھا گیا ہے۔ وزن یہ ہے فعولن۔ مفاعیلن۔ فعولن۔ مفاعلن دوبار

۱۔ معشوقہ خولہ (از بنی کلب) کے مقام ثہمد میں جس کی زمین پتھریلی ہے ایسے کھنڈرات ہیں۔ جو اس طرح چمکتے ہیں۔ جیسے کہ ہتھیلی پر نیل گدوانے کے باقی ماندہ نقش۔ (غرض شاعر کی اخبار سے نہیں ہے۔ افسوس کرنے سے۔ کہ محبوب کے کوچ کرنے سے اس کے مکانات ویران پڑ گئے ہیں اور زنانِ خوبرو کی ہتھیلی پر جو نیل کے نقش ویسے چمک رہے ہیں۔

۲۔ (یہ شعر تمام کا تمام امراء القیس کے شعر کا سرقہ ہے سوائے اسکے کہ بجائے تجمّل کے تجلّد ہے جو قریبًا

ہم معنی ہیں۔ یا یہ لبطور تکرار وارد واقع ہوا ہے۔ کہتا ہے کہ محبوبہ کے کھنڈرات اس وقت نقش نیل کی طرح صاف چمکتے ہیں جب کہ میرے رفیق اپنی اپنی سواریوں کو میرے سر پر کھڑا کرتے ہیں۔ اور مجھے کہتے ہیں کہ از روئے غم و اندوہ ہلاک نہ ہو۔ بلکہ صبر کر۔

۳۔ گویا کہ محبوبہ جو بنی مالک (از بنی کلب) سے ہے کے کجاوے اس روز (فراق و کوچ) وادی دد کے ابرو کے اندر بڑی بڑی کشتیوں کی مانند ہیں۔ (اونٹوں کو جن پر کجاوے ہیں۔ بزرگ کشتیوں سے تشبیہ دی ہے)۔

۴۔ وہ بزرگ کشتیاں یا تو عدولی (بحرین میں ایک بستی یا قبیلہ ہے) کی کشتیوں میں سے ہیں یا منجملہ سفینہ ہائے ابن یامن (اہل بحرین میں سے ایک مرد کا نام تھا۔ جو کشتیاں بنایا کرتا تھا۔) کے جن کو ملاح کبھی تو رستے سے پھیر کے چلاتا ہے۔ اور کبھی عین سیدھے راستے پر (یعنی ناقہ محبوبہ مشابہ بکشتیہائے بزرگ کو کبھی تو راہ فراخ آنے کے وقت راہ راست پر ساربان لے جاتا ہے۔ اور کبھی تنگ راہ ہونے کی وجہ سے پھیر کر چلاتا ہے)

۵۔ وہ کشتیاں ایسی ہیں۔ کہ جن کا اگلا حصّہ (سینے کا درمیانی حصہ) بڑی موج کو ان سے ایسا چیر ڈالتا ہے۔ (فیال یہ ہے کہ مٹی میں کوئی چیز پوشیدہ کردی جائے۔ اور اسکے دو حصے کر کے پوچھا جائے کہ وہ چیز کس حصے میں ہے۔ جس نے بتا دیا وہ تو بازی جیت گیا۔ ورنہ مغلوب رہا)

۶۔ اس قبیلہ میں ایسا ہرن (معشوقہ مانند ہرن در حسن و لطافت) جو گندم گون لبوں والا ہے اور جو پیلو کے درخت کے میوہ کو بکھیرتا اور پھینکتا ہے۔ خوب قوی سینگ نکالے ہوئے۔ اور موتیوں اور زبرجد کے دو ہاروں یا پٹیوں کو ایک دوسرے پوشیدہ کیا ہوا ہے (واضح ہو کہ پیلو کے درخت کے پھل کو توڑنے کے وقت جو ہرن اپنی گردن لمبی کرتا ہے۔ تو وہ بہت ہی عمدہ و لطیف حالت ہوتی ہے۔ گویا محبوبہ کو ہرن سے تین چیزوں میں تشبیہ دی۔ آنکھوں کی سرمگی۔ لبوں کی گندم گونی۔ خوبی گردن دوسرے مصراع نے ظاہر ہا ہے کہ وہ محبوبہ انسان ہے جو دو قیمتی ہاروں کو زیب تن کئے ہوئے ہے)

۷۔ وہ ہرن ایسا ہے کہ اسکو اسکی اولاد نے چھوڑا ہوا ہے۔ جو گاؤ دان دشتی کے ریوڑ کے ساتھ ایسی ہموار زمین میں جہاں بہت سارے درختوں کے جھنڈ ہیں۔ چرتا ہے اور میوۂ پیلو کے اطراف کو کھاتا ہے۔ اور (اسکی شاخوں اور پتوں کو) بطور چادر کے پہنتا ہے۔ (یعنی ان میں ڈھپ جاتا ہے)۔

۸۔ وہ محبوبہ اپنے ایسے گندم گون لب سے تبسم کرتی ہے۔ کہ گویا وہ شگوفہ لایا ہوا گل بابونہ ہے۔ جو ایک نمناک

ریت کے ٹیلہ پر اگا ہوا ہے اور یہ ٹیلہ ایسی خالص ریت کے مابین ہے جس سے مٹی ملی ہوئی نہیں ہے (یعنی دانت ایسے تر و سرسبز پھول کی مانند نہایت چمکدار ہیں۔ لبوں کی گندم گونی کی شرط اسلئے ہے کہ دانتوں کی چمک میں مبالغہ پایا جائے)

۹۔ سورج کی روشنی نے اس محبوبہ کے دانتوں کو سیراب کیا ہے مگر دانتوں کی جڑ کو نہیں (کیونکہ اسکو چمک حاصل نہیں۔ یہ اسلئے ہے کہ عرب کی عورتیں اسکو معیوب سمجھتی ہیں۔ اور دانتوں پر جو سرمہ چھڑکتی ہیں وہ محض بدیں خاطر کہ ان کی چمک زیادہ ظاہر ہو)۔ اسکے لب پر سرمہ پراگندہ کیا ہوا ہے اور اس معشوقہ کو کسی نے نہیں کاٹا۔ (اور بوسہ لیا۔ جس سے لب و بن دنداں سے سرمہ کا اثر زائل ہو جائے۔

۱۰۔ اس کا ایسا چہرہ ہے کہ گویا سورج نے اپنی چادر کو اس پر ڈالا ہوا ہے۔ (وہ بوجہ اسکی کمال زندگی کے وہ چہرہ پاکیزہ رنگ اور لاغر نہیں ہے۔ (بلکہ پوری صفائی و تازگی رکھتا ہے۔ (اب معشوقہ کے ذکر سے ناقہ کے وصف کی طرف انتقال کرتا ہے۔)

۱۱۔ بیشک میں اپنے قصد و ارادے کو جاری اور پورا کرتا ہوں۔ اس وقت جبکہ یہ قصد ایسی ناقہ تیز رفتار و باریک کے پاس حاضر ہوتا ہے۔ جو بڑی پویہ رفتار چلنے والی ہے۔ اور جو صبح و شام چلتی رہتی ہے (غرض یہ کہ جس مراد کو چاہوں ایسی ناقہ تیز کے ذریعے سے حاصل کر سکتا ہوں)

۱۲۔ وہ ناقہ ایسی مضبوط خلقت والی ہے۔ کہ تابوت مردہ کے تختوں کی مانند ہے۔ میں نے ایسے کشادہ و فراخ رستے پر اس کو آواز دی۔ اور ڈنڈا لگایا۔ کہ گویا وہ دھاری دار چادر ہے۔

۱۳۔ وہ ناقہ نر اونٹ کی مانند (بزرگ و مضبوط) ہے۔ اور سخت استوار ہے جو اس قدر دوڑتی ہے کہ گویا کہ وہ مادہ شتر مرغ ہلکی چال والا ہے۔ جو نر شتر مرغ سے کم مو۔ اور خاکستر گون کے لئے سامنے آئے۔

۱۴۔ وہ اعلے قیمت اور قدر والے اور تیز رو ناقوں کا مقابلہ کرتی ہے۔ اور پچھلے دریاؤں کی ٹخنہ سے لیکر زانو تک کی جگہ کو اگلے پاؤں کی ایسی جگہ کے پیچھے لاتی ہے۔ (یعنی پچھلے پاؤں کو پاؤں کے ساتھ ہی اٹھاتی ہے۔) اور یہ حالت ایسے راستے کے اوپر ہوتی ہے۔ جو بوجہ لوگوں کے کثرت سے چلنے کے) نہایت ہی ذلیل و مطیع ہے۔

۱۵۔ وہ ایام بہار میں دو بلند جگہوں (جن سے یہاں مقامات معین مراد ہیں۔) کو کم شیر اونٹنیوں کے اندر چرتی ہے۔ اور وہ ایسی عمدہ و نازک و لوی کے درخت دار سبزہ زار میں گھاس کھاتی ہے

جس کی مٹی نرم خوشبودار ہے۔ اور جہاں کہ موسم بہار کی دوسری بارش برسی ہے۔

۱۶۔ وہ (ایسی تیز ہوش ہے کہ) اس آدمی کی طرف جو اسکو آواز و ڈانٹ دے، پھر آتی ہے اور وہ اپنی دم کے ذریعہ سے جو اکٹھے بالوں والی ہے۔ ایسے نر اونٹ کے ڈرانے اور چلانے سے جس کا رنگ سرخی و سیاہی سے ملا جلا ہے۔ اور جس کی سُرین کے بال (بول وغیرہ کے گرنے سے) لنڈے کی مانند بن گئے ہیں، بچتی ہے۔

۱۷۔ گویا کہ سفید کرگس کے دونو بازو اس ناقہ کی ہر دو جانب دم میں بغش گردن کے سینے والے آرے کے ذریعہ سے گاڑ کر سی دیئے گئے ہیں۔ سو وہ ایک طرف ہو گئے ہیں۔ (یہاں اونٹنی کی دم کے بالوں کی سفیدی کو سفید کرگس۔ سے تشبیہ دی ہے)

۱۸۔ پس کاہے تو وہ اپنے دم کو اپنے سوار کے پیچھے بیٹھنے والے کی لپشت پہ مارتی ہے۔ اور گاہے اسکو پستانِ کہنہ پر جو پرانی مشک کی مانند ہیں۔ جو پھٹی ہوئی اور خشک ہے۔ اور جن کا دودھ نہیں رہا جا لگتی ہے

۱۹۔ اس کے ران کے دوران ہیں۔ جن کے اندر گوشت کامل کر دیا گیا ہے۔ گویا کہ وہ دونو کسی ایسے بلند محل کے دو دروازے ہیں جو روشن و چمکدار کیا گیا ہے (یعنی پر گوشت۔ صاف ہموار اور طویل ہیں)

۲۰۔ اس کے پوشت کی ہڈیاں باہم پیچیدہ ہیں۔ کہ جس کی پہلو کی چھوٹی ہڈیاں کمانوں کی مانند ہیں اور اس کا باطن گردن گلو کی ہڈیوں سے جو ایک دوسرے کے اوپر تہ بر تہ رکھے ہوئے ہیں۔ باہم چسپاں ہے (غرض یہ کہ لپشت کی ہڈیاں ایک دوسرے سے ایسی لپٹی ہوئی اور گنجان ہیں۔ کہ گویا پسلیاں جوان سے متصل ہیں وہ کجی میں کمان کی مانند ہیں۔)

۲۱۔ گویا کہ درخت کنار دستی (جنگل کا بیری کا درخت) کی جڑ کے اندر رہنے والے ہرن کی ہر دو خوابگاہ نے اس ناقہ کو پہلو میں لے لیا ہے۔ (یعنی اسکے ہر دو بغل کی وسعت ان دو خوابگاہوں جیسی ہے۔) اور گویا کہ اسکی مضبوط لپشت کی ہڈی کے نیچے کمان خم دادہ ہے۔ (یعنی لپشت کی ہڈی کے نیچے جو پہلو کی ہڈی ہے وہ کمان جیسی ہے۔)

۲۲۔ اس کی دو کہنیاں ایسی ہیں جو مضبوط بٹی ہوئی ہیں۔ (یعنی چلنے کے وقت پہلو سے دور رہتی ہیں) گویا کہ وہ ایسے مرد کے دو ڈولوں کے ساتھ چلتی ہیں۔ جو ان کو خالی کرنے والا ہے۔ اور جو قوی و توانا ہے (یعنی جس طرح کہ مضبوط آدمی پانی سے بھرے ہوئے دو ڈولوں کو دونوں ہاتھوں میں اٹھا لیتا ہے اور

اس کے دونوں ہاتھ اپنے پہلو سے جدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس ناقہ کی کہنیاں بھی پہلو سے علیحدہ رہتی ہیں۔)

۲۳۔ وہ (بزرگی مضبوطی۔ باہم پیچیدگی میں) مرد رومی کے پل بزرگ جیسی ہے بحالیکہ اسکے مالک نے یہ قسم کھائی ہوئی ہے۔ کہ بجبر اوہ اس پل کو ضرور جاکر پکڑے گا۔ اور اس سے پار نہیں گزریگا۔ یہاں تک کہ وہ پتھر اور پختہ اینٹ سے مضبوط نہ ہو۔

۲۴۔ اس کے دراز بال جو اسکی ٹھوڑی کے نیچے ہیں۔ سرخ و سفید ہیں۔ اس کی پشت مضبوط ہے اور اس کے پاؤں کی رفتار دور ہے۔ (یعنی دونوں قدموں کے درمیان دوری ہے (یعنی سریع السیر ہے) اور اس کے ہاتھ موج زن ہیں۔ (یعنی سبک رفتار ہے۔)

۲۵۔ اسکے دونوں ہاتھ اس طرح بٹے ہوئے ہیں کہ جیسے کسی چیز کو نیچے سے آلٹے طور پر ہٹا جائے (یعنی اسکے دونو ہاتھ پہلو سے دور رہتے ہیں) اور اس کے ہر دو بازو دونو پہلو کے نیچے اس طرح خم دیئے ہوئے ہیں۔ جیسے کہ چھت (آسمان خانہ) ہیں۔ کہ جسکی بعض اینٹیں بعض کے سہارے پر رکھی جاتی ہیں۔

۲۶۔ وہ ناقہ مذکور اپنی رفتار میں (بسبب وفورِ نشاط میلان کرنے والی ہے۔ اچھلنے اور کودنے والی ہے۔ اور بزرگ سر ہے۔ اور اس جگہ اس کے دونو شانے بلند و عالی جسم میں بلند معلوم ہوتے ہیں۔

۲۷۔ گویا اسکی پشت اور پسلیوں میں جو تنگ کے نشان (پڑ گئے) ہیں۔ وہ ایسے گھاٹ ہیں۔ (یعنی سوراخ ہیں جن کے اندر پانی ہے) جہاں صاف چمکدار پتھر ہیں جو کسی سخت جگہ کی پشت اور سطح پر ہیں۔ (درشتی اور استواری میں خلقت ناقہ کو صاف پتھر سے تشبیہ دی اور نشانہائے تنگ کو سفیدی میں ان صاف پتھروں کے سوراخوں سے۔ جن کے اندر پانی ہو۔)

۲۸۔ وہی نشان کبھی تو باہم اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ (جس وقت کہ وہ ناقہ دراز رہتی ہے۔ اور کبھی جدا (جس وقت کہ سکڑ جاتی ہے) گویا کہ وہ ایسی قمیص جو طول میں پھاڑی گئی ہو۔ چاکہائے گریباں ہیں۔

۲۹۔ اس کی ایک گردن دراز ہے۔ جو تیز جنبش والی ہے۔ جب کبھی کہ وہ اسکو بلند کرتی ہے۔ گویا کہ کشتی کا پچھلا حصہ (جسے دم کشتی کہتے ہیں) ہے جو دجلہ میں بلندی کے ساتھ چلتی ہے۔

۳۰۔ اس کی کھوپری (سختی میں) سندان (جس پر لوہا مارتے ہیں) جیسی ہے گویا کہ وہ جگہ جو اس کھوپری کی دوسری ہڈی سے جا ملتی ہے۔ سوہان یعنی ریتی کے کنارے پر جا ملی ہے۔ (یعنی گویا کہ کھوپری کا

کا کنارہ تیزی و مضبوطی میں ریتی جیسا ہے۔)
۳۱- اس کا رخسارہ ایسا ہے۔ کہ صفائی میں شام کے مرد کے بنائے ہوئے کاغذ کی طرح ہے۔
اور ہونٹ یمن کے آدمی کی تیار کی ہوئی ادھوڑی کی طرح ہیں۔ جس کو اس نے لمبائی ہی میں چاک کیا ہو
اور اس ہونٹ کا پوست علیحدہ نہیں کیا گیا (بعض نسخوں میں لم یجرد آیا ہے۔ یعنی اسمیں کمی نہیں ہے)
۳۲- اس کی ہر دو آنکھیں (صفائی و چمک میں) ان دو آئینوں کی مثل ہیں۔ جو استخوان ابرو کی
ہر دو غاروں کے اندر پوشیدہ ہیں۔ گویا کہ وہ استخوان سختی ہیں کہ کسی ایسی پتھریلی زمین کی بنی ہوئی ہیں۔ جس
کے اندر پانی اکٹھا ہونے والا گڑھا ہو۔
۳۳- وہ دونو آنکھیں اپنے ہاں سے خس و خاشاک کو باہر پھینک دیتی ہیں۔ پس اے مخاطب تو
(حسن و خوبی میں) ان کو ایسی جنگلی گائے کی ہر دو سرمگین آنکھوں جیسا دیکھیگا۔ جو بچہ دار ہو۔ اور
(شکار کنندہ سے) ڈرائی گئی ہو۔
۳۴- اس کے دو کان ہیں۔ جو ٹھیک طور سے سنتے ہیں۔ اور وہ رات کو چلتے وقت آواز نرم
اور پوشیدہ یا بلند فاش کردہ کے لئے کان لگاتی ہے۔ (یعنی ہر پست و بلند آواز کو کان لگا کر سن لیتی ہے)
۳۵- وہ ایسے تیز اور چوکنے کئے گئے ہیں۔ کہ تو اس کی نجابت اور بزرگی (ان دو کانوں سے)
معلوم کرلیگا۔ اور وہ موضع حومل کی نر گاو دشتی کے ہر دو کانوں جیسے ہیں جو (اپنے گلہ سے) علیحدہ کیگئی ہو
۳۶- اس کا دل بہت ڈرنے والا۔ بہت حرکت کرنے والا۔ ہلکا پھلکا (بوجہ زیادتی تیزی عقل)
اور سخت ہے۔ مثل ایسی پتھریلی زمین والے سخت پتھر (جس سے دوسرے پتھر توڑتے ہیں۔) کے جو دوسرے
سخت اور لمبے چوڑے پتھروں کے درمیان میں ہو۔ (گویا استخوان پہلو کے درمیان اس کا دل ایسا
ہے۔ جیسے لمبے چوڑے پتھروں کے اندر کوئی پتھر پڑا ہو۔)
۳۷- وہ چاک کردہ ہونٹوں والی ہے۔ اور اسکی بینی کا نرمہ چیرا اٹھا ہوا ہے۔ اور وہ ایسی گراں قیمت
اور بلند قدر ہے۔ کہ جس وقت اپنی بینی سے زمین کو مارتی ہے۔ تو وہ رفتار میں زیادہ تیز بن جاتی ہے۔ (یہاں
ارضِ کی بجائے ارضُ ہونا چاہیئے)
۳۸- اگر میں اس کا پویہ رفتار چلنا چاہوں۔ تو وہ پویہ چلتی ہے۔ ورنہ نہیں۔ اور یہ پویہ چلنا یا
نہ چلنا بوجہ اسکے ایسے پیچ و تاب کھائے ہوئے۔ چابک سے ڈر کے مارے ہے۔ جو بکری کے بچے کے

پوست سے خوب بل دیکر بنایا جاتا ہے۔

۳۹۔ اگر میں چاہوں۔ تو اس کا سر یا اس کے اگلے حصے سے بلند ہو جاتا ہے اور وہ اپنے بر دو بازو سے ایسے طور پر تیرتی (اور تیز دوڑتی) ہے۔ جیسے کوئی سبک رفتار شتر مرغ دوڑ رہا ہو۔ (رأنھا غلط لکھا گیا ہے۔ رأشھا چاہیے)

۴۰۔ اس جیسی اونٹنی کے اوپر میں (اپنے سفر میں) چلا کرتا ہوں۔ جب کہ میرا ہمنشین دوست یہ کہتا ہے کہ خبردار۔ کاش میں اس (مشقت سے نجات پانے کے لئے) سے تیرا فدیہ و سر بہار دوں۔ اور کاش میں خود بھی اپنا فدیہ دوں۔ (تاکہ اس سے خلاصی پاؤں۔ مطلب یہ کہ عین مصیبت کے وقت میں جب مجھے اور میرے دوستوں کو خلاصی مشکل ہوتی ہے۔

۴۱۔ اور جس وقت خوف کے مارے، میرے اس رفیق کا سانس (یا دل و جان) جوش مارنے لگتا ہے اور وہ اپنے آپ کو مصیبت زدہ اور ہلاک گشتہ گمان کرتا ہے۔ گو وہ اسوقت دشمنوں کی کمینگاہ سے باہر ہوتا ہے

۴۲۔ جب میری قوم کہتی ہے کہ کون جوانمرد ہے (جو ہماری اس مصیبت میں امداد کرے۔) تو میں خیال کرتا ہوں کہ ان کی مراد مجھ سے ہی ہے۔ پس نہ تو میں کاہلی کرتا ہوں اور نہ متحیّر و متردّد ہوتا ہوں۔

۴۳۔ (ایسے وقت مصیبت میں) میں جھٹ اس اونٹنی پر چابک لیکر چڑھ بیٹھا پس اس نے تیز رفتاری کی۔ اس وقت یہ حالت تھی کہ زمین سخت سنگ ناک کا سراب جنبش کر رہا تھا۔ اور وہ زمین (تاب آفتاب سے) روشن تھی۔ مطلب یہ کہ ایسی شدت کی گرمی میں میں نے ان کی مہم میں کفایت کی۔)

۴۴۔ پس وہ خراماں چلتی تھی۔ جیسے کہ مجلس کی لونڈی (جسے پرستار کہتے ہیں۔ بوقت رقص) کیا کرتی ہے۔ بحالیکہ وہ اپنے مالک کو دراز جامۂ سفید کے دامن دکھاتی ہے (دم ناقہ کو دامنہائے دراز سے تشبیہ دی)

۴۵۔ میں خوف (از مہماناں) کے مارے پشتوں پر بہت اترنے والا نہیں ہوں مگر ہاں اس وقت جب کہ میری قوم کے لوگ مجھ سے مدد طلب کرتے ہیں۔ تو میں (جنگ دشمناں و مہمانیٔ مہماناں میں) امداد کرتا ہوں

۴۶۔ اگر تو مجھے حلقۂ قوم (جہاں وہ مہمات کے لئے مشورہ کرنے کو جمع ہوتے ہیں) میں طلب کرے تو مجھے وہاں پائے گا۔ اور اگر شراب خانوں میں تو میرا شکار کرنا چاہے۔ تو شکار کر لیگا۔ (یعنی میں اہم امور میں مشیر قوم ہوں اور لہو لعب میں بھی ان کا سردار ہوں)

۴۷۔ جس وقت تو میرے پاس آئے۔ تو میں تجھے صبح کے وقت سیراب کرنے والا پیالہ شراب

پلاؤں گا۔ اور اگر اس پیالہ سے بے نیاز رہے (اور میرے پاس نہ آئے) تو ایسا ہی سہی بلکہ اس سے زیادہ بے نیاز ہو۔

۴۸۔ اگر میرے تمام قبیلہ کے لوگ (اس زمانہ کے دستور کے موافق حسب و نسب میں فخر کرنے کے لیے) باہم جمع ہوں۔ تو تو مجھے (بوقت بیان کرنے اپنے نسب کے) ایسے خاندان بزرگ کی بلندی کی طرف منسوب پائیگا۔ جس کی طرف لوگ قصد کرتے ہیں۔ (حی الجمیع۔ غلطی سے منصوب لکھا ہوا ہے مرفوع ہونا چاہیئے۔ جیسے کہ دوسرے نسخوں میں موجود ہے۔ التقا کبھی متعدی بھی آتا ہے۔ لیکن یہاں اس لحاظ سے معنی چسپاں نہیں ہوتا۔)

۴۹۔ میری ہمنشین عورتیں (حریفانِ شراب) ستاروں کی مانند سفید رنگ اور تاباں ہیں نیز میری ایک سرودگو کنیزک ہے۔ جو میری طرف کبھی تو دھاری دار چادر یمنی (یا بالکل سیاہ اوڑھنی) میں اور کبھی جامۂ زعفرانی پہنے ہوئے ہوتی ہے۔

۵۰۔ وہ کنیزک ایسی ہے۔ کہ اسکا چاک گریبان کشادہ رہتا ہے۔ اور ہمنشین عورتوں کے مس کرنے کے وقت نازک و لطیف ہوتی ہے۔ اور اس کے بدن کا وہ حصہ جو جامہ سے باہر رہتا ہے۔ تھوڑے گوشت والا اور نازک ہے۔ (رفیقہ کی بجائے رقیقہ ہونا چاہیئے۔)

۵۱۔ جب ہم (کنیز مذکور سے) کہتے ہیں کہ راگ سنا۔ تو وہ ہمارے سامنے حاضر ہو جاتی ہے اور نہایت ہی نرم طریقہ سے گاتی ہے۔ اس حالت میں (وہ بیمار چشم ہوتی ہے) گویا کہ کوئی چیز اس کی آنکھوں میں پہنچی ہوئی ہے۔ اور وہ راگ میں سختی نہیں کرتی۔

۵۲۔ جب وہ اپنی آواز کو گلو میں گردش دیتی ہے۔ تو تو اسکی آواز کو ایسا خیال کریگا۔ کہ بچہ شیر خوار کی مائیں (اپنے اولاد جو موسم بہار میں پیدا ہو) اور ہلاک ہونے والے بچے پر باہم نوحہ کرتی ہیں۔ (یعنی ایسی دردناک آواز ہے کہ گویا نوحہ کر رہی ہے۔ یہاں رُبَع غلط لکھا گیا ہے رُبَع چاہیئے۔)

۵۳۔ میرا شرابوں کو پینا اور (نشے سے) لذت پانا . . میرا فروخت کرنا (قیمتی اشیاء کو شراب کی خاطر) اور نئے و پرانے مال کو (لذات حاصل کرنے میں) خرچ کرنا دائمی طور پر ہے۔

۵۴۔ (اپنے سب حال کو میں نے تلف کر دیا) یہاں تک کہ میرے تمام قبیلہ والوں نے مجھ سے نفرت کی اور میں ایسا علیحدہ ہو گیا ہوں جیسے کہ وہ اونٹ جس پر قطران (سیاہ سا روغن) خوب خارشتی

اونٹ کو بلا جاتا ہے) طلا کیا گیا ہو۔

۵۵۔ (اگر میرے قبیلہ والوں نے مجھے چھوڑ دیا تو کوئی مضایقہ نہیں کیونکہ) میں دیکھتا ہوں کہ تمام محتاج لوگ مجھے خوب طرح سے (بسبب میرے احسان کے) پہچانتے ہیں۔ اور اسی طرح اس دراز خیمہ والے لوگ بھی۔ (جن پر میں نے احسان کئے اور ان سے دشمن کو دفع کیا)۔

۵۶۔ اس شعر اور اشعار نمبر ۵۷ ۔ ۵۹ ۔ ۶۰ ۔ ۶۱ ۔ ۶۲ ۔ کا ترجمہ مع تشریح کتاب الشعر و الشعراء میں اسی طرفہ کے حال میں گذر چکا ہے۔ (صفحہ ۴۵ و ۴۶)

۵۸۔ مجھے چھوڑ دے تا کہ اپنی زندگی ہی میں اس خوف کے مارے کہ موت کے وقت شرب سیراب کرنے والی نہیں ملے گی۔ اپنے سر کو سیراب کر دوں۔

۶۳۔ گویا اس معشوقہ مذکورہ کے حلقے (دستانہ گوشوار وغیرہ) اور بازو بند ایسے ہیں۔ کہ وہ درخت عشر (درخت ہوتا ہے جسکو آگ فوراً لگ جاتی ہے۔ اس کے شگوفہ سے مشہور شکر نکلتی ہے جس میں کسی قدر تلخی ہوتی ہے بعض کہتے ہیں۔ یہ زہرناک درخت ہے) یا بید انجیر جس کی شاخیں نہیں توڑی گئیں پر لٹکائے گئے ہیں (یعنی نزاکت میں وہ ان درختوں کی شاخوں جیسی ہیں)

۶۴ میں ایسا کریم ہوں جو اپنی زندگی میں اپنے آپ کو سیراب کرتا ہے۔ اور لذات سے فائدہ اٹھاتا ہے اسکے بعد وہ اپنے ناصح سے کہتا ہے کہ) عنقریب تو جان لیگا۔ کہ جب ہم دونو مر جائیں گے۔ تو ہم میں سے کونسا پیاسا اور صاحب حسرت رہے گا۔

۶۵۔ اس کا ترجمہ بھی وہیں گذر چکا ہے۔ (صفحہ ۴۱)

۶۶۔ تو ان دونو (کریم و بخیل) کی قبروں کو دو خاک کے تودے دیکھیگا۔ جن پر تہ بر تہ رکھے ہوئے چوڑے پتھروں کے درمیان ٹھوس لمبے چوڑے پتھر ہیں۔ (یعنی موت کے بعد ان دونوں میں کوئی تفاوت نہیں)

۶۷ ۔ ۶۸ ۔ ۶۹ ۔ ان کا ترجمہ بھی گذر چکا ہے (صفحہ ۴۱)

۷۰۔ یہ میرے لئے کیا بات ہے کہ میں اپنے آپ کو مالک نام اپنے چچے کے لڑکے کو دیکھتا ہوں کہ جب میں اس سے نزدیک ہوتا ہوں، تو وہ مجھ سے دور ہو جاتا ہے۔ (اسکی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ معبد برادر طرفہ کا اونٹ گم ہو گیا تھا۔ طرفہ نے اس مالک سے درخواست کی کہ جستجو میں امداد دے۔ مگر اس نے اس پر ملامت کی۔ اور امداد دے انکار کیا۔

۷۱۔ وہ مجھے ناحق ملامت کرتا ہے۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ کیونکر مجھے ایسا ملامت کرتا ہے جیسے کہ مجھے قرط بن اعبد نے قبیلہ کے اندر مجھے ملامت کی تھی۔

۷۲۔ اور اس نے مجھے ہر ایک عمدہ چیز سے جس کو میں طلب کروں ناامید کر دیا۔ گویا کہ اس نیکی اور عمدہ چیز کو ہم نے کسی مدفون مردہ کی خاک گور میں ڈال دیا ہے۔

۷۳۔ (وہ مجھے ملامت کرتا ہے) بغیر کسی بات کے جو میں نے اسکو کہی ہو۔ ہاں صرف اس قدر (گناہ) ہے۔ کہ میں نے معبد کا باربردار اونٹ تلاش کیا اور اس میں غفلت نہ کی۔

۷۴۔ اور یہ کہ میں نے (اس مالک کو) بوجہ قرابت کے اپنے نزدیک کیا۔ تیرے بخت کی قسم کہ اگر اسکو کوئی مشکل کام ہو۔ تو میں حاضر ہو جاؤں۔ (اور امداد کروں)

۷۵۔ اگر میں بڑے امور کے اندر بلایا جاؤں۔ تو منجملہ انکے حامیوں اور حفاظت کرنے والوں کے ہوں اور اگر دشمن کسی کوشش طلب کام کو تجھ پر لائیں (یا جدوجہد سے تجھ پر آجائیں۔ تو میں (ان کو دفع کرنے کی) کوشش کروں گا۔

۷۶۔ اگر وہی دشمن تیری عزت و آبرو کو ناپاک باتوں سے پلید کریں۔ تو ان کے ڈرانے سے پہلے موت کے حوضوں میں سے ان کو پیالہ پلاؤں۔

۷۷۔ (وہ مجھے ملامت کرتا ہے۔) بغیر کسی برائی کے جو میں نے پیدا کی ہو۔ اور میری ہجو کرنا میرا گلہ کرنا۔ اور میرا دور پھینکنا برائی کے پیدا کرنے والے کی طرح ہے (یعنی وہ ہر وقت میری ہجو و عیب گوئی کرتے ہیں اور مجھ سے متنفر ہیں۔)

۷۸۔ اگر میرا برادر عم زاد کوئی اور آدمی ہوتا۔ تو البتہ وہ میری اس تکلیف کو دور کرتا۔ یا کل تک (زندگی بسر کرنے کی) مجھے مہلت دیتا۔

۷۹۔ لیکن وہ ایسا مرد ہے کہ باوجود میرے شکر کرنے۔ اس سے سوال کرنے۔ یا اس بات کے کہ میں (اس کے دست ظلم سے) اپنے آپکو چھڑانے والا ہوں۔ وہ میرا گلا گھوٹنے والا ہے۔

۸۰۔ رشتہ داروں کا ظلم از روئے سوزش انسان پر ہندی تیز تلوار کے گرنے (اور زخم) سے زیادہ سخت ہے۔

۸۱۔ (اے مالک) تو مجھے اپنے خلق و خصلت کے ساتھ ہی چھوڑ دے۔ کیونکہ میں تو تیرا احسان و شکر ادا کرنیوالا ہوں۔ اگرچہ میرا گھر جو اس کوہ ضرغد (قبیلہ غطفان کا تھا) کے پاس ہے تجھ سے دور ہے۔

۸۲- اگر میرا پروردگار چاہے۔ تو میں قیس بن عاصم بن جاؤں یا عمرو بن مرثد (قیس بن عاصم بنی شیبان میں سے ایک نامور مرد تھا۔ اسی نام کا ایک صحابی بھی ہے۔ عمرو بن مرثد بنی بکر کا ایک مشہور آدمی تھا۔ اسی کے طرفہ کی بہن تھی۔ جس کا ذکر الشعرا میں آچکا ہے۔ یہ دونوں آدمی اپنے زمانے کے سردار تھے اور صاحبان مال بسیار۔ نیز ان کی اولاد نجابت اور کرامت میں مشہور تھی۔)

۸۳- سو اسوقت میں بھی مال کثیر والا بن جاؤں گا۔ اور میری بزرگی اور سرداری والے بیٹے (بجہ جیسے امسوار کی زیارت کریں گے۔

۸۴- میں وہ تھوڑے سے گوشت والا (پھرتیلا اور چالاک) آدمی ہوں۔ جسکو تم تمام پہچانتے ہو۔ اور اس سانپ کے سر کی طرح جو روشن (اور تیز ہوش) ہو۔ تیز ہوں

۸۵- میں نے قسم کھائی ہے کہ میرا پہلو اس ہندی شمشیر بران کیلئے جس کی دونوں دھاریں نہایت باریک ہیں۔ بطور استر اور نیام کے رہے گا۔

۸۶- وہ ایسی سیف قاطع ہے۔ کہ جس وقت میں اسکے ذریعے غلبہ ڈھونڈھتا ہوں (اور بدلہ لیتا ہوں۔) تو اس کا شروع کرنا (ضرب اول) واپس لوٹنے (ضرب دوم) کو کفایت کرتا ہے۔ (یعنی دوسری ضرب کی حاجت نہیں پڑتی)۔ اور وہ کوئی درختوں کے کاٹنے والا) ارہ نہیں ہے۔ (جو جنگوں میں کام آسکے۔)

۸۷- وہ تلوار صاحب اعتبار ہے (جس پر بروز معرکہ اعتماد کیا جاتا ہے) اور اپنے نشانہ ضرب سے ہرگز نہیں پھرتی۔ جب (اس کے مالک کو) کہا جائے کہ (دشمن کو مارنے سے) ذرا ٹھیر جا۔ تو اس کا روکنے والا مالک کہتا ہے۔ کہ بس مجھے کافی ہے۔ (یعنی ایک ہی ضرب سے میں اپنی مراد کو پہنچ گیا ہوں گویا منع کرنے کے قبل ہی دشمن کو مار ڈالتی ہے)

۸۸- جسوقت لوگ سلاح حرب کی طرف شتابی کریں۔ تو اس وقت جب کہ میرا ہاتھ اس کے قبضے کو پکڑنے میں کامیاب ہو۔ تو مجھے مضبوط اور غالب دیکھے گا۔

۸۹- کئی ایک شتران خوابیدہ ہیں۔ جن کو میرے خوف نے انہیں اپنے ظاہری چمڑے پر برانگیختہ کیا ہے۔ درحالیکہ میں شمشیر برہنہ کے ساتھ (ان کی پس پشت) جاتا ہوں (یعنی ان کو خوف ہوتا ہے کہ اب وہ ہمیں مار دے گا۔)

۹۰ پس (میرے پاس سے) ایک بزرگ و فربہ اونٹنی جسکے پستان پر فراخ گوشت تھا گزری۔ اور وہ ایک ضعیف عمر آدمی جو موٹے اور بھارے عصا کی مانند تھا۔ (بوجہ لاغری کے) اور جو سخت لڑائی کرنے والا تھا۔ کا قیمتی مال ہے۔ (اس شیخ کبیر سے مراد اس کا خود اپنا باپ ہے۔

۹۱ وہ بزرگ اس حالت میں جبکہ اس اونٹنی کی پنڈلی اور ران ہر دو قطع ہو چکے تھے مجھے کہتا تھا۔ کہ کیا تو یہ بات معلوم نہیں کرتا۔ کہ تو نے ایک امر دشوار (ایسی قیمتی اونٹنی کا ذبح کرنا) پیدا کیا ہے۔ (یہاں مؤیدؔ میں یائے مفتوح ہونی چاہیے۔ نا کہ مکسور)

۹۲۔ اور وہ (اپنے مصاحبوں سے) کہتا تھا۔ کہ تمہاری اس شراب خوار (مراد خود شاعر طرفہ) کے (دفع کرنے کے) بارہ میں جس کا ظلم و ستم ہم پر نہایت شدید ہے۔ اور جو دیدہ و دانستہ (ہم پر ظلم) کرنے والا ہے۔ کیا رائے ہے۔

۹۳۔ ازاں بعد اسی بزرگ نے (ازروئے اشفاق) انہیں کہا۔ کہ اچھا اس کو چھوڑ دو کیونکہ اس اونٹنی کا نفع اسی کو ہی ہے۔ (اس لیے کہ میرا مال اسی کا مال ہے۔ اور وہی میرا وارث ہے) اور اگر اس اونٹ کو جوان سونے والے اونٹوں سے دور بھاگ گیا ہے۔ تم نہ روکو گے۔ تو وہ (طرفہ۔ پسران بزرگ) اور زیادتی کریگا۔ (یعنی ان کے مارنے میں)

۹۴ پس لونڈیاں اس اونٹنی کے بچہ کو جو ابھی دودھ نہ چھڑایا گیا ہے (انگاروں پر) بریاں کرنے لگ گئیں۔ اور (وہی یا دوسری لونڈیاں) ہماری طرف کوہان فربہ لیکر دوڑتی تھیں۔ (مطلب یہ کہ وہ اونٹنی بار دار تھی۔ اور اس کا گوشت عرب کے ہاں نہایت پسندیدہ ہے۔ سو عمدہ گوشت تو وہ خود کھا گئیں۔ اور باقی دوسروں کو بخش دیا)

۹۵۔ اے معبد (برادر طرفہ) کی بیٹی جب میں مر جاؤں۔ تو ان تمام اوصاف (شجاعت و سخاوت) کے ساتھ جن کے میں لائق ہوں۔ تو میری خبر مرگ پہنچانا۔ اور مجھ پر (بوجہ حق ماتم ادا کرنے اپنا گریبان چاک کرنا۔

۹۶۔ اور (موت کے بعد) مجھے اس آدمی کی طرح نہ جاننا جس کا قصد (دربارہ حصول کارہائے نمایاں) میرے قصد جیسے نہیں ہے۔ جو مجھ جیسا نفع نہیں پہنچاتا۔ اور نہ میری طرح معرکوں میں حاضر ہوتا ہے۔ (آدمی سے مراد وہی مالک پسر عم خود ہے۔)

۹۷- وہ تو بڑے بڑے کاموں میں سستی کرنے والا ہے- اور بیہودہ اور فحش باتوں کیطرف جلدی کرنیوالا- ذلیل وسطیع ہے- اور لوگوں کی مٹھیوں سے ہٹایا جاتا ہے- (یعنی بوجہہ ذلت و خواری کے لوگ اپنی مٹھیوں سے ہی اسے دفع کر لیتے ہیں-

۹۸- اگر میں لوگوں کے درمیان (اس جیسا) بیچارہ اور نالایق ہوتا- تو البتہ مجھے ان لوگوں کی دشمنی جو یاروں ساتھیوں والے ہیں- یا تن تنہا ہیں- نقصان پہنچاتی- (لیکن میں خود مرد شجاع ہوں-

۹۹- لیکن میری جرات میرا قدم بڑہانا- میری راستی اور میری خاندانی اصل نے مجھ سے ان لوگوں کو دور کیا ہوا ہے-

۱۰۰- تیری جان کی قسم- کہ میرا کام بوقت روز مجھ پر پوشیدہ نہیں رہتا- (ہر کام کو جو کسی روز ظاہر ہوتا ہے- اسی دن تمام کر لیتا ہوں- اور نہ میری رات ہمیشہ رہنے والی اور دراز رہتی ہے (کیونکہ دن کو تمام کام ختم کر لیتا ہوں- سو رات کو کوئی فکر نہیں ہوتا- جس سے رات لمبی ہو جائے)

۱۰۱- کئی ایسے دن ہیں- جبکہ میں نے اپنے آپ کو (دشمنوں کے ساتھ)- معرکہ کے نزدیک بچایا- کیونکہ میں نے جنگ کے رخنوں اور (ہمروں کے ایک دوسرے کو) ڈرانے کی حفاظت کی

۱۰۲- ایسے مقام جنگ میں (اپنے آپ کو بچایا) جس کے نزدیک جوانمرد بھی ہلاکت سے ڈرتا تھا- (اس وقت یہ حالت تھی کہ) جس وقت (دلیروں کے) شانہ کے گوشت اس مقام میں ایک دوسرے سے انبوہ کیساتھ باہم ملیں تو ان میں لرزہ پڑ جائے-

۱۰۳- موت کو میں چند سانس شمار کرتا ہوں- اور کل کو میں دور ہی نہیں خیال کرتا- (اگے تعجب سے کہتا ہے- آج کا دن کل سے کیسا ہی قریب ہے-

۱۰۴- کئی ایک روز رنگ کے قمار بازی والے تیر ہیں- جنکا رنگ آگ سے دگرگوں ہو گیا تھا (آگ پر اسواسطے تاکہ راست ہو جائیں) میں نے بحالیکہ میں آگ کے پاس بیٹھا تھا- ان کی واپسی (یعنی کیا چیز پیدا کرتے ہیں-) کی انتظار کی- اور میں نے انکو امین قمار بازان کے ہاں امانت رکھا تھا ۱۰۵ و ۱۰۶ کا ترجمہ گذر چکا ہے-

مُعلقہ زُہیر

نوٹ - اس کا وزن وہی ہے جو پچھلے معلقہ کا ہے۔ یہ قصیدہ حارث بن عوف بن ابوحارثہ وہرم بن سنان بن ابوحارثہ یعنی دو چچا زاد بھائیوں کی مدح کے بارے میں ہے۔ ان کا ذکر الشعر والشعرا میں گزر چکا ہے۔ کہ انہوں نے قبیلہ عبس و ذبیان کی طویل جنگ کو باہمی صلح سے اپنی جانب سے دیت دیکر ختم کرایا تھا۔

۱- آیا یہ نشان باقیماندہ جو موضع دُرّاج اور مُتثلّم کے درمیان سخت زمین میں ہے۔ اُمّ اوفیٰ (کنیت معشوقہ) کے مکان کا ہے۔

۲- آیا یہ اسی کا مکان ہے۔ جو ان دو سنگلاخ زمینوں - (ایک قریب بصرہ اور دوسری نزدیک مدینہ معظمہ) کے بائیں ہے۔ گویا اس کے نشان (بوجہ وہاں سے سیل دھوکے دور ہونیکے) نقش نیل ہیں۔ جو عورتوں کے ہاتھوں کی رگوں میں از سر نو درست کرکے گدوائے گئے ہوں۔

۳- اس (معشوقہ کے مکانوں) میں اب فراخ چشم گاوان وحشی اور سفید رنگ کے ہرن ہیں۔ جو جوق جوق پھرتے ہیں۔ (یا ایک آتا ہے دوسرا جاتا ہے) اور ان کے بچے اپنی ہر ایک سونے کی جگہ سے (ماں کا دودھ پینے کے لئے) اٹھتے ہیں۔

۴- بیس سال (کی جدائی) کے بعد میں وہاں کھڑا ہوا۔ پس گمان و وہم (کہ آیا یہ اسی کے مکان کے نشان ہیں) کے بعد میں نے اس مکان کو کوشش اور تکلیف سے پہچانا۔

۵- اس مکان میں دیگوں کے پکنے کی جگہ پر سیاہ رنگ کے دیگوں کے پایہ کے پتھر اور ایسے حوض کی بنیاد کی مانند ایک خندق (گرد خیمہ گاہ برائے سیل) دیکھی جو رخنہ دار نہ ہوئی۔

۶- جب میں نے اس منزل کو شناخت کر لیا۔ تو اس سے (بطور تحیت و دعا) کہا کہ اے منزل محبوبہ۔ تو ہر صبح کے وقت آرام اور تازگی کے ساتھ رہ اور (آفاتِ زمانہ سے) باسلامت۔

۷- اے میرے دوست۔ ذرا نگاہ دوڑا۔ آیا تو زنان محمل نشین (ہمراہ معشوقہ) جو (اپنے کجاووں میں بیٹھکر مقام جرثم (بنی اسد کا چشمہ ہے۔) کے اوپر سے ہو کر کسی بلند زمین کی طرف کوچ کر رہی ہیں۔ کو دیکھتا ہے۔ (گویا شاعر خیال محبوبہ میں ایسا مدہوش ہے۔ کہ بیس سال کے فراق کے بعد بھی ان کے

آنے کا خیال کر رہا ہے)

۸- وہ عورتیں (اپنے اونٹوں پر) گراں قدر منقش بساطوں (یا بوٹے دار جاموں) اور ہلکے سرخ پردوں کو (اپنے کجاووں پر) جنکے کنارے خون عشاق کی مانند گلگوں ہیں۔ ڈالے ہوئے ہیں۔

۹- ان عورتوں کے اندر مرد انصاف بین (یا باریک بین) کے لئے لہو ولعب ہے۔ اور چشم تیز جو فراست اور دانائی سے (خوبیوں کو) دیکھنے والی ہوتی ہے کے لئے نظارہ گاہ ہے۔

۱۰- ان عورتوں نے صبح سے بہت پہلے ہی کوچ کرنا شروع کر دیا ہے۔ گویا وہ وادی رس کے لئے (یعنی جس طرح ہاتھ منہ کا قصد کرتے وقت اس کو خطا نہیں کرتا۔ اسی طرح وہ عورتیں اس وادی میں راہ راست سے خطا نہیں کرتے تھیں۔

۱۱- ان عورتوں نے کوہ قنان (بنی اسد کا ہے) اور اس کی سنگلاخ زمین کو اپنے دائیں طرف کیا۔ (یعنی یہ اسکے بائیں طرف جا مقیم ہوئے۔ اسی کوہ قنان میں کئی آدمی ہیں۔ جو ہمارے واسطے حلال ہیں (یعنی ہمارے دشمن جن کے ساتھ بوجہ انکا کوئی ذمہ دار نہ ہونے کے ہمیں جنگ کرنا حلال ہے۔ اور کبھی حرام۔ (یعنی ہمارے دوست جن کے ساتھ بوجہ عہد وفا ہونیکے ہمیں جنگ کرنا حرام ہے۔

۱۲- وہ عورتیں وادی سوبان میں اپنے اونٹوں پر ایک سُرین کے بل (پاؤں کو دوتا کرکے) بیٹھیں در حالیکہ وہ اس وادی کے اوپر کے حصے سے بلند ہوتی تھیں۔ اور ایسا ناز ظاہر کرتی تھیں۔ جیسے کوئی پروردہ ناز ونعمت اور تکلف سے نزاکت دکھانے والا کوئی۔

۱۳- وہ عورتیں مقام سوبان سے باہر کو آئیں۔ بعد ازاں وہ ہر پالان نو ساختہ و فراخ کردہ پر اسی مقام سے گھوم گزریں (کیونکہ اس راستہ میں وادی سوبان دو دفعہ آتی تھی۔

۱۴- گویا ہر ایک منزل میں جہاں وہ اتری ہیں۔ ان کے صوف سرخ کے ریزے (جبکہ وہ گرتے ہیں) مثل انگور کے دانے ہیں۔ جو شکستہ نہ ہو۔ (کیونکہ شکستہ ہونیکے بعد اسکی سرخی نہیں رہتی بعضوں کے نزدیک فنا ایک درخت کا نام ہے جس کا دانہ سرخ ہوتا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ حب الفنا دہ ہو جسے ہندوستان میں گھونگچی کہتے ہیں)

۱۵- جس وقت وہ عورتیں پانی (حوض یا چشمہ) پر وارد ہوئیں۔ بحالیکہ وہ پانی جو وہاں اکٹھا ہوا تھا۔ (بوجہ غایت صفائی) نیلگوں تھا۔ تو انہوں نے وہاں اپنے عصا ڈالدیئے۔ (یعنی وہاں مقیم ہو گئیں۔

عصا سے مراد پالان کی لکڑی بھی ہو سکتی ہے۔) جیسے کہ کوئی آدمی (سفر سے) شہر میں آ کر خیمہ لگا دے (اور اقامت کرے)

۱۶۔ (اس شعر کی بجائے اگلے شعر نمبر ۱۷ کا ترجمہ پہلے لکھا جاتا ہے۔ کیونکہ ہر دو خلاف ترتیب لکھے گئے ہیں۔) پس میں اس خانہ کعبہ کی قسم کھاتا ہوں۔ جس کے ارد گرد قریش اور جرہم کے لوگوں نے جنہوں نے اسکو بنایا تھا۔ طواف کیا کرتے ہیں۔ (قریش۔ اولاد نضر بن کنانہ مشہور قبیلہ ہے۔ جس سے ہمارے نبی پاک علیہ الصلوۃ ہیں۔ جرہم یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ جنکے اندر حضرت اسماعیلؑ نے نکاح کیا تھا۔ پہلے قبیلہ جرہم انکی اولاد پر غالب رہے اور حرم کعبہ کی قابض بنے رہے لیکن اخیر میں انکی اولاد یعنی قریش غالب آ گئے۔ اب یہاں سے نفس مضمون کی طرف انتقال کرتا ہے۔

۱۷۔ بنی غیظ بن مرہ (بنی ذبیان کا پدر قبیلہ ہے) کے ہر دو کوشش کرنیوالوں (یعنی حارث و ہرم) نے (صلح قائم کرنے کی) کوشش کی۔ بعد اسکے کہ وہ الفت و قرابت جو قبیلہ کے اندر تھے خون کے گرانے کی وجہ سے قطع ہو چکی تھی۔

نوٹ۔ مختصر قصہ اس جنگ و صلح کا یہ ہے۔ عبس و ذبیان کے مابین جنگ رہتی تھی جسمیں ایک موقعہ پر ایک عبسی بنام ورد بن حابس نے دوسرے ذبیانی بنام ہرم بن ضمضم کو قتل کیا تھا۔ بعد ازاں ہر دو کے درمیان صلح ہو گئی تھی لیکن حصین بن ضمضم برادر مقتول صلح میں نہ آیا۔ اور دل میں قسم کھائی کہ میں قاتل یا بنی عبس سے کسی آدمی کا سر ضرور اتارونگا۔ اس راز سے کسی کو پتہ نہ لگا۔ مدت گزرنے کے بعد اس نے بنی عبس کی شاخ بنی غالب کے ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ بنی عبس یہ خبر سنکر حارث بن عوف جو اس وقت سردار قوم ذبیان تھا کے پاس کینۂ قتل کیخاطر سوار ہوئے۔ حارث نے یہ خبر سنتے ہی ان کے پاس سو اونٹ اور اپنا بیٹا بھیجا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ انمیں سے خواہ اونٹ لے لو۔ یا میرا بیٹا قتل کر دو۔ انھوں نے اونٹ لیئے اور صلح کر لی قبول کی۔

۱۸۔ قسم یہ ہے۔ کہ اے ہر دو حارث بن عوف و ہرم بن سنان) تم ہر حالت میں خواہ آسانی ہو خواہ سختی۔ بہترین سردار پائے گئے ہو۔ (بعض نسخوں میں سولھواں شعر اس شعر کے بعد آیا ہے۔ جو زیادہ صحیح ہے)۔

۱۹- تم دونوں نے بنی عبس وذبیان (کی خرابی) کا تدارک کیا۔ بعد اس کے کہ وہ دونوں قبیلے فنا و ہلاک ہو چکے تھے۔ اور بعد اس کے کہ انہوں نے اپنے درمیان عطر منشم کو کوٹا تھا۔ (یعنی اپنے آپ کو جنگ میں ہلاک کیا تھا منشم بنی خزاعہ سے وجیہ کی لڑکی تھی۔ جو مکہ معظمہ میں عطر بیچتی تھی۔ عرب جب قتال دشمنان سے فارغ ہوتے۔ تو اپنے کشتگان کے لئے اسی عورت سے عطر وکافور وغیرہ خریدتے تھے۔ وہاں سے بدفالی اور نحوست میں مثال بنگئی۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ کہ اَشْاَمُ مِن عطرِ منشم۔ ویسے منشم ایک خوشبو کا نام بھی ہے۔ جو دشواری سے کوٹ کر تیار کی جاتی ہے۔)

۲۰- اور تم دونوں نے ٹھیک طور پر کہا تھا۔ کہ اگر فراخ طور پر صلح کو مال یا کلام نیک کے ذریعہ سے پالیں۔ تو ہم سلامت رہینگے۔ (فتنہ و ہلاکت سے لہذا تم نے دوسروں کی خاطر اپنی طرف سے خون دیدیا

۲۱- پس اس صلح کیوجہ سے تم ایک اعلےٰ مقام پر ہوگئے۔ اور رشتہ داروں کو آزار دینے اور سزائے گناہ وارد کرنے سے دور۔

۲۲- اس حالت میں خدا تمہیں ہدایت کرے۔ تم معد بن عدنان (یہ ربیعہ) کی شرافت وبزرگی میں عالی مرتبہ ہو۔ (سچ ہے کہ) جو کوئی بزرگی کے خزانہ کو مباح طور پر اور بغیر مزاحمت کے پاوے۔ تو وہ ضرور بزرگ ہو جاتا ہے۔ (یا دوسروں سے بزرگ مانا جاتا ہے)

۲۳- سینکڑوں (شتران دیت) سے زخم زائل ہوگئے تھے۔ (یعنی عبسیوں کے مقتول کا زخم سو اونٹ دینے سے مٹ گیا تھا) پس وہ اونٹ ایسے تھے۔ کہ ان کو بطور خون بہا بوقت معین (یا تھوڑا تھوڑا کرکے) وہ شخص دیتا تھا۔ جو اس جنگ میں صاحب جرم نہیں تھا۔

۲۴- ان اونٹوں کو ایک قوم دوسری قوم کو بطور تاوان دیتی تھی۔ اور اس (دینے والی قوم) نے اپنے درمیان سنگی (جسے شیشہ حجام کہتے ہیں) کے برابر بھی کسی کا خون نہ بہایا تھا۔

۲۵- پس وہ قوم ایسی ہوگئی۔ کہ ان کے ہاں تمہارے قدیمی نفیس اموال سے شتران خوردسال کی جنس سے جو نسل مزنم (ایک نر اونٹ تھا جسکی طرف بڑے قیمتی منسوب کرتے ہیں۔ یا یہ کہ انکے کان سے کوئی حصہ چیر کر ویں معلق کردیا جائے۔ اور عرب لوگ یہ بات اپنے قیمتی اونٹوں کے واسطے کیا کرتے تھے۔ کیونکہ مزنم کا معنی گوش بریدہ بھی آتا ہے) سے تھے۔ پراگندہ لوٹ مار کا مال ہانکا جاتا ہے۔

۲۶- (اے میرے ہمنشین دوست) تو ذبیان کے حلیفوں اور ہم سوگندوں اور خود ذبیان کو میری

طرف سے یہ پیغام پہنچا دے۔ کہ تم لوگوں نے ٹھیک طور پر (صلح کی) قسم کھائی ہے۔ (اب تمہیں اس کے خلاف نہ کرنا چاہیئے۔ حلیفوں سے مراد بنی غطفان اور بنی اسد ہیں۔ کیونکہ جاہلیت میں رواج تھا۔ کہ ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ سے باہمی عہد کیا کرتا تھا۔ کہ ہم اور تم ہر ایک جنگ میں امداد کرنے کو شریک ہونگے۔

۲۷۔ پس اللہ تعالےٰ سے اپنے سینوں کی بات (یعنی عہد شکنی) کو اس لئے پوشیدہ نہ رکھو کہ اس سے چھپی رہے۔ کیونکہ جو چیز اس سے پوشیدہ رکھی جائیگی۔ وہ ضرور اُسے جان لیگا۔

۲۸۔ وہ (پوشیدہ بات) تاخیر کیجاویگی۔ (اسکی جزا لے میں دیر و مہلت دیجاویگی) پس ایک کتاب (مراد نامۂ اعمال) میں رکھ دی جائیگی۔ اور یوم حساب کے لئے اس کو ذخیرہ کر کے رکھا جائیگا۔ یا (اگر تاخیر نہ کی جائے) وہ جلدی (اُسکی جزا) دیجائیگی۔ پس (بدی کرنیوالا) انتقام لیا جاویگا۔ اس شعر کی مکمل تشریح الشعر والشعراء میں آچکی ہے۔

۲۹۔ جنگ تو یہی ہے۔ جو تم نے جان لی۔ اور آزمائش کر لی۔ اور یہ (جو جنگ کی خرابیوں کی بابت میں نے کہا ہے۔) کوئی وہم وگمان سے کہی ہوئی بات نہیں (بلکہ یقین کو پہنچی ہوئی ہے۔)

۳۰۔ جب تم جنگ کو برانگیختہ کروگے۔ تو وہ مذمت اور ملامت کی حالت میں (لوگ تمہیں ملامت کرینگے۔ برانگیختہ ہو جائیگی۔ اور اگر اسکو بھڑکاؤگے۔ تو وہ بھڑک اٹھیگی۔ اور شعلے مارنے لگیگی۔

۳۱۔ پس وہ تمہیں چکّی کے پتھر کی طرح پیس ڈالیگی۔ جیسے چکی غلہ کو پیس ڈالتی ہے۔ جبکہ اسکے نیچے کوئی چمڑا یا جامہ (جو آٹے کی خاطر رکھتے ہیں۔) ہو (یہاں جنگ کو چکی سے تشبیہ دی ہے۔ اسکے بعد اونٹنی سے تشبیہ دیتا ہے) اور وہ متواتر دو سال بچہ ناقہ کی طرح (فتنہ وفساد سے) حاملہ ہو جائیگی۔ اس کے بعد وہ دوبار بچہ جنیگی (یعنی فتنہ وفساد پے در پے ظاہر کریگی۔

۳۲۔ پس وہ قوم عاد کے احمر (قوم ثمود جسکو عاد اخری کہتے ہیں۔ کے پیغمبر صالح علیہ السلام کی ناقہ کو ایک شخص بنام قدار بن سالف نے جسکا لقب احمر تھا۔ مار ڈالا تھا جسکی وجہ سے اس قوم پر سخت عذاب نازل ہوا تھا۔ قرآن کریم میں مفصل قصہ آیا ہے۔ کیطرح تمام کے تمام منحوس اور بدبخت بچے جنیگی۔ (ان بعد انکو دودھ دیگی۔ اور پھر دودھ چھڑا دیگی۔ (بچوں سے مراد وہی شرور وفتنے)

۳۳۔ پس وہ جنگ تمہیں اس قدر غلہ دیگی۔ کہ عراق کی بستیاں بھی اپنے لوگوں کو اس قدر

غلہ اس جنس سے جو پیمانوں سے دیتے ہیں مثلاً جیسے گندم وغیرہ - ویسے فقیز = ۱۲ اصاع (یا درہم سے غلہ نہ دیں مطلب صاف ہے)

۳۴ - مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے - کہ وہ بہتر قبیلہ ہے - (یعنی عبس جس پر حصین بن ضمضم قاتل جسکا ذکر ابھی آیا ہے) نے اس عہد شکنی سے جسمیں وہ ان کے موافق نہ تھا - گناہ اور ظلم کیا ہے -

۳۵ - اور وہ آدمی ایسا تھا - کہ اس نے اپنے پہلو میں ایک پوشیدہ بات (عبسیوں میں سے ایک قتل کرنا) لپیٹ رکھی تھی - سو نہ تو اس نے اسے ظاہر کیا - اور نہ اس نے آگے پیش قدمی کی (بلکہ دیر تک چپ رہا -

۳۶ - اس نے کہا تھا - کہ عنقریب میں اپنی حاجت روائی کرونگا - زاں بعد اپنے اور دشمن کے درمیان اپنے ان ہزار سواروں کو جو میرے پیچھے ہیں - اور جنہوں نے گھوڑوں کو لگامیں دی ہوئی ہیں - حائل کر دونگا - (یعنی ان کے ساتھ مقابلہ کرونگا)

۳۷ - پس اس حصین نے (بنی غالب کے آدمی پر جو اسکے گھر آیا تھا) حملہ کیا - (اور قتل کر دیا) اور اسی جگہ جہاں موت منے اپنے پالان ڈالے تھے - اور بہت سارے گھروں کو نہ ڈرایا (یعنی خانہ مقتول کے متصل جو دوسروں کے گھر تھے - انکو کچھ نہ کہا -)

۳۸ - یہ واقعہ ایسے شیر کے پاس ہوا - جو کامل سلاح پوش اور معرکہ بمعرکہ پھینکا جانیوالا تھا جیسکے دوشالوں کے درمیان کثرت سے بال تھے - اور جس کے ناخن قلم نہیں کیے گئے تھے - (مراد شیر سے بہادر آدمی یعنی حصین ہے - اور باب معانی اس شعر کو استعارہ بلیغہ کے موقعہ پر مثال دیتے ہیں مشبہ یعنی بہادر آدمی کے لوازمات یعنی شاکی السلاح و مقذف اور مشبہ بہ یعنے شیر کے مناسبات یعنی لبد اور اظفار ہر دو بیان کئے گئے ہیں پہلے کو استعارہ تجریدیہ اور دوسرے کو مرشحہ کہتے ہیں - گویا یہ شعر دونوں کا اجتماع ہے - پس نہایت ہی بلیغ ہے)

۳۹ - شیر مذکور دلیر ہے - کہ جب اس پر ظلم کیا جائے - تو وہ جلدی سے اس ظلم کے سبب عقاب و عذاب کرتا ہے - اور اگر اس پر ظلم کی ابتداء ہو تب بھی وہ ظلم کرتا ہے - (بوجہ کمال شجاعت اور کسی کی پرواہ نہ کرنے کے)

۴۰ - ان لوگوں نے ایسے اونٹوں کو جنہوں نے ابھی ایک بار پانی پیا تھا - اور دوسری نوبت نہیں

آئی تھی - چرایا - یہاں تک کہ جب وہ مدت اور دو دفعہ پانی پلانے کے درمیان کی اتمام ہوئی - تو وہ پھر بڑے پانی پر ان اونٹوں کو لائے - جو ہتھیاروں اور خون (کے گرانے) سے چاک ہو گیا تھا (یہ کلام استعارہ ہے - یعنی مدت تک جنگ کو ترک کیا - پھر جنگ کرنے لگے)

۴۱ - پس (اول تو در جنگ میں) انہوں نے اپنے درمیان موتوں کو گزارا - (ان بعد اونٹوں کو وہاں سے نکال کر (یعنی جنگ سے نکل کر) ایسے گھاس کیطرف لے گئے - جو ناگوار اور گران ہے (گھاس سے مراد ساز جنگ وغیرہ)

۴۲ - تیری جان کی قسم - کہ ان (ہر دو ممدوح یا ساری قوم) کے نیزوں نے ان (عبسیوں) پر ابن نہیک یا اس مقتول کے خون گرانے کا گناہ نہیں کیا - جو بمقام مثلم قتل ہوا تھا -

۴۳ - نہ ہی وہ نہیر بے نوفل - وہب جوان (عبسیوں میں) سے تھا - اور ابن محزم کے خون گرانے میں اپنی قوم سے شریک ہوئے (بعض نسخوں میں بجائے قوم کے موت یا حرب آیا ہے - جو صحیح معلوم ہوتا ہے)

۴۴ - پس ہر ایک ان میں سے اپنے تندرست اونٹوں کو جو بنی کوہ (یا وہ راستہ جو پہاڑ میں ہے یا سامنے کا حصہ) پر بلند ہو کر نکلنے والے ہوتے ہیں - تاوان میں دیتے ہیں -

۴۵ - (یہ تاوان) اس قبیلے کے واسطے تھے - جو (کسی خاص جگہ میں) اترنے والے ہیں (یا جو لغداد میں بہت ہیں) اور جبکا کار و غرمان لوگوں کی اسوقت حفاظت کرتا ہے - جبکہ کوئی رات کوئی بڑا حادثہ پیدا کرے -

۴۶ - وہ قبیلہ صاحب عزت و قدر ہے - پس نہ تو کوئی کینہ ور اسکے نزدیک اپنا کینہ لے سکتا ہے - اور نہ ان پر کوئی گناہ و ظلم کرنے والا بچ سکتا ہے - (شاید یہ مطلب بھی ہو سکے کہ وہ جن پر ظلم کیا جائے - انکو یہ نہیں چھوڑتے - بلکہ ان کی نصرت کرتے ہیں)

۴۷ - اب یہاں سے اپنی بابت کہنا شروع کرتا ہے - تاکہ دوسروں کو اپنی نیک چال اور اخلاق کریمہ کا سبق سکھائے (میں زندگی کی تکلیفوں سے تنگ آگیا ہوں - ہاں اے مخاطب جسکا باپ نہ ہو - (یعنی تیرا باپ مر جائے - یہ حسب عادت عرب بغیر لحاظ یعنے برائے تنبیہ مخاطب مستعمل ہوا ہے - بطور مدح کے بھی ہو سکتا ہے - کہ تو ایسا بہادر ہے - کہ تجھے اپنے آبائی نسب کی حاجت

نہیں) جو کوئی اسی سال زندگی گزارے۔ وہ ضرور تنگدل ہو جایا کرتا ہے۔

۴۸۔ میں نے دیکھ لیا ہے۔ کہ موتیں اندھی اونٹنی کیطرح ہاتھ پیر مارتی ہیں جس آدمی کو وہ پہنچ جائیں۔ اس کو مار ڈالتی ہیں۔ اور جس سے خطا کر جائیں۔ وہ بڑی عمر پاتا ہے۔ حتیٰ کہ بڑھاپے تک پہنچ جاتا ہے۔

۴۹۔ میں آج اور کل گذشتہ کے معاملوں کو جانتا ہوں۔ لیکن کل آنیوالے کے علم سے کور چشم ہوں۔

۵۰۔ جو بہت کاموں کے اندر (لوگوں کے ساتھ) نرمی و مدارات نہ کرے۔ تو وہ اونٹ کے ڈاڑھوں سے پیش دیا جائیگا۔ اور اسکے (یا شتر مرغ کے) تلوے یا کھر سے کچل ڈالا جائیگا۔ (یعنی لوگوں سے مارا جائیگا)

۵۱۔ اگر کوئی شخص نیکی کو اپنی آبرو کی آڑ و نگہداشت بنائے۔ تو اسکی آبرو اور زیادہ ہوگی اور جو شخص (دوسروں کو) گالی دینے سے پرہیز نہ کرے۔ تو وہ (اوروں سے) گالی دیا جائیگا۔

۵۲۔ جو آدمی مال فاضلہ رکھتا ہو۔ اور پھر اپنی قوم پر اس مال سے بخل کرے۔ تو وہ (لوگوں سے) بے نیاز و بیزار کیا جائیگا۔ اور اسکی مذمت ہوگی۔

۵۳۔ جو شخص وفائے عہد کرے۔ تو اسکو کوئی برا نہیں کہیگا۔ اور جسکا دل خالص نیکی کی طرف ہدایت کیا گیا ہو۔ تو وہ (نیکی میں) تردد نہیں کریگا۔

۵۴۔ جو شخص موت کے اسباب (لفظی معنی رسیّاں) سے خوف کرے۔ تو وہ ضرور اس کو پالینگے۔ خواہ وہ سیڑھی لگا کر آسمان کے کناروں پر ہی کیوں نہ چڑھ جائے۔

۵۵۔ جو شخص غیر مستحق آدمی سے نیکی کرتا ہے۔ تو اسکی (غیر مستحق کی) تعریف بھی اس (نیکی کرنے والے) کے لئے مذمت ہوتی ہے۔ یعنی یہ بد آدمی اس محسن کی مذمت کریگا) اور وہ (نیکی کرنے والا اپنے فعل پر) نادم ہوتا ہے۔

۵۶۔ جو شخص نیزے کے لوہے دار کناروں کی اطاعت نہ کرے۔ تو وہ ضرور اُن نیزوں کی اطاعت کریگا۔ جو تمام دھاروں اور پیکانوں سے ترکیب دئے گئے ہیں۔ (یہ تمثیل ہے) مطلب یہ کہ اگر انسان کام قبول نہیں کریگا۔ تو مشکل کام ضرور اسکو قبول کرنا ہوگا۔ جیسے صلح

نہ قبول کرنے پر جنگ تو خواہ نخواہ کرنی پڑیگی۔

۵۷۔ جو شخص اپنے ہتھیاروں کے ذریعہ سے اپنے حوض (اپنے چاردیواری) سے دشمنوں کو نہ روکے تو وہ حوض ویران ہوجائیگا۔ اور جو لوگوں پر ظلم نہ کرے۔ (ظلم کی سزا نہ دے اور ہر وقت نرمی و حلم کرتا ہے) تو وہ (دوسروں سے) ظلم کیا جائیگا۔

۵۸۔ جو شخص باہر سفر میں رہے۔ تو وہ اپنے دشمن کو بھی دوست تصور کریگا۔ (کیونکہ اسکو تجربہ نہیں ہے۔ یا یہ کہ مجبوری کے وقت اسکو دشمن کی بطور دوست کے خوشامد کرنی پڑیگی) جو شخص اپنے نفس کی تعظیم نہیں کرتا۔ تو اس کی دوسرے بھی نہیں کرینگے۔

۵۹۔ جو شخص اپنے نفس کو لوگوں کی خاطر بطور سواری بنالے۔ اور اس کو کسی دن بھی (انکی) ذلت و ظلم سے عافیت نہ دے۔ تو وہ (اس ذلت پر) نادم ہوگا۔

۶۰۔ جس وقت انسان کے پاس کوئی خصلت (نیک و بد ہو) تو وہ ضرور معلوم ہوجائیگی خواہ وہ یہ خیال کرے۔ کہ یہ لوگوں پر مخفی رہیگی۔

۶۱۔ کئی ایک خاموش رہنے والے آدمی کو تو دیکھیگا جنکی خاموشی تجھے تعجب میں ڈالیگی (لیکن حقیقت میں) ان کی زیادتی یا کمی کلام کرنے ہی میں ہے۔ (یعنی کلام سے انسان کی اچھائی برائی معلوم ہوجاتی ہے۔

۶۲۔ انسان کی زبان (باعتبار انسانیت و شرافت) آدھی ہے۔ اور آدھا اسکا دل (اسکے سوا تو) باقی محض گوشت و خون کی صورت ہے۔

۶۳۔ بوڑھے آدمی کی نادانی کے بعد کوئی عقل (کی امید) نہیں۔ ہاں البتہ جوان نادانی کے بعد عقلمند ہوجاتا ہے۔ (یعنی پیر نادان کا اگلا مرحلہ موت ہے۔ سوا اسکے عقلمند ہونیکی ناامیدی ہے۔ ہاں جوان اگر جہالت والا ہو۔ تو اسکی اُمید ہوسکتی ہے۔ کہ کبھی عقلمند ہوجائے۔

۶۴۔ ہم نے (تم سے دربارہ بخشش) سوال کیا۔ اور تم نے عطا کی۔ ہم نے (سوال کی طرف) اعادہ کیا۔ اور تم نے بھی بخشش کی طرف) ہاں سچ ہے۔ جو زیادہ سوال کرتا رہے۔ وہ کسی دن (بخشش سے) محروم ہوگا۔

(۳) مُعلّقۂ لبید

نوٹ - اس قصیدے کا بحر کامل ہے - عروض وضرب صحیح - قافیہ متدارک - وزن یہ ہے
متفاعلن - متفاعلن - متفاعلن - دو بار

۱ - مقام منیٰ (نجد میں ایک موضع ہے) میں جو دیار (محبوبہ کے) تھے - ان کے مکانات اترنے کے (چند روز کے لئے) اور اقامت کرنے کے (کچھ مدت کے لئے) مٹ گئے - اور ان دیار کے وہ مکانات جو موضع غول اور رجام میں تھے - بھی وحشت ناک ہو گئے۔

۲ - اسی طرح پر (مٹ گئیں) کوہ ریان (بلاد طے میں ایک پہاڑ ہے جس سے ہمیشہ پانی جاری رہتا ہے) کے پانی کے اکٹھا ہونے کی جگہیں بھی - درحالیکہ ان جگہوں کے نشان (بوجہ آب باران وسیل) ننگے اور ظاہر پڑے ہیں - اور ایسی کہنگی کی حالت میں ہیں - جیسے کوئی (پرانا) نوشتہ کاغذ کسی (پرانے) پتھر پر (حروف کھودنے کے لئے) لگایا گیا ہو - (مطلب یہ کہ جو کچھ پتھر پر لکھا جاتا ہے - وہ نزدیک سے تو نظر آتا ہے - لیکن دور سے نہیں - اسی طرح نشان ہائے مکان کا حال ہے)

۳ - (یہ دیار محبوبہ) کھنڈرات پڑے ہیں جن پر وہاں کے محبوب کی ملاقات کے بعد بہت سارے سال گزر گئے ہیں - اور سالوں کے حلال وحرام ماہ (ماہہائے حرام یہ ہیں - ذوالقعد ذوالحج - محرم - رجب اور باقی حلال - حرام ماہ میں جنگ کرنا منع تھا) بھی گزر گئے ہیں۔

۴ - وہی نشان موسم بہار کی بارشوں جو بسبب ستاروں (کی خاص حرکات) کے برستی ہیں کا رزق دیئے گئے ہیں - اور ان پر گرجنے والے بادلوں سے جو بیشمار اور نرم و دائمی بارشیں ہوتی ہیں پہنچتی ہیں - (یعنی برستی ہیں - پس ازیں وجہ وہاں سبزہ اگا ہوا ہے -)

۵ - یہ باران بہاری ہر ایک رات اور صبح کے ابر جو (آسمان کو بوجہ کثرت) چھپا دیتا ہے - اور شام کے ابر کی قسم سے ہوتا ہے - جس کے گرجنے کی آواز باہم جواب دیتی ہے - (گویا ایک گرجنے والا بادل دوسرے گرجنے والے بادل کو جواب دیتا ہے - عرب لوگ کہتے ہیں - اکثر باران سرمارات کو ہوتا ہے - باران بہاریہ - صبح کو - اور باران گرما شام کو - گویا شاعر کا مقصد

یہ ہے کہ تمام سال وہاں باران رہتا ہے)

۶- پس (اس بارش سے) سبزی ایہقان (چھوٹی سی سبزی کا نام ہے جسکا شگوفہ سرخ اور پتے چوڑے ہوتے ہیں۔ یا وہ سبزی ہے جسے فارسی میں کہتے ہیں۔ اسکا پھل اسپانخ رومی کی شکل کا ہوتا ہے) کی شاخیں بلند ہوگئی ہیں۔ اور ولوی کے دونوں ڈھلوانوں میں وہاں کی ہرنیوں اور شتر مرغوں نے بچے دیے ہیں۔ (معلوم ہے کہ شتر مرغ کے بچے انڈوں سے نکلتے ہیں۔

۷- اور گاوانِ دشتی فراخ چشم اپنے نوزائیدہ بچوں پر سکونت رکھتی ہیں۔ اور ان کی اولاد اس میدانِ فراخ میں گروہ گروہ کر کے پھرتی ہے۔

۸- سیلین ان نشانوں سے علیحدہ اور کشادہ ہیں۔ گویا وہ (نشان) خطوط (یا کتابیں یا کاغذ) ہیں جن کی قلمیں انکی سطروں کے نقشوں کو نئے سرے سے درست کرتی ہیں۔ (یعنی وہ کھنڈرات سیل سے دور ہونیکے بعد ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے کسی کاغذ کو نئے حروف سے لکھا جائے)

۹- یا وہ اس نیل گدوانے والی عورت کے نئے اور تازہ نقش کرنے کی مانند ہے جس کا نیل (دلہن کے ہاتھ نقش کردہ) کے دائروں پر پراگندہ کیا گیا ہے۔ جنکے اوپر اس عورت کے نیل کے نقش ظاہر ہیں۔

۱۰- ان (نشاناتِ مکان) سے میں (یاروں کا حال) دریافت کرنے لگا۔ لیکن ہمارا سوال کرنا ایسے ٹھوس پتھروں کیسا ہے۔ (اور کیا فائدہ رکھتا ہے) جو ان مکانوں کی ویرانی کے بعد باقی رہ گئے ہیں۔ کیونکہ انکی بات تو کچھ ظاہر ہی نہیں کرتی۔

۱۱- وہ خالی رہ گئے۔ حالانکہ تمام (احباب) وہاں تھے۔ پس وہ علین صبح ہوتے ہی وہاں سے چلدیئے۔ اور (انکے بعد) وہاں کی خندق بگرد خیمہ اور تمام بوٹی (آنکھوں کی سفیدی کے ازالہ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ عرب لوگ گھر کے سوراخوں کو اس سے بند کرتے ہیں) ہر دو رہ گئی ہیں

۱۲- اے دل۔ اس قبیلہ کی زنان محمل نشین نے تجھے مشتاق بنا دیا۔ جبکہ قبیلہ کے لوگوں نے کوچ کیا۔ اور (ہرنوں کی طرح) روئی والے کجاووں کے پردوں میں اندر آ گئے۔ اور حالت

یہ تھی کہ ان عورتوں کے خیمے (جو انہوں نے اونٹوں پر لدے ہوئے تھے) آواز پیدا کرتے تھے (کیونکہ وہ نئے بنے ہوئے تھے)

۱۳- انکے محمل ہر ایک جامہ سے پوشیدہ کیے ہوئے محمل کی قسم سے ہیں۔ اس محمل کی لکڑیوں پر ایسا کپڑا جو اس ہودج پر ہے۔ سایہ کرتا ہے۔ اور وہ کپڑا ہلکا سا پردہ (جو آفتاب کی گرمی کیلحاظ ہودج پر ہوتا ہے) اور منقش سا پردہ (جو کجاوا کے کناروں پر لٹکا دیتے ہیں) ہے۔ واضح ہو کہ اس شعر کی مکمل تشریح الشعر والشعرا میں گزر چکی ہے۔

۱۴- (انہوں نے کوچ کیا بحالیکہ) وہ گروہ گروہ تھیں۔ گویا مقام توضح (مابین جوامرہ و سواد العین) کی گاوان دشتی ہیں جو ان کجاوں پر بیٹھی ہیں۔ یا وہ مقام وجرہ (مکہ و بصرہ کے درمیان چالیس کروہ کی مسافت کا ایک بیابان ہے۔ جہاں وحوش بستے ہیں) کی ہرنیاں ہیں۔ وہ اپنے بچوں پر مہربانی اور التفات کرتی ہیں۔ (اس وقت حسن چشم آہو غایت درجہ کا ہوتا ہے)

۱۵- وہ کجاوے پس پشت ڈال دیئے گئے۔ اور سراب نے انکو جدا کر دیا (یعنی سراب کے درمیان ظاہر ہوتے ہیں) گویا کہ وہ وادی بیشہ (در راہ عامیہ شیرناک وادی ہے) کے موڑوں کے جھاؤ کے درخت ہیں۔ یا وہاں کے بڑے بڑے پتھر۔

۱۶- اے دل۔ تو نوار (معشوقہ بعید) کو کیوں یاد کرتا ہے۔ حالانکہ وہ تجھ سے دور ہو گئی (اسکی ملاقات کے) وسائل قویہ اور ضعیفہ ہر دو منقطع ہو گئے۔

۱۷- وہ بنی مرہ سے ہے۔ (یہاں سے جانے کے بعد) وہ مقام فید (راہ مکہ میں ایک قلعہ ہے) میں جا اتری ہے۔ اور وہاں سے بھی کوچ کر کے (حجاز والوں کی پڑوسن جا بنی ہے۔ سو اسکا قصد کرنا تجھسے کیسے ہے۔

۱۸- وہ دونوں پہاڑوں (اجا و سلمی جو بنی طی کے ہیں) کی مشرقی طرفوں یا مقام محجر میں جا اتری ہے بعد ازاں بعد کوہ فردہ (بنی طی کے ہاں ایک پہاڑ ہے) اور مقام رخام نے اسکو شامل کر دیا ہے (یہ تمام مقامات فید کے قریب ہیں)

۱۹- ایسا ہی مقام صوائق (اس پر شامل ہو گیا) ہے۔ اور اگر یمن کی طرف جائے۔ تو گمان ہے یہ

کو مقام وحاف القہر یا وہاں (وحاف القہر) کے مقام طلخام میں نزول کیا ہوگا۔

۲۰- اس شخص سے جسکا وصل معرض زوال میں ہو۔ اپنی حاجت کو قطع کردے۔ کیونکہ دوستی کا اچھی طرح ملانے والا وہی ہے۔ جو اس کو اچھی طرح قطع کرے۔ یعنی بے حاجت وغرض دوستی رکھے اسکی مکمل تشریح الشعر والشعرا میں گزر چکی ہے۔)

۲۱- نیکی کرنیوالے کو بہت سی چیز (محبت کامل) دے۔ اور جسوقت وہ دوستی خمیدہ اور اس کے اسباب ایک طرف سیلان کرجائیں۔ (اسباب دوستی زائل ہوجائیں) تو اس شخص سے قطع تعلقی (اپنے اختیار میں) باقی ہیں۔

۲۲- (قطع تعلقی اپنے اختیار میں ہے) بذریعہ ناقہ کے جو ایسے سفروں کیوجہ سے لاغر ومانده ہے جنہوں نے ان کا بقیہ گوشت ہی چھوڑا ہے۔ پس اسکی پشت وکوہان ہر دو باریک ولاغر ہیں۔

۲۳- پس جب اسکا گوشت کم ہوگیا۔ اور درماندہ ہوگئی۔ اور درماندگی کے بعد اسکا دوال (تسمہ جس سے ناقہ کے دست وپا باندھتے ہیں) بھی پرانا ہوگیا۔ جواب شرط آگے ہے۔

۲۴- تو اس کی مہار (کھینچنے) کی حالت میں وہ خوشی ونشاط سے چلتی ہے۔ گویا کہ وہ (سبکساری میں) ابر گلگون کی مانند ہے جس میں سے ابر کا وہ ٹکڑا جو بارش برسا چکا ہے۔ باد جنوب کے ساتھ سبک رفتاری سے چلتا ہے (گویا اس وقت یہ ابر گلگون تنہا کا تنہا رہ جائیگا۔ اور اس حالت میں خواہ مخواہ زیادہ تیز چلیگا۔)

۲۵- یا وہ پستان نکالی ہوئی مادہ گورخر کی مانند ہے جو سفید کمر والے گورخر سے حاملہ ہے جسکے رنگ کو سانڈوں (جو جانوروں کی نسل بڑھانے کے لئے ہوتا ہے) کے دھتکارنے۔ مارنے اور کاٹنے نے دگرگوں کردیا ہے۔ (یعنی وہ گورخر نہایت غیرت والا ہے)

۲۶- ایک گورخر جس کو دوسروں نے کاٹ کاٹ کر چھیل ڈالا ہے۔ اپنی اس مادہ کو بلند پشتوں پر لیجاتا ہے۔ اور اس مادہ کی نافرمانی (بعد حاملہ ہونیکے نزدیک نہ ہونے دینا) اور سرگرم خواہش (قبل حاملہ ہونے کے) نے اس کو شک میں ڈال دیا ہے۔

۲۷- وادی ثلبوت (درمیان طے وذبیان) کی سنگلاخ زمین میں (وہ گورخر اپنی مادہ کو پشتوں پر لیجاتا ہے۔ اور خود ان پشتوں کے اوپر دیدبانی کی بے آب ودانہ جگہوں میں (جہاں صیاد کی دیدبانی کا خوف نہیں

ہے) دیدبانی اور نگہداشت کرتا ہے۔ اور ان جگہوں کا خوف اس قدر ہے۔ کہ وہاں سنگہائے نشان ہیں۔ (جو راستہ بتانے کی خاطر رکھدیا کرتے ہیں۔ تاکہ آدمی گمراہ نہ ہوجائے۔)

۲۸ (وہاں نر و مادہ دونوں رہ گئے) حتی کہ جب دونوں نے موسم سرما کے اخیر چھ ماہ وہاں گزارے۔ اور دونوں سیر ہوگئے۔ تو اس گورخر کا بندر ہنا (کھانے پینے سے) اور گورخری کا رکا رہنا مدت تک رہا۔

۲۹۔ اب انہوں نے اپنے کاموں کو عقل محکم کیطرف رجوع کرایا۔ (یعنی پس عقل پر معاملہ چھوڑا اور (حق یہ ہے کہ) کسی ارادے میں مقصد براری کے لئے اس (ارادے کو) مضبوط طور پر باندھنا چاہیے۔

۳۰۔ اور مادہ گورخر کے سرین کو سفی (جسے بہمی کہتے ہیں) پودے کے کانٹوں نے زخمی کیا۔ اور موسم گرما کی ہوا کا چلنا اور اسکی گرمی ہر دو برانگیختہ ہو گئے۔ (یعنی سرما کے گزرنے کے بعد موسم گرما آگیا)

۳۱۔ (پس جب کہ پانی پینے کا قصد کرتے ہوئے سخت دوڑتے تھے) انہوں نے باہم ایک لمبے چوڑے غبار کو کھینچا (جو ان کی تیز رفتاری سے پیدا ہوا تھا۔ جیسے کوئی کپڑے کو کھینچے) اور وہ غبار ایسا تھا۔ کہ اسکا سایہ اس شعلہ ناک آگ کے دھواں کیطرح اڑتا تھا۔ جسکا ایندھن نہایت ہی روشن اور مشتعل تھا

۳۲۔ وہ آگ ایسی ہے۔ کہ گویا باد شمال اس کو لگی ہو۔ اور وہ (آگ) درخت عرفج (خار دار ہے جسکے جلنے سے بہت دھواں نکلتا ہے) کے تر ایندھن سے ملی ہوئی ہو۔ (یعنی بعض خشک لکڑیاں ہوں۔ اور بعض تر۔ اور ضروری ہے۔ کہ اس صورت میں دھواں بہت سا پیدا ہو۔) اور یہ دھواں اس آگ کی مانند تھا جس کی بلندیاں دود تک شعلہ مارتی ہوں۔

۳۳۔ پس وہ گورخر چلا گیا۔ اور اپنی مادہ کو اپنے سامنے سے لے لیا۔ اور اس گورخر کی اپنے مادہ کے ساتھ یہی عادت ہو لگ رہی تھی۔ کہ جب وہ تاخیر کرتی۔ تو وہ اسکو آگے سے پکڑ لیتا۔

۳۴۔ پس وہ دونوں ایک چھوٹی سی ندی کے کناروں (یا ڈھلوانوں) کے اندر داخل ہوئے۔ اور ایک بھرپور نہر کو قطع کیا۔ جسکا قلام (شور ناک زمین میں ایک گھاس یا پودا ہوتا ہے۔ جس سے بڑی بدبو نکلتی ہے) باہم نزدیک تھا۔

۳۵ - وہ نہر (یا چشمہ) سرکنڈوں کے درمیان (انواع واقسام کے پودوں سے) ایسی پوشیدہ ہے۔ کہ اس سرکنڈوں والے چشمہ پر وہ چیز جو زمین پر گری پڑی ہے۔ (یعنی نیستان) اور وہ جو کھڑی ہوئی ہے۔ سایہ کرتی ہے۔ اس لحاظ سے اس کا پانی سرد و شیریں ہے)

۳۶ - کیا وہ ناقہ اس مادہ گورخر کے مشابہ ہے۔ یا گاو دشتی ہے۔ جو وحشی اور بھاگنے والی ہے۔ جسکے بچے کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ پس یہ مادہ (اپنے گلے اور بچے کی جستجو سے) اکیلی ہے۔ مدد گار اور اسکا کام اپنے گلے سے ہی درست ہوتا ہے جسکی یہ پیشرو ہے۔ (یا ممکن ہے کہ یہ مطلب ہو کہ بھیڑیے نے اسکے بچے کو اسوقت کھایا ہے۔ جبکہ اس نے اسکو چھوڑا تھا۔ اور خود اپنے گلے میں چرنے لگی تھی۔ اور اس کے کام کی درستی ایسے سانڈ سے ہے۔ جو اپنے گلے کا پیشرو ہے)

۳۷ - وہ چوڑی اور اوپر سے مڑی ہوئی ناک والی ہے۔ اس نے اپنے بچہ کو خود ہی ضائع و ہلاک کیا ہے۔ پس سنگلاخ زمینوں کے کناروں پر اسکا (بچے کی طلب میں) طواف کرنا اور اسکے غم میں) نالہ کرنا ہمیشہ کے لئے ہے۔

۳۸ - یہ (نالہ کرنا) اپنے اس سفید رنگ بچے کے لئے جو زمین پر خاک آلودہ پڑا ہے مخصوص ہے جس کے پر گوشت بازوں کو شکار کرنیوالے خاکستر گون بھیڑیوں نے جنکا کھانا۔ (بوجہ انکے مضبوط شکاری ہونیکے) منقطع نہیں ہوتا۔ باہم کھینچ تان لیا۔

۳۹ - ان بھیڑیوں نے اس گاوِ دشتی سے جو غفلت پائی۔ تو جھٹ اسکو مصیبت پہنچائی۔ (کہ اسکو بچے کا شکار کر لیا) سچ ہے۔ موت کا تیر نشانہ سے خطا نہیں کرتا۔

۴۰ - اس گاو دشتی نے اس حالت میں رات گذاری۔ کہ متواتر برسنے والی بارش کا ٹپکنے والا پانی گرتا رہا۔ اور یہ بارش چراگاہوں کو سیراب کرتی تھی۔ اور اسکا جاری رہنا دائمی ہے۔

۴۱ - اسکے خط پشت (جو دم سے گردن تک کے رنگ سے مخالف ہوتا ہے) پر ایسی رات میں کہ اسکے ابر نے ستاروں کو چھپا دیا ہے (تو شب تاریک میں) متواتر برسنے والی بارش بلند ہوتی ہے

۴۲ - وہ (بسبب کثرت باراں) کسی بلند شاخوں والے اور کنارہ کئے ہوئے درخت کی جڑ کے نیچے اگر گھستی ہے۔ جو ریت کے تودوں کے سرے پر واقعہ ہے۔ جنکی ریگ رواں (ہوا یا پاؤں رکھنے سے) جنبش کھاتی ہے۔

۴۳- وہ اول تاریکی میں اس روشنی سے چمکتی ہے۔ جیسے کہ کسی دریا کا گوہر صدف جس سی اس کی لڑی (جسمیں وہ پرویا ہوا ہے۔) نکال لیجائے۔ (تو وہ ضرور جنبش میں آئیگا یہی حال اسکا ہے۔ کہ ایک جگہ قرار نہیں پکڑتی)

۴۴- حتیٰ کہ (یعنی درخت کے نیچے رہنے اور بارش برسنے کے بعد) جسوقت تاریکی کھل گئی اور اس میں صبح کی روشنی داخل ہوگئی۔) تو وہ صبح ہوتے ہی وہاں سے چل نکلی۔ بحالیکہ اس کے دست و پا بہ سبب خاکِ نمناک کے لغزش کھاتے تھے۔

۴۵- وہ سات راتوں تک کہ گویا وہ ہمزاد ہیں۔ (یعنی دونوں کے ساتھ ہی پیدا ہوئی ہیں) اور ان کے دن کامل ہیں۔ مقام صعاید کے گڑھوں اور پشتیوں میں گشتہ ہو کر آتی جاتی رہی۔

۴۶- یہاں تک کہ جب وہ (اپنے بچے کے ملنے سے) ناامید ہوگئی۔ اور اسکے دودھ بھرے پستانوں کا دودھ خشک ہوگیا جس (پستانوں) کو اسکے دودھ پلانے اور دودھ چھڑانے نے پرانا (یعنی خشک) نہیں کیا۔ تو وہ تسلی یافتہ ہوگئی۔ (جواب شرط محذوف ہے۔ یعنی بچے کا غم جاتا رہا)۔

۴۷- اور اس نے کسی انسان (شکاری) کی آہستہ آواز کو سنا جس نے پشت غیب سے اسکو ڈرا دیا اور (حق تو یہ ہے کہ) انسان اسکی بیماری (کا سبب) ہے۔ (یعنی جیسے بیماری جسم کو نقصان دیتی ہے۔ اسی طرح انسان وحشی جانور کو)

۴۸- تو وہ دو خوفناک جگہوں کے اندر آگئی جنمیں سے ہر ایک کو خوف کرنیکے لیے اولی و بہتر گمان کرتی تھی۔ (یا خوف والی شمار کرتی تھی) اور یہ دونوں جگہیں اسکے آگے اور پیچھے تھیں۔

۴۹- یہانتک کہ جب تیر انداز (اسکا شکار کرنے سے) مایوس ہوگئے۔ تو انہوں نے اپنے شکاری کتے چھوڑے جن کے کان (کا حصہ کاٹ کر) لٹکے ہوئے تھے۔ (یہ بزرگی اور نجابت کی دلیل ہے جو آزمودہ تھے۔ اور جنکے چمڑے کے پٹے خشک تھے۔ (یا انکے شکم بوجہ بہت دوڑ دھوپ کے خشک و لاغر تھے)

۵۰- پس وہ (اس سے) جا ملے۔ اور وہ گائے جسکے سینگوں کی تیزی و درازی سمہر (ایک نیزہ بنانے والے کا نام ہے) کے بنائے ہوئے نیزے کی مانند ہے۔ واپس لوٹی (یعنی کتوں کی طرف

اپنے ہاں سے روکنے کے لئے)

۵۱- تاکہ ان کو اپنے ہاں سے دفع کرے۔ اور یقین رکھتی تھی کہ اگر انہیں دفع نہ کیا۔ تو تمام (حیوانات کی) موتوں سے اس کی موت نزدیک آجائے گی۔

۵۲- پس (حملہ کرنے سے) منجملہ ان کتوں کے کساب نام کتا مر گیا۔ (یعنی اس گائے نے مار ڈالا) پس وہ خون آلودہ ہو گیا۔ اور ان کتوں میں سے سخام نام کتا بھی اس حملہ گاہ میں (مردہ) چھوڑ دیا گیا۔

۵۳- پس اسی ناقہ سے ہی (جو مشابہ بہ گور خر مادہ دگا و دشتی ہے۔ اپنی حاجت روائی کرتا ہوں) جب کہ بوقت چاشت وہ زمینیں جہاں سراب چمکتا ہے۔ حرکت کرتی ہیں اور جب کہ ان زمینوں کے ٹیلے سراب کی چادر دن کو پہنتے ہیں۔

۵۴- اپنی حاجت روائی کرتا ہوں (جس کا ذکر پچھلے شعر میں آچکا ہے) جس (کی طلب) میں کسی تہمت (کے خوف) کے مارنے میں تقصیر و کوتاہی نہیں کرتا۔ مگر ہاں اس حاجت پر ملامت کرنے والے ملامت کریں (تو البتہ ان کی زبان سے چارہ نہیں ہے)

۵۵- کیا نوار (محبوبۂ لبید) نہیں جانتی۔ کہ میں محبت کے طریقوں کی گرہ کو خوب طور سے (مستحقوں کے حق میں) ملانے اور پیوند کرنے والا ہوں۔ اور (غیر مستحقوں کے حق میں) اس کو توڑنے والا ہوں۔

۵۶ جس وقت میں چند جگہوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور میں ان کو ترک کرنے والا ہوتا ہوں۔ ہاں مگر اس وقت جب کہ آدمیوں میں سے کسی آدمی کے نفس سے (یعنی خود مجھ سے) موت متفق ہو جائے۔ (یعنی مر جاوں تو چارہ نہیں ہے)

۵۷- بلکہ اے توار۔ تو نہیں جانتی۔ کہ کئی راتیں۔ (میں نے گذاری) ہیں۔ جو معتدل (بغیر لمبی چوڑی گرمی سردی ہونے کے) ہیں۔ اور جن کے ہاں کی لہو و لعب اور میری ہمنشینی (یا ہمنشین دوست) خوش مزہ ہے۔

۵۸- ایسی راتوں کو افسانہ گو (اپنے دوستوں کے سامنے) میں کہ میں نے گزارا۔ اور کئی ایک شراب بیچنے والوں کے نشان (جو دوکان پر اطلاع کے لئے لگایا کرتے ہیں۔) ہیں۔ جن کے پاس میں اسوقت پہنچا جب کہ وہ بلند تھے۔ اور وہاں کی شراب مشکل (اور گراں قیمت) تھی۔

۵۹- بذریعہ خریدنے ایک پرانی اور مائل بہ سیاہی شراب کی بوتل یا ایسے مٹی کے شراب والے مٹکے

کے جہاں سے شراب اٹھائی گئی تھی۔ اور جس کی مہر شکستہ تھی میں نے شراب کو خرید کر گراں کر دیا۔

۶۰۔ اور کئی مئے صاف کی جنس سے صبح کی شرابیں ہیں۔ (جن کو میں نے بوقت سحر پیا) اور کئی دفعہ زنِ مطربہ اپنے زہ کردہ آلہ یعنی رباب کو کھینچتی ہے۔ جس کو اس کا انگوٹھا درست کرتا ہے۔ (تاکہ وہ سرودگوئی کرے۔ تو اس سے میں نے لذت حاصل کی)

۶۱۔ میں نے مرغِ سحری سے اپنی حاجت (سوئے شراب) کی طرف سبقت کی۔ تاکہ میں اسکو دوبارہ پیوں جب کہ اس سحر کے سونے والے بیدار ہوں۔ (یعنی ایک دفعہ سحر کے وقت شراب نوشی کی اور دوسری بار اپنے حریفوں کے ساتھ)

۶۲۔ اور بہت دفعہ ایسی ہوا چلنے والی صبح کو پیش آئی ہے۔ کہ میں نے اس (کی سردی) کو باز رکھا (یعنی اپنی قوم سے بذریعہ طعام و شراب اور اس صبح کو ایسی سردی تھی کہ اس حالت میں اس سردی کی مہار بادِ شمال کے ہاتھ میں تھی (واضح ہو کہ بادِ شمال نہایت سرد ہوتی ہے۔)

۶۳۔ یقیناً میں نے اپنے قبیلہ کی اس حال میں حمایت کی۔ کہ میرا ایسا اسپ تیز رو میرے ہتھیاروں کو اٹھائے ہوئے تھا۔ جس کی لگام میرے صبح جاتے وقت (یا صبح ہوتے ہی) بطور پیٹی کے تھی۔ (یعنی اترتے وقت میں نے لگام کو اتار کر گردن میں لٹکا دیا تھا۔ یہ عرب کی عادت تھی کہ شکار یا جنگ کے موقع پر گھوڑوں کی لگامیں نکال کر اپنی گردن میں ڈال دیتے تھے تاکہ بوقت حاجت لگام دینے میں دیر نہ ہو)

۶۴۔ پس میں ایک دیدبانی کی جگہ پر جو ایک تنگ اور غبارناک پہاڑ کے اوپر تھی۔ بلند چڑھ گیا اور اس پہاڑ کا غبار دشمنوں کے پہاڑوں (یا نشانوں) کے نزدیک پہنچا ہوا تھا۔ (یعنی میں نے اپنی قوم کے اس پہاڑ پر دیدبانی کی جس کے قریب دشمن لوگ رہتے ہیں۔)

۶۵۔ حتیٰ کہ جب سورج نے اپنا ہاتھ شبِ تاریک میں ڈالا (غروب ہو گیا) اور دربندوں اور سرحدوں کے رخنوں نے تاریکی نے چھپا دیا۔ (یعنی وہ رخنے جس سے دشمنوں کی لوٹ مار کا خیال تھا۔ تاریکی میں چھپ گئے رتب وہاں سے میں اتر آیا۔ یہ شعر مع الشعر والشعراء میں آچکا ہے)

تو میں نرم زمین پر نیچے اتر آیا۔ اور میرے گھوڑے نے اپنی گردن ایسے درخت خرما بلند کی شاخ کی مانند بلند کی۔ جو کم برگ و پوست والا ہے۔ اور جس کے میوے توڑنے والے وہاں تک پہنچنے سے (بوجہ اسکی بلندی کے) تنگدل ہو جاتے ہیں۔

۶۷- میں نے اس گھوڑے کو شتر مرغ کے دوڑنے کی مانند دوڑایا بلکہ اس سے بھی زیادہ حتی کہ جب وہ گرم ہوگیا - اور اس کی ہڈیاں ہلکی ہوگئیں (جواب شرط آگے ہے)

۶۸- تو اس کے چمڑے کی زین حرکت کرنے لگی - اسکے سینہ کا اگلا حصہ بہنے لگا (بوجہ پسینہ آنیکے) اور اس کا تنگ پسینہ کی جھاگ کے باعث تر ہوگیا -

۶۹- وہ گھوڑا (گردن بلند کرتے وقت گویا) بلندی کی طرف چڑھتا ہے - اور باگ کھینچنے کیوقت قدم مارتا ہے - اور (بسبب نشاط) بائیں طرف میلان کرتا ہے - اور جس وقت (میدان جنگ میں) جدوجہد کرتا ہے - تو ایسی کرتا ہے - جیسے کہ جماعت کبوتران میں ایک کبوتر بانی کی طرف -

۷۰- بہت سی ایسی نامعلوم جگہیں ہیں جہاں کے مسافر بہت ہیں - جہاں کی بخشش کی امید کی جاتی ہے - اور جہاں کے عیب و عار سے خوف کیا جاتا ہے (یہ اشارہ ہے اس فخر کی طرف جو اسکو بوقت مناظرہ با ربیع بن زیاد جو نعمان بن منذر شاہ عربستان کی محفل میں حیرہ تھا - حاصل ہوا تھا)

۷۱- وہ لوگ موٹی گردن والے ہیں (یعنی اطاعت نہ کرنیوالے) اور بسبب پرانے کینوں کے (جو ان کے درمیان واقع ہے) بعض بعض کو ڈراتے ہیں - گویا کہ وہ وادی بدی کے جن ہیں - بحالیکہ ان کے قدم مضبوط ہیں - (تو ایسے لوگوں پر میں غالب آیا)

۷۲- میں نے ان کے باطل (دعووں) کا انکار کیا - اور ان کی اس بات کا جو میرے نزدیک حق تھی اقرار کیا - پس اُن کے بزرگ مجھ پر غالب نہ آسکے -

۷۳- کئی ایک ذبح کرنے والی اونٹنیاں ہیں جو قمار بازوں کی اونٹنیوں کے مستحق ہیں (ایسی گرامی قدر ہیں کہ ان پر قمار بازی ہو -) جن کے ہلاک اور ذبح کرنے کے لئے ہیں نے (یاروں کو) ... قمار بازی کے تیروں کے ساتھ بلایا جن کے جسم ایک دوسرے کے مشابہ ہیں (تیروں کے ساتھ قرعہ اندازی کرتے ہیں - جو اونٹنی قرعہ میں آجائے اسکو ذبح کرتے ہیں)

۷۴- میں ان تیروں کے ساتھ ہر ایک بچہ نہ جننے والی (جس کا گوشت بہت ہوتا ہے -) یا بچہ دار (جو گراں قدر مال ہوتا ہے) اونٹنی کے (ذبح کرنے کے) لئے (یاروں کو) بلاتا ہوں - تاکہ اس کا تمام گوشت ہمسایوں کو تقسیم کیا جائے -

۷۵- پس (گوشت تقسیم کرنے بعد) مہمان و ہمسایۂ غریب (خوش حالی میں) ایسے ہیں کہ گویا وہ تہر

تبالہ (یمن میں شہر ہے معروف بفراخ سالی) میں اترے ہوئے ہیں جس کی پست زمینیں فراخی اور سرسبزی کی حالت میں ہیں۔

۷۶۔ میرے خیمہ کی رسیوں کی طرف ہر ایک غریب و ناتوان عورت پناہ لیتی ہے جو اس اونٹنی کی مانند ہے جس کو مردہ کی قبر پر باندھتے ہیں۔ (جاہلیت میں ان کا دستور تھا۔ کہ اونٹنی والا جب مر جاتا تو اس کی قبر پر اونٹنی کو باندھ دیتے وہ بیچاری بھوک پیاس کے مارے وہاں کئی دنوں کے بعد مر جاتی۔ ان کا یہ گمان تھا۔ کہ اس کا مالک اس پر سوار ہو کر قبر سے باہر نکلیگا) اور اس عورت کے پرانے کپڑے کوتاہ ہیں۔ ۷۷۔ محتاج لوگ اس وقت جب کہ مختلف ہوائیں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں۔ (موسم سرما میں) اپنے بڑے بڑے پیالوں کو شوربے سے بھرپور کر لیتے ہیں (جیسے کہ اوپر کوئی تاج پہنایا گیا ہو) اور وہ پیالے نہروں کی مانند ہیں۔ جن پر ان کے یتیم اترنے والے ہیں۔

۷۸۔ بے شک ہم لوگ اس وقت جب کہ لوگوں کی جماعتیں اکٹھی ہوں۔ ایسے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک وہ مرد جو کارہائے بزرگ کو لازم پکڑنے والا ہے۔ اور (ان کاموں پر) تکلیف برداشت کرنے والا ہے۔ ان پر سرداری کرتا ہے۔

۷۹۔ وہ مال غنیمت کو ان کے ہاں تقسیم کرنے والا ہے۔ قوم کو ان کا حق دیتا ہے رئیس مطلق ہے۔ اور (کبھی کبھی اپنے اختیار سے) انکے حقوق کو کم کر دیتا ہے۔

۸۰۔ یہ (تقسیم کرنا) بطور اسکے فضل و کرم کے ہے۔ وہ صاحب بخشش ہے۔ کہ (ہمنشینوں کی) سخاوت پر اعانت کرتا ہے۔ سخی جوانمرد ہے۔ بہت سی مرغوب عطاؤں کو حاصل کرنے والا ہے۔ اور بہت سی غنیمت لینے والا ہے۔

۸۱۔ وہ ایسی قوم سے ہے۔ کہ جن کے لئے ان کے اباواجداد نے کوئی سنت و طریقہ نیک مقرر کیا ہے۔ اور (حق یہ ہے کہ) ہر ایک قوم کا کوئی طریقہ ہوتا ہے۔ اور اس کا پیشوا۔

۸۲۔ اگر وہ (دشمن سے) ڈریں۔ تو ان کے نزدیک ان کی خودیں اور نیزے (یا زرہیں) پھینک دئے جاتے ہیں۔ درحالیکہ وہ زرہیں۔ جن کے ہاں سے یہ زرہ ہے۔ ستاروں کی مانند چمکتی ہیں۔

۸۳۔ وہ (اپنی آبرو کو خراب کرکے) زنگ آلودہ نہیں ہوتے۔ نہ انکے افعال تباہ ہوتے ہیں۔ بوجہ موافقت باعقل) کیونکہ ان کی عقلیں انکی خواہشوں کے ساتھ ادھر ادھر میلان نہیں کرتیں۔

۸۴۔ پس جو شاہنشاہ برحق (خدائے پاک) نے تقسیم کر دیا ہے۔ اس پر قناعت کر۔ کیوں کہ خصلتوں کے جاننے والے نے ہی ان کو ہمارے درمیان بانٹا ہے۔

۸۵۔ جس وقت قوم کے درمیان امانت و دیانت تقسیم کی گئی (یعنی روزِ ازل) تو اس امانت کے تقسیم کنندہ (حق تعالے) نے ہمیں مکمل اور وافر حصہ بخشا۔

۸۶۔ پس اس نے ہمارے واسطے (بزرگی کا) ایک گھر بنایا۔ جس کی چھت بلند ہے۔ سو اسکی طرف اس قوم کے چھوٹے بچے اور درمیانی عمر کے جوان بلند ہوئے

۸۷۔ پس یہ لوگ سعی کرنے والے ہیں۔ جب کہ قوم ڈرائی جائے (یعنی ان کا خوف رفع کرنے میں کوشش کرتے ہیں۔) یہی لوگ سواران و فرمانروایانِ قوم ہیں۔

۸۸۔ یہی لوگ ان کے ہاں پناہ لینے والے اور ان بیوہ عورتوں کے لئے جن کی مدت عدت کا سال دراز ہو جائے۔ بطور موسم بہار کے ہیں (جاہلیت میں عورت کی عدت ایک سال تھی بعد میں اسلام کے اندر چار ماہ دس روز ہو گئی)

۸۹۔ یہ لوگ بطور قوم کے ہیں۔ (یعنی دوسرے کی امداد میں قوم بن کر لڑتے ہیں اس کراہت کی وجہ سے) کہ کہیں حاسد قبیلہ (ایک دوسرے کی مدد میں) تاخیر کرے۔ یا لئیماں قبیلہ دشمن کیطرف میلان کریں۔ (یا یہ کہ ان کے اندر کوئی حاسد نہیں ہے۔ جو دوسرے کی امداد میں دیر کرے۔ اور نہ کوئی لئیم اور برا آدمی ہے۔ جو دشمن سے مل جائے۔)

انتخاب از مجموعۂ نبہانیہ فی مدائح نبویہ (تیسرا حصہ)

نوٹ یہ ایک بے نظیر مجموعہ ہے۔ جو دو سو تیرہ قصائد شعرائے نامدار و بلغائے کامگار در بارہ مدح سید مختار علیہ الصلوٰۃ پر حاوی ہے۔ منجملہ ان کے مشہور ترین یہ ہیں۔ امام ابوصیری۔ مقری۔ منصوری اندلسی۔ نابلسی۔ جزری۔ خفاجی۔ ابن عربی۔ زمخشری وغیرہم۔ گویا سب کے سب ائمہ ادب اور رضا سخان بلاغت ہیں۔ جن کے نام اسوقت تک صفحۂ روزگار پر مثل روز روشن درخشاں ہیں۔ تمام ابیات پچیس ہزار سے زاید ہیں۔ اس مجموعہ کا جمع کرنے والا ایک شخص نامور بنام شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی ہے۔ جو عاشقان جمال محمدی سے گزرا ہے۔ اس کی اور تصانیف مثل انوار محمدیہ و

فضائل محمدیہ وغیرہا بھی موجود ہیں -

قصیدہ بانت سُعاد

اس کا قائل کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ ہے جو سنکہ ھ میں فوت ہوا تھا - یہ قصیدہ بانت سعاد کے نام سے مشہور ہے - اور بردہ کے نام سے بھی موسوم ہے کیونکہ اس پر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس قصیدہ کے پڑھتے وقت اپنی چادر مبارک ڈالی تھی - (بردہ چار یمنی کو کہتے ہیں - قصیدے کی وجہ تسمیہ الشعر والشعراء میں گذر چکی ہے - اور یہاں کے بارہ اشعار نمبر ۱-۲-۹-۱۰-۱۲-۳۹-۴۱-۴۲-۵۲-۵۳-۵۴-۵۸ بھی وہاں مشرح ہو چکے ہیں -)

نوٹ - یہ قصیدہ نہایت ہی سے بلاغت سے معمور ہے اور بزرگوں کے نزدیک غایت تاثیر رکھتا ہے یہ تین اقسام پر مشتمل ہے اول تشبیب یعنی محبوب کی صفات ولوازمات کا ذکر کرنا اور اسی طرح محب کا یہ شعر نمبر ۳۸ تک چلی جاتی ہے - دوم مدح جناب رسالتمآب علیہ السلام تا شعر نمبر ۵۲ - سوم مدح اصحاب یعنی مہاجرین یہ بحر بسیط سے ہے - وزن اس کا مستفعلن (یا مفاعلن) فاعلن مستفعلن - فاعلن دو بار ہے مگر دوسرا فاعلن بوجہ زحاف کے فعِلن مستعمل ہوگا - اور کبھی فعْلن -

۱ معشوقہ سعاد جدا ہوگئی - پس آج کے دن میرا دل ہلاک ہوگیا ہے - اس کے نشان قدم نے مجھے مطیع کیا ہوا ہے - اس سے اسکو رہائی نہیں ہوئی بلکہ قید میں ہے -

۲ - صبح فراق جب کہ وہ معشوقہ اور اسکے قبیلے کے لوگ کوچ کرنے لگے - تو وہ (ہرن کی طرح) گنگنانے سی آواز والی - آنکھیں جھکائے ہوئے اور سرمہ لگائے ہوئے تھی -

۳ - سامنے آتے وقت وہ نازک بدن وپتلی کمر والی (معلوم ہوتی) ہے اور پیٹھ پھیرتے وقت بڑے سُرین والی نہ اس کی لمبائی اور چھوٹائی میں کوئی شکایت ہے (بلکہ درمیانی قامت کی ہے)

۴ - جب وہ تبسم کرتی ہے - تو اپنے سامنے کے سفید وچمکدار دانت ظاہر کرتی ہے گویا کہ وہ ایسے ہیں، کہ شراب سے پہلی مرتبہ اور (نہ سیراب ہونے کی وجہ سے) دوسری مرتبہ پئے گئے ہیں (یعنی ایسے لذت دار ہیں جیسے کہ کوئی شراب کو کئی مرتبہ پیتا ہے)

۵ - وہ شراب ایسے ٹھنڈے پانی کے ساتھ ملائی گئی تھی - جو کسی وادی کے موڑ سے لیا گیا تھا -

جو رنگ میں صاف تھا۔ کنکریوں دار نالے میں تھا۔ بوقت چاشت لیا گیا تھا۔ اور جس پر باد شمال (جو نہایت سرد ہوتی ہے) چلی ہوئی تھی۔

۶۔ ہواؤں نے اس (پانی یا نالے) سے خس و خاشاک کو دور پھینک دیا ہے۔ اور نہایت سفید پہاڑوں (یا بادلوں) نے رات کے بادل کی بارش سے اسکو بھر دیا ہے۔

۷۔ وہ محبوبہ از روئے دوستی کے نیک و بزرگ ہے۔ مگر کاش وہ اپنے وعدوں میں سچی ہوتی اور نصیحت و خیر خواہی (اسکے ہاں) قبول ہوتی (تب تو وہ نہایت ہی کاملہ ہوتی۔

۸۔ لیکن وہ ایسی دوستی (والی) ہے۔ کہ اسکے خون سے مصیبت پہنچانا۔ جھوٹی خبر دینا۔ خلاف وعدہ کرنا اور (دوستوں کو) بدل دینا۔ آمیزش کر گئے ہیں۔

۹۔ پس وہ جس حالت میں رہتی ہے اس پر ہمیشگی نہیں کرتی۔ بلکہ ایسی بدلتی رہتی ہے جیسے چھلاوہ اپنے مختلف کپڑوں (اور رنگتوں) میں رنگ بدلتا رہتا ہے۔

۱۰۔ جس وعدے کا وہ یقین دلاتی ہے اس پر مضبوطی نہیں کرتی۔ بلکہ ایسے ہے جیسے چھلنیاں پانی کو روک دیتی ہیں۔ (یعنی بالکل نہیں)

۱۱۔ سو جس چیز کی وہ تمنا دلاتی اور وعدہ کرتی ہے اس پر دھوکے میں نہ آجانا۔ کیونکہ دل کی تمنائیں اور خواب (انسان کے لئے سراسر) گمراہی ہیں۔

۱۲۔ عرقوب (عرب میں خلاف وعدہ میں ضرب المثل تھا) کے وعدے اس کے وعدوں سے جو سراسر جھوٹ ہیں۔ بطور مثال کے ہیں۔

۱۳۔ (پھر بھی) میں امید رکھتا ہوں۔ کہ اس کی دوستی و وصل میرے قریب ہوگا۔ اور جو میں اپنے نزدیک تیری (اے محبوبہ) طرف سے خیال کرتا ہوں۔ وہی عطا و بخشش ہے (یعنی وصال ہے مطلب یہ ہے کہ اصل میں تیرا وصال بطور خیال ہے خواہ میں امید بھی رکھوں اس شعر میں صنعت التفات رکھی ہے۔ اپنے واسطے تو بجائے مخاطب کے متکلم اور محبوبہ کے لئے بجائے غیب کے مخاطب کا صیغہ استعمال کیا ہے۔

۱۴۔ سعاد ایسی سرزمین میں چلی گئی (یا شام کے وقت داخل ہوئی) جہاں (مجھے) سوائے گرامی اور نجیب قوی و تیز اونٹوں کے کوئی نہیں پہنچائیگا۔

۱۵- وہاں تک سوائے ایک لمبی چوڑی اور خراب اونٹنی کے جو باوجود تھک جانے کے تیز رفتاری سے چلتی ہے کوئی نہیں لے جائیگا۔

۱۶- وہ اونٹنی جب کہ اس کو پسینہ آتا ہے۔ ہر ایک ایسی اونٹنی کی جنس سے ہوتی ہے جس کے کانوں کا پچھلا حصہ زور سے پانی بہاتا ہے۔ اور وہ نامعلوم اور مٹے ہوئے رستوں کے نشانوں سے واقف ہے۔

۱۷- جس وقت سنگلاخ زمینیں اور بڑے لمبے چوڑے ٹیلے ریگ (بوجہ سخت گرمی) چمکنے لگتے ہیں تو وہ اونٹنی پوشیدہ راستوں کو اپنی آنکھوں سے ایسا دیکھتی ہے جیسے وہ سفید رنگ والا جنگلی بیل جو (اپنی ماں سے) علیحدہ ہوتا ہے۔ (اسوقت اس کی آنکھ نہایت ہی تیز ہوتی ہے)

۱۸- اس کے قلادہ (یعنی سینہ یا گردن) کی جگہ پر انا گوشت ہے۔ اور قید (رسی سے باندھنے کی جگہ یعنی ٹانگیں لمبی لمبی ہیں۔ اور باقی سانڈنیوں کے بیٹوں (یعنی اولاد اونٹنیوں) سے اپنی خلقت میں زیادہ ہے۔ (پہلے مصرع کی تشریح لبعہ اعتراض الشعر والشعرا میں آچکی ہے)

۱۹- وہ موٹی گردن والی اور بڑے رخساروں والی نہایت ہی سخت بڑے قدوقامت والی جیسے کہ نر ہوتا ہے دونو پہلو وسیع رکھنے والی اور دراز گردن (یا لمبے چوڑے قدموں والی) ہے

۲۰- اس کا چمڑہ کچھوے کی کھال کی مانند ہے۔ جسکو شکستہ (بھوک کی ماری) چیچڑی جو اسکے ہر دو ظاہر پہلو پر بیٹھتی ہے۔ خراب نہیں کرتی (یعنی خون چوسنے سے اسکے اندر نشان نہیں ڈالتی) ہے

۲۱- وہ پہاڑ کے علیحدہ نکلے ہوئے ٹکڑے کی مانند ہے (قوت وصلابت کی روسے) اسکا بھائی نازروے کرامت اصل) اسکے باپ کے مشابہ ہے۔ (یا فی الاصل رشتہ میں ہی ایک ہی جانتے ہیں۔ جیسے کہ جانوروں میں بعض اوقات اتفاق ہو جاتا ہے۔) وہ خالص نسب والی ہے۔ اس کا چچا (خلوص نسب میں) اس کے ماموں جیسا ہے طویل پشت و گردن۔ اور سبک رفتار و تیز گام ہے۔

۲۲- چیچڑی اس پر چلنے لگتی ہے۔ لیکن وہاں سے اسکو سینہ اور کمر جو نہایت ہی پاک صاف ہیں پھسلا کر گرا دیتے ہیں۔

۲۳- وہ قوت و سختی میں) جنگلی گدھے کی مانند ہے۔ اسکے اطراف بازو گوشت سے بھرے ہوئے ہیں۔ (گویا ایک دوسرے پر بوجہ پری کے پھینکے جاتے ہیں۔ اور سینے کے متصل حصے (ہڈیاں وغیرہ) سے اسکی کہنی علیحدہ رہتی ہے۔

۲۴۔ گویا اس کے چہرے کا وہ حصہ جو اس کی دونوں آنکھوں اور جائے ذبح (سینہ) (یعنی نکیل والی جگہ اور ٹھوڑی (اور ڈاڑھی) کی ہر دو ہڈیوں کے درمیان ہے۔ المبرطیل ہے (لوہے یا پتھر کا لمبا سا ہتھیار ہوتا ہے جس سے چکی کو تیز کرتے ہیں۔ تشبیہ طوالت و صورت یا قوت و صلابت میں ہے)۔ ۲۵۔ وہ اپنی دم کو (موٹائی اور طول میں) اس شاخ خرما کی مانند ہے جس پر کوئی چیز نہ لگی ہو۔ پیچیدگی کے ساتھ پھیرتی ہے۔ پستان کے اوپر اس کے گچھے دار بال ہیں۔ جسکے سوراخ اس (پستان) کو کم نہیں کر دیتے (یعنی دودھ نکلتا رہتا ہے رُکتے نہیں لیکن اس سے پستان خالی نہیں رہ جاتے۔ یہ اس کی قوت رفتار کی دلیل ہے۔)

۲۶۔ وہ محدب (عقاب جیسی) ناک والی ہے۔ صاحب العبارت (یا جو اسے دیکھے) کے لئے اسکے دونو کانوں میں کھلی بزرگی ہے اور اسکے رخساروں میں نرمی اور کشیدگی ہے۔

۲۷۔ وہ نہایت ہی بے پرواہی کی حالت میں اپنی (ٹھوس و خشک نیزوں جیسی) لچکدار ٹانگوں پر جن کا زمین پر مس کرنا محض قسم توڑنے اور اس کو کھولنے کے لئے ہے (یعنی بہت ہی قلیل ہے بوجہ اسکے ٹانگوں کے زمین سے اوپر رہنے کے) تیز رفتاری سے چلتی ہے)

۲۸۔ وہ ٹانگیں ایسی ہیں۔ کہ ان کے سم کے متصل کے پٹھے گندم گون نیزوں کی مانند ہیں (سختی و صلابت میں) وہ کنکریوں کو پراگندہ کر دیتی ہیں۔ ان کو نعل باندھنا بلند ٹیلوں کی چوٹیوں سے ان کو نہیں بچاتا (یعنی چونکہ وہ مضبوط ہیں۔ اور ان کے پاؤں نہیں گھستے اس لئے نعل بندی کی ضرورت ہی نہیں۔ ان کے ہاں دستور تھا کہ کنکریوں سے بچنے کے لئے پاؤں کے نیچے چمڑہ کا ایک ٹکڑا باندھا کرتے

رفتار اسکو پسینہ آتے وقت (یعنی شدت حرارت میں)

۲۹۔ گویا اسکے اگلے پاؤں کی سرعت

جب کہ سراب چھوٹے چھوٹے پہاڑوں پر اوڑھنی کی طرح پڑے ہوئے ہیں۔ (کان کی خبر اسکے

بعد تیسرے شعر میں آئے گی ہے یعنی ذراعا عطیل الخ ایسی عورت کی مانند جو۔۔۔۔)

۳۰۔ جس دن کہ گرگٹ سورج کی تپش میں جلتا ہے۔ (معلوم ہے کہ جس طرح سورج جاتا ہے گرگٹ اسی طرف جاتا ہے۔ اور اسکی حرارت کی وجہ سے مختلف رنگ بدلتا رہتا ہے۔) گویا اس دن وہ

چیز جو سورج کے سامنے کھلی ہوئی ہو ایسی روٹی کی مانند ہے جو خاکستر گرم پر پکائی جائے۔

۳۱۔ اور وہ دن ایسا تھا۔ کہ قوم (کے اونٹوں) کا حدی خوان (سرود سے اونٹوں کو ہانکنے والا)

ان سے اس وقت کہتا تھا جب کہ خاکستر رنگ کی ٹڈیاں (اتر رہنے کے خیال سے کیونکہ وہ اس شدت حرارت سے بہت تھک گئی تھیں) چھوٹی چھوٹی کنکریوں کو پاؤں سے حرکت دیتی تھیں۔ کہ ذرا اب دوپہر کو آرام لے لو۔ (۳۲) یہ دن کی بلندی کا وقت تھا۔ (گویا حرارت شدید تھی) ایسی اونٹنی کی ٹانگیں (جس کا ابھی ذکر ہوا ہے) اس طویل قامت درمیانی عمر عورت کی طرح ہیں۔ جو (اپنے بچے کی موت کا حال سنکر اپنے منہ پر پیٹنے کے قصد سے) کھڑی ہو گئی اور اس حالت میں باقی عورتیں بھی جنکے بال بچے زندہ نہیں رہتے تھے (بوجہ تازگی غم) اس عورت کو (نوحہ وغیرہ کرنے سے) جواب دیتی تھیں۔

۳۳۔ وہ عورت بہت ہی ماتم کرنیوالی تھی۔ اور ڈھیلے بازوؤں والی ہونے کے باعث وہ تیزی سے حرکت کر سکتی تھی) جب خبر مرگ پہنچانے والوں نے اس کے سب سے اول پیدا شدہ بچے کی موت کی خبر پہنچائی۔ تو بے عقل و ہوش ہو گئی۔

۳۴۔ وہ عورت (بوجہ عقل گم ہونے کے) اپنی ہتھیلی (کی انگلیوں کے پوروں) سے اپنے سینہ کو چیرتی پھاڑتی تھی۔ اور اس کی ہنسی کی جانب سے اس کی قمیص بہت سارے ٹکڑوں کی خاطر پھٹی ہوئی تھی

۳۵ چغلی خور ایسی محبوبہ (جس کی تعریف بمعہ جملہ مشبہ بہ کے گذر چکی ہے) کے ہر دو جوانب (پر مرے جانے) کی چغلی مارتے ہیں۔ اور ساتھ ہی وہ کہتے ہیں کہ اے ابن ابوسلمی (مراد کعب شاعر سے ہے یہاں اپنے دادا کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اصل نسب یوں ہے۔ کعب بن زہیر بن ابوسلمی) تو تو بس ابھی قتل کیا جائیگا۔ (کیونکہ رسول اللہ نے اس کا خون حلال کر دیا تھا)

۳۶۔ اور جس دوست کے ہاں میں (حفاظت کی) امید رکھتا تھا۔ وہ مجھے کہتا تھا کہ میں تو ہرگز تجھے (اس مصیبت سے) نہیں بچا سکتا۔ کیونکہ میں (اپنے ذاتی امور میں پھنسکر) تیرے ساتھ شغل میں نہیں رہ سکتا

۳۷۔ اس پر میں نے (ان دوستوں سے) کہا کہ خدا کرے کہ تمہارا باپ نہ ہو (بطور مذمت ہے یا مدح) میرا راستہ چھوڑ دو کیونکہ جو کچھ رحمت کرنے والے خدا نے مقدر کیا ہے۔ وہ ضرور ہو کر رہے گا۔

۳۸۔ ہر ایک آدمی خواہ اسکی (آفات وغیرہ سے) سلامتی درازہی کیوں نہ ہو۔ کسی نہ کسی جنازہ پر اٹھایا جائیگا۔ (یعنی مر کر دفن ہوگا)

۳۹۔ مجھے اطلاع ملی ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے وعید و خوف دیدیا ہے حالانکہ آپ کے نزدیک تو عفو کی امید ہوتی ہے۔

۴۰۔ خیر میں تو اب آپ کے پاس عذر پیش کرنے کیلئے آیا ہوں آپ ہی کے نزدیک معافی قبول ہو سکتی ہے۔

۴۱۔ آپ ذرا مہلت فرماویں۔ آپ کو وہ ذات ہدایت دے (یا ہدایت کی ہے) جس نے آپ کو ایسا

قرآن جس کے اندر نصیحتیں اور احکام کی تفصیل ہے بطور نعمت زائدہ (علاوہ علوم نبویہ) کے دیا ہے

۴۲۔ آپ مجھے ان چغل خوروں کی بابت سن کر نہ پکڑیں۔ میں نے تو کوئی گناہ نہیں کیا۔ گو

میرے بارے میں باتیں بہت مشہور ہیں۔

۴۳۔ بخدا میں آپ کی ایسی مجلس میں ٹھیرا ہوں۔ جہاں اگر کوئی ہاتھی اس بات کو دیکھنے سننے کے

لئے جس کو میں سنتا ہوں کھڑا ہوا۔

۴۴۔ تو وہ جب تک خدا کے حکم سے آپ اسکو عنایت امن وامان نہ بخشیں۔ کانپتا رہے۔

۴۵۔ میں وہاں کھڑا رہا حتی کہ میں نے اپنا ہاتھ (نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے) اس دست مبارک

پر رکھا۔ جو (کفار سے) انتقام لینے والا ہے۔ اور جو معتبر قول والا ہے۔ اس حالت میں کہ میں ان کے

احکام کی تعمیل میں، ذرا نزاع نہیں کرتا تھا۔

۴۶۔ جس وقت میں آپ سے کلام کرتا تھا۔ جب کہ مجھے کہا تھا کہ آپ تجھ سے نسب کی بابت

سوال کرنے والے ہیں تو آپ میرے نزدیک زیادہ ہیبت ناک تھے۔

۴۷۔ بہ نسبت اس شیر ببر کے جو مقام عثر (مشہور جگہ ہے جہاں کثرت سے درندے رہتے ہیں)

کے نیستاں میں داخل ہونے والا ہو۔ اور جسکے مسکن میں جھنڈدار درخت نے یکے بعد دیگرے ہیں۔

۴۸۔ اپنے بچوں کے لئے شکار کی طلب میں) یہ صبح کو جاتا ہے بس دونو بچوں کو گوشت کھلاتا

ہے۔ ان کی خوراک بہت سارے انسانوں کا وہ گوشت ہوتا ہے۔ جو زمین پر پڑا رہے (بوجہ اس کی

بے پرواہی کے) اور ریزہ ریزہ ہو۔

۴۹۔ جب یہ شیر اپنے کسی ہمسر سے مقابلہ کرتا ہے تو اسکے لئے یہ بات حلال اور مناسب نہیں ہے

کہ اس کو یونہی چھوڑ دے۔ ہاں مگر اس وقت جب کہ وہ ہمسر زمین پر چت گر جائے۔

۵۰۔ وسیع جنگل کے درندے اسکے خوف سے چپ چاپ رہتے ہیں۔ اور انسان یا پیادہ اس کی وادی

میں نہیں چل سکتے (ضامرہ غلط چھپا ہے ضامزہ چاہیئے)

۵۱۔ وہ آدمی جس کی شجاعت پر اعتبار ہو وہ لبد اس سے کھائے جانے کے اس کی وادی

میں ہمیشہ ایسا پڑا رہتا ہے کہ اسکے ہتھیار اور پرانے کپڑے اِدھر اُدھر پھینکے ہوئے ہوتے ہیں۔

۵۲ - رسول اللہ صلعم بے شک منجملہ خدا کی تلواروں کے ایسی ہندی تلوار ہیں جو نیام سے باہر کھینچی گئی ہے۔ آپ ہی سے روشنی حاصل کی جاتی ہے (سیف کی بجائے بعض جگہ نور آیا ہے جو نہایت صحیح ہے)

۵۳ - آپ قریش (مراد مہاجرین خصوصاً) کے نوجوان اور سخی مردوں میں تھے جب کہ ان میں سے کہنے والے نے بمقام وادی مکہ بوقت ان کے اسلام لانے کے کہا تھا - کہ یہاں سے چلے جاؤ (قائل حضرت عمر رض تھے - واقعہ ہجرت کی طرف اشارہ ہے)

۵۴ - تو وہ (مکہ سے مدینہ کو) سب چلے گئے - سوائے نکمے اور لڑائی کے دن بیکار آدمیوں کے اور سوائے خالی ہاتھ اور بے سلاح مردوں کے - سو وہ نہ گئے -

۵۵ - یہ لوگ بلند بینی والے تھے (بوجہ رفعت مرتبہ) نہایت بہادر تھے لڑائی کے اندر ان کا لباس وہ کرتے تھے (زرہیں یعنی) جو حضرت داؤد کے ہاتھ کے بنائے ہوئے تھے (لوہے کو خدا نے انکے ہاتھ میں مسخر کر دیا تھا اسلئے ان کو زرہ سازی کے کام میں بہت مہارت تھی - قرآن شاہد ہے)

۵۶ - وہ زرہیں صاف چمکدار اور فراخ و طویل تھیں - انکے حلقے ایک دوسرے کے اندر خوب داخل کئے گئے تھے - اور ایسی معلوم ہوتی تھیں کہ گویا وہ درخت قفعا (جس کے اندر انگوٹھی کی طرح حلقے نکلتے ہیں) زمیں پر کشادہ ہو کر پھیل جاتا ہے) کے حلقے ہیں اور ان کی ساخت نہایت ہی محکم ہے -

۵۷ - جب کسی قوم کو ان کے نیزے لیں - تو یہ خوش نہیں ہوتے - اور نہ ہی جب ان کو کوئی دوسرا لے - یہ جزع فزع کرتے ہیں -

۵۸ - یہ لوگ سفید اونٹوں کی طرح چلتے ہیں - اور ضرب تلوار ان کو اس وقت بچاتی ہے - جب کہ دوسرے سیاہ اور پست قد آدمی (اشارہ بانصار) بھاگ جائیں -

۵۹ - نیزہ کا زخم ان کے سینوں پر ہی لگتا ہے (نہ کہ پشتوں پر جب وہ شکست کھا کر بھاگیں) - اور نہ ہی موت کے حوضوں (اور جگہوں) سے یہ منہ پھیرتے ہیں -

انتخاب از دیوان ابو تمام (جزو اول)

نوٹ - حبیب بن اوس طائی مشہور بہ ابو تمام عہد خلافت مامون و معتصم بالله کا مشہور شاعر ہے

بحتری تبنی جیسے شاعروں کا سا پایہ رکھتا ہے۔ اسی نے حماسہ جمع کیا تھا۔ اور بڑی دانائی ہے اس کی تربیت دی تھی تبریزی لکھتا ہے کہ حماسہ جمع کرنے میں اسکی شاعری کا مذاق بہ نسبت اسکے اپنے دیوان کے زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ شاعری تمام بدائع صنائع سے بھری ہوئی ہے تجنیس۔ طباق وغیرہ کا کوئی شمار نہیں۔ سن وفات ۲۳۱ھ۔ (ہم نے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے کلام کی شاعرانہ خوبیوں کا ذکر ارادتاً نہیں کیا۔ ورنہ۔ ہر ایک شعر میں بہت ساری محسناتِ کلام موجود ہیں)

(۱)۔ امیر المومنین معتصم باللہ ابو اسحاق محمد بن ہارون رشید کی مدح کہتا ہے۔ اور عموریہ (روم میں مشہور شہر ہے۔ یہاں بڑا بھاری قلعہ تھا۔ رومیوں کا سلمح نظر تھا۔ یہاں کے بادشاہ توفل بن میخائیل جسے انگریزی میں تھیوفائیلس کہتے ہیں نے مسلمانوں پر حملہ کیا تھا۔ اور بہت سارے ان میں سے قتل کئے تھے۔ اس لئے معتصم نے اس قلعہ پر چڑھائی کی پہلے ان کا دوسرا مشہور قلعہ القرۃ لیا۔ اسکے فتح کرنے کے بعد یہ لیا۔ یہ واقعہ ۲۲۳ھ کا ہے) کی فتح کا ذکر کرتا ہے)

۱۔ تلوار کتابوں کی نسبت زیادہ سچی خبر دینے والی ہے۔ اس کی دھار میں کھوٹے پن اور کھرے پن میں حدِ فاصل یعنی امتیاز ہو جاتا ہے۔

۲۔ یہ تلواریں سفید و چمکدار صفحوں یعنی پھلوں والی ہیں۔ نہ کہ سیاہ صحیفوں یعنی کاغذوں والی ان کی سطحوں میں شک و گمان واضح یا دور ہو جاتا ہے۔

۳۔ دونوں لشکروں کے مابین نشان جو چمکدار نیزے (مانند شہاب ثاقب) میں ہوتا ہے روشن و درخشاں ہوتا ہے۔ نہ کہ سات چمکدار ستاروں میں۔

۴۔ وہ (نجومیوں کی) روایت اور نجومی لوگ کہاں ہیں۔ نیز وہ جھوٹ اور فضول باتیں جو انہوں نے ملمع کرکے بنائی تھیں۔ (جنگ کی تیاری کے وقت نجومیوں نے طالع کی نحوست کی اطلاع دی تھی۔)

۵۔ انہوں نے یہ سب باتیں انگل پچو اور نبع و غرب بنا کر کہی تھیں۔ جب ان کا شمار و اعتبار کیا جائے تو وہ بالکل کھوٹی تھیں۔ (نبع ایک درخت ہوتا ہے جس سے کمان بناتے ہیں۔ اور غرب حجازی درخت ہوتا ہے۔ خاردار اس سے تیر بناتے ہیں۔ ان سے آگ ہرگز نہیں نکل سکتی۔ جودت رائے کے موقعہ پر یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں)

۶۔ ان نجومیوں نے عجب روایتیں کی تھیں اور زعم کیا تھا۔ کہ بس اب اس ماہ صفر یا رجب میں

ایام خلافت ان سے (شتر مرغ کی چال کی طرح) دور بھاگ جائیں گے۔

۷۔جس وقت مغربی دم دار ستارہ ظاہر ہوا تھا۔ تو انہوں نے لوگوں کو سیاہ و شدید مصیبت سے ڈرایا تھا۔ ۸۔جو چیز انقلاب پذیر یا غیر انقلاب پذیر تھی۔ اسکو اعلٰے برجوں کے اندر ترتیب کیسا تھ بنایا تھا

۹۔ان برجوں کے ذریعے امور کا فیصلہ کرتے تھے۔ حالانکہ وہ خود غافل تھے۔ کہ ان (برجوں کے اندر) کیا آسمان اور کیا قطب ستارہ گردش کرتے تھے (در اصل قطب وہ ہے، جسکے گرد کوئی شے پھرے)

۱۰۔اگر یہ برج کسی امر کا اسکے وقوع سے پیشتر بیان کر سکتے۔ تو پھر اس بات سے خوف کیا جاتا۔ (جو ان کفار کے) بتوں اور صلیبوں پر نازل ہوتی (یعنی ان کو اپنے بتوں اور صلیبوں کی بابت نہیں ڈرنا چاہئے تھا)

۱۱۔یہ تمام فتوحات میں سے ایک (عمدہ) فتح ہے۔ اور اس بات سے بالاتر ہے کہ کوئی شاعرانہ نظم یا خطبہ وار نثر اس (کی خوبی) کا احاطہ کر سکے۔

۱۲۔یہ ایسی فتح ہے کہ آسمان کے دروازے اسکی خاطر کھولے جاتے ہیں۔ اور زمین اپنے نئے اور پاکیزہ کپڑوں میں جلوہ گر ہوتی ہے۔

۱۳۔اے عموریہ کی جنگ کے دن! سب کی سب امیدیں جو (شہد کے دہنے کی طرح) شیریں تھیں تجھ سے ہٹ گئیں

۱۴۔تو نے مسلمانوں کا بخت بلندی تک قایم رکھا، اور مشرکوں اور شرک کے گھر کو پستی میں لے گیا۔

۱۵۔یہ قلعہ ان (رومیوں) کے لئے بطور ماں کے تھا۔ اگر وہ چاہتے کہ اس پر کوئی چیز فدا کی جائے تو (اپنی) ہر ایک نیک ماں و باپ کو اس پر قربان کر دیتے۔

۱۶۔یہ قلعہ زن پاکیزہ و بزرگ مرتبہ (جس کے ساتھ لوگ بیٹھ کر باتیں کریں برزہ پہاڑ کی اوپر کی کو بھی کہتے ہیں) کی مانند تھا۔ جس کی ریاضت (مشقت یا مضبوطی) نے نوشیرواں (جیسے آدمی) کو عاجز کر دیا تھا۔ اور ابو کرب (کنیت اسعد تبع۔ اس خاندان کا یہ شخص نامور قومی بہادر گزرا ہے یمن میں یہودیت اسی نے قایم کی تھی۔ اسی کے خاندان سے ملکہ بلقیس تھی) سے بالکل منہ پھیر دیا۔

۱۷۔عہد سکندر اور اس سے بھی پیشتر راتوں کے آگے کے بال بوڑھے یعنی سفید ہو گئے ہیں لیکن یہ بوڑھی نہیں ہوئی تھی۔ (یعنی عورت مشابہ بہ عموریہ)

۱۸۔یہ قلعہ کنواری لڑکی جیسا تھا جس پر کسی حادثے کی ہتھیلی نہیں لگی تھی۔ نہ ہی اسکی طرف

نوبتوں اور گردشوں کا قصد ترقی کرکے چڑھا تھا۔

۱۹- یہاں تک کہ جس وقت اللہ تعالے نے اسکے لئے بہت سے سالوں کو دودھ کے بلونے کی طرح بلویا تو یہ بھی بہت سی صدیوں کا مکھن اور خلاصہ بن گیا (یعنی اسپر بھی تکلیفیں اور آزمائشیں آئیں)

۲۰- ان لوگوں کو اس قلعہ کی طرف سے ایک سخت مصیبت لاحق ہوئی۔ حالانکہ اس قلعہ کا نام (اس سے پیشتر) فراجۃ الکرب یعنی تمام مصیبتوں کا دور کرنے والا تھا۔

۲۱- اس کے لئے النقرہ کی لڑائی کے دن جب وہ (النقرہ) ایسا چھوڑا گیا۔ کہ اسکے تمام میدان اور کشادہ آنگن وحشی اور غیر آباد ہو گئے تھے۔ ایک منحوس فال واقعہ ہوئی تھی۔

۲۲- جب اس عموریہ نے دیکھا کہ اسکی بہن (یعنی النقرہ) کل گزشتہ ویران ہوگئی ہے تو اسکی ویرانی اور تباہی بھی ایسی تھی۔ کہ خارشتی اونٹ کی بیماری سے زیادہ متعدی تھی۔

۲۳- اسکی دیواروں کے اندر کئی ایک شاہسواران دلیر ہیں۔ جو گرم خون رواں کی وجہ سے گاڑھی سرخ زلفیں رکھتے ہیں۔

۲۴- وہ بہادر تلوار اور خطی نیزے کی سنت (یعنی چلنے) سے خضاب آلودہ (یعنی کلگوں) تھے نہ کہ سچے دین اور اسلام کی سنت یعنی طریقہ سے

۲۵- اے امیر المومنین تو نے اس جنگ میں ایک ہی دن ذلیل شدہ پتھروں اور لکڑیوں (یعنی بتوں اور صلیبوں) کو آگ کے لئے چھوڑ دیا۔ (یعنی جلادیا)

۲۶- اس دن تو نے حالانکہ ابھی چاشت کا وقت تھا جس کو صبح کے شعلے یعنی روشنی نے اسکے وسط ہی میں اٹھا رکھا تھا سیاہ رات پیدا کر دی۔ (یا یہ کہ آگ کی روشنی کی وجہ سے رات کو دن بنا دکھایا تھا۔

۲۷- حتی (یہ نوبت تھی) کہ سیاہ اندھیرے (جو سیاہ اوڑھنیوں کی مانند تاریک تھے) اپنے رنگ سے بے رغبت ہو گئے۔ یا (ایسا معلوم ہوتا تھا کہ) گویا سورج غائب ہی نہیں ہوا۔

۲۸- آگ کی طرف سے روشنی اٹھتی تھی۔ حالانکہ تاریکی ویسے قائم تھی۔ اور بڑے روشن وقت چاشت کے وقت میں ہی دھواں سے تاریکی اٹھتی تھی۔

۲۹ پس ایک طرف سے تو سورج طلوع کئے ہوئے تھے حالانکہ وہ غروب ہو چکا تھا۔ اور دوسری طرف وہ غروب ہو چکا تھا۔ حالانکہ وہ غروب نہیں ہوا تھا۔

۳۰۔ بادل کے صاف واضح ہونے کی طرح زمانہ اس جنگ کے دن سے جس میں۔ پاک (مسلمان) اور ناپاک (رومی) آدمی تھے۔ واضح وکشادہ ہوگیا۔

۳۱۔ اس دن سورج نے اس آدمی پر جو اپنے اہل یعنی بیوی کے ساتھ رات گزارتا ہو طلوع نہیں کیا اور نہ غیر شادی شدہ اور کنوارے پر غروب ہوا (یہاں بانی غلط معلوم ہوتا ہے بات چاہیئے)

۳۲۔ غیلان بن عقبہ کی محبوبہ میّہ کی آباد شدہ منزل جس کے گرد وہ طواف کرتا ہے۔ اس قلعہ کی ویران منزل سے اونچائی میں، کوئی زیادہ بہا وخوبی والی نہیں ہے۔ (غیلان کا ذکر ساتویں مقامہ بدلیعی میں آچکا ہے۔)

۳۳۔ نہ ہی (محبوبوں کے) رخسارے خواہ وہ شرمندگی وحیا کے مارے خون آلودہ (یعنی سرخ) ہی کیوں نہ ہو میری آنکھ کے نزدیک اس قلعہ کے گرد ناک رخسار کی نسبت زیادہ بارونق ہیں۔

۳۴۔ (گو بظاہر) وہ قلعہ ویران شدہ بدصورت ہے۔ لیکن ہماری آنکھیں ہر ایک اعلےٰ حسن اور عجیب منظر سے ہٹ کر اس کی طرف لگ گئی ہیں۔

۳۵۔ نیز ہر ایک عمدہ مقام سے۔ جس کے خوش نتائج ظاہر ہیں۔ اور جسکو دوسرے بڑے مقام (کے دور ہونے) سے بشاشت حاصل ہوئی ہے۔

۳۶۔ کفر (یعنی کافر) نہیں جانتا تھا۔ کہ کتنے عرصہ سے موت گندم گون نیزوں اور تیز تلواروں کے اندر اسکے لئے پوشیدہ تھی۔

۳۷۔ یہ خلیفہ معتصم باللہ (اللہ تعالےٰ پر اعتماد کرنے والا) کی تدبیر ہے جو خاص خدا کے لئے انتقام لینے والا ہے۔ اسی پر نگاہِ امید رکھنے والا اور اسی سے ڈرنے والا ہے۔

۳۸۔ وہ پیکان تیر (یا نیزہ یا پھل تلوار کا) کو طعام دینے والا ہے۔ اس کے سنان (سرہائے نیزہ یا پیکان) کبھی کند نہیں ہوئے نہ ہی انہوں نے پوشیدہ روح (یعنی آدمی کے پکڑنے) سے حجاب کیا ہے

۳۹۔ اس نے کسی قوم کے ساتھ جنگ نہیں کی اور نہ ہی کسی شہر کی طرف (حملہ کیلئے) اٹھا۔ مگر یہ کہ اس کے رعب کا لشکر اس کے آگے چلتا تھا۔

۴۰۔ اگر کسی لڑائی کے دن اس نے لشکر کشی نہیں کی۔ تو خود تن تنہا (دشمن کے) پانگڑن لشکر کے اندر چلا گیا۔

۴۱۔ اس قلعہ کے برجوں پر اللہ تعالےٰ نے تجھ سے تیر اندازی کرائی پس اسکو منہدم کردیا۔ اگر اللہ تعالےٰ

کے سوا اور کوئی ایسا کرتا۔ تو ہرگز وہ (وہاں تک تیر پہنچانے میں) درستی نہ کرتا۔

۴۲۔ (اس نے یہ قلعہ منہدم کیا۔) بعد اسکے کہ رومیوں نے اسے خوب مضبوطی سے بنایا تھا۔ اور اسپر
وثوق کامل رکھتے تھے۔ بخدا یہ قلعہ تو پیچیدہ جائے پناہ کی کنجی تھا۔

۴۳۔ ان کے امیر لشکر (یا بادشاہ) نے کہا کہ تیرنے والے (یعنی فریق مخالف) کے لئے یہ قلعہ بطور
ایسی چراگاہ کے نہیں ہے جس سے باہر نکلا جا سکے۔ نہ ہی یہاں ٹیلوں اور اونچی جگہوں سے کوئی در و د آئے

۴۴۔ یہ انکی دلمیں گزرنے والی امیدیں تھیں جن کی تلواروں کی دھاریں اور دراز و سبک نیزوں کے اطراف
ان سے لیگئے (۴۵) بیشک انسان کے لئے اصلی طور پر) دو موتیں ہیں۔ ایک چمکدار تلواروں سے دوسری
گندم گون نیزوں سے اور پانی اور سبزی کی زندگیاں نہیں ہیں۔ (مطلب یہ صرف کھانے پینے میں زندگی
نہیں گذارنی چاہئے۔ بلکہ اصلی زندگی تو میدان جنگ میں مرنا ہے۔)

۴۶۔ تو نے زبطری آرزو (زبطرہ روم کی ایک سرحد ہے) کو لبیک (میں حاضر ہوں۔ یعنی رومیوں
نے جو جنگ کے لئے تمہیں پکارا تو نے اس کا جواب دیا) کہا۔ جس کے لئے تو نے مزیدار نیند کے پیالے اور
شرمگین اور صاحب جمال (یا عاشق خاوند) عورتوں کے آب دہن کو گرایا (چھوڑ دیا) تھا۔ (یعنی سب
آرام وغیرہ اس کی خاطر ترک دئے تھے)

۴۷۔ وہ سرحدیں جن پر ظلم کیا جاتا تھا۔ ان کی گرمی نے (حسین عورتوں کے) اگلے دانتوں کی سردی
وٹھنڈک اور ان کے روان آب شیریں یعنی آب دہن سے علیحدہ کر دیا تھا۔

۴۸۔ تو نے اعلان کے ساتھ تلوار نیام سے نکالے ہوئے اس کو جواب دیا (اس کی پکار کے پیچھے
گیا) اگر تلوار سے سوا کسی اور چیز سے جواب دیتا۔ تو یہ جواب نہ ہوتا (یا امر واجب نہ کرتا)

۴۹۔ یہاں تک کہ تو نے شرک کے ستون کو جڑ سے اکھاڑ کر زمین پر پھینک دیا۔ حالانکہ (ایسا کرنے میں
تو میخوں اور رسیوں کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ (جن کے ذریعہ سے وہاں تک چڑھ سکے۔)

۵۰۔ جب توفلس (رومیوں کے بادشاہ) نے اپنی آنکھوں سے ہی لڑائی کو دیکھا۔ اور یہ خیال کیا
لفظ حرب (معنی لڑائی) معنی کے لحاظ سے حَرب (یعنی تازہ شگوفہ خرما جو غنچہ سے ظاہر ہو) سے مشتق ہے (یعنی
لڑائی کو ایک معمولی چیز سمجھا۔ نیز حرب کے معنی غصہ اور لوٹ مار کرنا بھی آتے ہیں۔

۵۱۔ تو تصرف اموال سے اس کی رسوائی سے بچنا چاہتا (یعنی بھاگنا چاہتا) لیکن سمندر (بحیرۂ روم) جو بہت

ساری لہروں والا اور جوش خروش سے پر تھا۔ اس پر غالب آگیا۔

۵۲۔ افسوس کہ زمین جو اس سے قایم تھی۔ اب ایک ایسی لڑائی کے باعث جو ثواب کی خاطر لڑی گئی تھی (یا صرف اس کی خاطر گمان کیا تھا) اور خود اس کے اندر ذاتی طور پر تصرف نہ کیا تھا۔ (یعنی وہ خود نہیں لڑا تھا۔ کار ثواب خیال کر کے یہ کام کیا تھا) اب جنبش میں آگئی۔

۵۳۔ اس نے وہ سونا جو کثرت میں کنکریوں سے بھی زیادہ تھا خرچ نہ کیا۔ اور پھر بھی اسکو سونے کی محتاجی تھی

۵۴۔ بے شک شیران نیستاں کا قصد لڑائی کے مال و متاع اور کپڑوں کی طرف نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ آدمی جس سے یہ چھینے جائیں۔ ہوتا ہے۔

۵۵۔ وہ تو فلس اس حالت میں پیٹھ پھیر کے گیا۔ کہ خطی نیزہ اس کی کمر میں بطور لگام کے ہو گیا تھا اور ایسا خاموشی سے اندر چلا گیا۔ کہ اس کی آنتیں ان شور و غل مچانے لگیں۔

۵۶۔ اس نے اپنے مقرب آدمیوں کو ہلاکت کی گردش کا تھوڑا تھوڑا کر کے پانی بلایا۔ اور خود اس حالت میں چل نکلا۔ کہ اپنی اس سواری کو جو جنگ سے نجات پا گئی تھی۔ برانگیختہ کرتا تھا۔

۵۷۔ وہ زمین کے ایک بلند ٹیلے کے سپرد کیا گیا تھا۔ جس کو بوجہ خوف کے نہ بوجہ خوشی کے جھانکر دیکھتا تھا (۵۸) اگر وہ جنگ کی حرارت سے شتر مرغ کی دوڑنے والی چال کیطرح دوڑ کر نکل گیا۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ اس جنگ نے اپنے بہت سے ایندھن کے اپنے روشن کرنے والے (مراد وہی بادشاہ کیونکہ اسی نے اول خود جنگ کی آگ روشن کی تھی) کو گھیر لیا تھا۔

۵۹۔ یہ لوگ نوے ہزار آدمی تھے۔ اور مقام شری کے نیستان کے شیروں کی مانند تھے لیکن اب ان کے چمڑے (جنگ کی آگ میں) انجیر اور انگور کے پکنے سے پہلے پک گئے

۶۰۔ کئی ایک جسم ایسے تھے۔ کہ جب ان کی پیٹھیں کاٹ ڈالی گئیں۔ تو وہ طبیب اور خوشبو دار بن گئے اور اگر کستوری کا ان پر طلا کیا تب بھی اتنے خوشبو دار نہ بنتے۔

۶۱۔ کئی ایک غضب ناک جوانمرد تھے۔ کہ سفید چمکدار تلواریں انکو پھر واپس لائیں۔ وہ ان مردہ لوگوں کی ہلاکت پر زندہ رضا مندی والے تھے لیکن اب وہ مردہ غضب والے ہیں۔ (یعنی انکا غصہ فرو ہو گیا ہے)

۶۲۔ یہ اسوقت کا حال ہے جب کہ شورناک تنگ مقام کے اندر جنگ اس طرح قائم تھی۔ کہ یا پیادہ آدمیوں کو تو زانو کے بل پر خوار کرتی تھی۔ اور سواروں کو تاچیز اور حقیر بناتی تھی۔

۶۳۔ اس کی روشنی کے نیچے کئی آدمی چاندسی روشنی والے پکڑے گئے اور اس کے رخسارے کے نیچے اور کئی آب دار اور عمدہ رخساروں والے انسان لڑے گئے۔

۶۴۔ مگر ونوں کو باندھنے والی مختلف رسیوں کے ٹکڑوں کے اندر پردہ دار اور دوشیزہ عورت کی طرف کئی ایک سیّاں تھیں۔ (یعنی ایسی عورت کو رسیوں سے باندھا گیا۔)

۶۵۔ کئی دفعہ نیام سے نکلی ہوئی ہندی لطیف تلواریں جمع کی گئیں۔ جو دوسری (دشمن کی) تلواروں کے درمیاں سے جو اونچے اونچے ٹیلوں پر ملتی تھیں۔ حرکت کھاتی تھیں۔

۶۶۔ یہ ایسی تلواریں تھیں کہ جب وہ اپنے نیاموں سے سونتی جاتی تھیں۔ تو ان مردوں (یا عورتوں) کو جن کے بدن سفید تھے۔ پردوں سے نکال کر واپس لوٹاتی تھیں۔

۶۷۔ اے خلیفۃ اللہ۔ اللہ تعالےٰ دین۔ اسلام۔ حسب (ذاتی کارنامے) کی طرف سے تیری کوشش کی جزا دے۔

۶۸۔ تو نے وہ بڑی بھاری خوشی دیکھی ہے۔ کہ جس کو حاصل ہوتا ہوا تو نہ دیکھا۔ مگر یہ کہ بڑی شفقت سے کسی پل سے گزرے۔

۶۹۔ اگر زمانہ کی گردشوں کے درمیان کوئی صلۂ رحمی ہو سکتی ہے۔ یا کوئی نہ ٹوٹنے والا عہد

۷۰۔ تو تیرے زمانہ جس کے اندر تو منصور و مظفر ہوا ہے اور جنگِ بدر (اس کا ذکر رسایل میں آچکا ہے۔) کے دنوں کے مابین قریبی نسبت ہے (مطلب یہ کہ جیسے جنگ بدر ایک مشہور واقعہ ہے جہاں مسلمانوں کو فتح عظیم ہوئی۔ اور کافروں کو شکستِ فاش اسی طرح اس زمانے کی لڑائی کا حال ہوا)

۷۱۔ ان ایام نے ہمیشہ کے لئے بنی اصفر (زرد رنگ والے رومیوں کو کہتے ہیں کیونکہ زردی ان پر غالب ہے یا اس لئے کہ اصفر بن روم بن عیصو بن اسحاق کی اولاد سے ہیں۔) جو اپنے نام اصفر کی طرح زرد رو میں شرمندہ اور خوار کر دیا ہے۔ اور عرب کے لوگوں کو جلیل القدر اور باعزت۔

(۲) محمد بن عبدالملک زیّات کی مدح میں کہتا ہے

نوٹ۔ یہ شخص معتصم کا وزیر تھا۔ کنیت ابو جعفر تھی۔ خود بڑا شاعر تھا اور شاعروں کا قدردان تھا تاریخ ابن خلکان میں اس کا ذکر تصنیف میں موجود ہے۔

اس قصیدہ کا بحر و وزن وہی ہے جو طرفہ کے قصیدۂ معلقہ کا ہے

۱۔ ابخدا ہمارے لئے یہ بات آسان ہے کہ تیری مدح کہیں اور تو کچھ کرے (ہمیں انعام دے تیرا فعل اور ہمارا قول برابر ہو) اور تیری بعض فضیلتوں کا ذکر کریں تاکہ تو فضل و کرم کرے (یا فضیلت حاصل کرے) ۲۔ اے ابو جعفر۔ تو نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کی بارش سے ہر ایک بلند تودۂ ریگ میں ہمارے لئے رواں جوئے کلدان جاری کردی ہے۔

۳۔ پس کئی بار تیری سخاوت کے باعث ہمیں معدنیات کا نشان ملا۔ اور کتنے دفعہ تیرے کھنڈرات دیکھی کبھی سخاوت کے اندر جائے پناہ بنائی۔

۴۔ تو نے نیک خواہشوں کو درحالیکہ وہ سرسبز ہیں۔ جن کی شاخیں (بوجہ لطافت) بل کھاتی ہیں۔ ہم پر واپس کیا۔ اور امید جو قید میں تھی۔ اسکو رہا کیا۔

۵۔ سایل صرف ایک ہی لحظہ تیری سخاوت کی طرف امید کی نگاہ سے دیکھتا ہے یہاں تک کہ وہ امید حاصل کرکے واپس لوٹ جاتا ہے۔

۶۔ بے شک تو نے روشنیوں و سفیدیوں کو زیادہ دراز کردیا ہے۔ اب میں کوئی سیاہ رات جیسا نہیں ہوں۔ اور نہ ہی میں نامعلوم سرزمین سے راضی ہوتا ہوں۔

۷۔ لیکن بہت ہی روشن اور بزرگ قدر سخاوتیں مجھے آملیں۔ پس انہوں نے مجھ جیسے (پنج کلیان گھوڑے کی طرح) روشن پیشانی اور ہاتھ پاؤں کی سفیدی والے انسان کو پایا۔ (یعنی بزرگ اور قابل آدمی کو)

۸۔ جبوقت دوسرے لوگ اس بات کا احسان کریں۔ (اچھا سمجھیں) کہ وہ سخاوت میں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں۔ تو نے یہ اچھا سمجھا۔ کہ بغیر اظہار منت سخاوت کرے۔

۹۔ اسی عظمت کی وجہ سے تو ان لوگوں سے زیادہ معظم ہے۔ قضا و قدر کے تیروں نے تجھے یہ وصیت اور خیر خواہی کی ہے۔ کہ تو گرامی قدر اور صاحب عزت ہو۔

۱۰۔ تو بعید جاکر اس ارادہ پر رات گزارتا ہے۔ کہ کسی حیلہ سے بادشاہ کے مال کی طرف توجہ کرے۔ یا یہ کہ واپس بازگشت کرے۔

۱۱۔ جب کہ انہوں نے ناگہان دھوکے کی حالت میں حملہ کیا۔ تاکہ اس سے مالدار ہو جائیں

تو تیرا بیت المال ہی (انکے مال سے) مال دار بن گیا۔

۱۲۔ اے امیرالمومنین تو نے اس محمد وزیر کو جنبش (یا نشاط و سرور) دی۔ پس وا یسا ہو گیا جیسے ردینی نیزے (ردینہ سمہرہ کی عورت تھی۔ ہر دو نیزے راست کرتے تھے۔) اور تیز پھل دار تلوار

۱۳۔ سو اب اس بات کی پروا نہیں کرتا۔ کہ جس وقت اس وزیر کے جھنڈے کو کسی بیعت توڑنے والے سرکش کی طرف روانہ کرے۔ تو لشکر نہ بھیجے۔

۱۴۔ تو اس کے جسم کو خلافت کے اندر پہاڑ کے ٹکڑے (یا پہاڑی) کی مانند دیکھیگا۔ اور اسکے خطبے کو خلافت کے اس طرف بقول فیصل کے۔

۱۵۔ اور یہ کہ جب بطور انعام کے تو نے اس کو عزت کا لباس پہنا دیا۔ اور از روے فضل و کرم کے کہ کو وزارت کا کرتہ عطا کیا۔

۱۶۔ تو تو اسکے ذریعہ سے اول تو حق خلافت ادا کرتا ہے۔ اور دوسرا حق رعیت

۱۷۔ سو نہ کوہ رضوی (ینبع سے ایک دن کا راستہ ہے اور مدینہ سے سات منزلوں کے فاصلہ پر) کی ہر دو پہاڑیاں نہ معتق دلشتہ کی پہاڑی کا نام ہے) کا ستون نہ قدس (نجد میں ایک بڑا پہاڑ ہے) کا ٹکڑا اور نہ یذبل (یہ بھی نجد میں مشہور پہاڑ ہے) کا ناک یعنی اگلا حصہ (خبر آگے آئے گی)

۱۸۔ اس وزیر سے قدم سے پامال کرنے کے لحاظ سے زیادہ ثقیل ہیں۔ اس وقت جب کہ یہ صبح کو جاتا ہے۔ تو سلطنت کے اس طرف سینہ اور چھاتی کو پاتا ہے۔ (یا ملک کو سینہ اور چھاتی سے یعنی خوب خوار کر کے گرا دیتا ہے۔

۱۹۔ جس وقت محفل کے اندر سرگوشیاں کرنے والے ناز و نزاکت کے ساتھ آتے ہیں تو یہ شخص راز کی سرگوشیوں کی جگہوں کے لئے جائے پناہ ہوتا ہے۔

۲۰۔ تو ان حادثوں کو جو گونگے اور بولنے سے عاجز ہیں۔ اسکے نزدیک بولتا دیکھیگا (یا مخفی حوادث کو ظاہر دیکھیگا) گو وہ اشکال اور قید والے ہیں۔ لیکن اس کے نزدیک کھلے ہوئے اور اس کے موافق ہیں (یا وہ اگرچہ مشکل اور مشتبہ ہیں لیکن تو ان کو مقید بعلامات اعراب دیکھیگا یہاں صنعت مراعات النظیر ہے)

۲۱۔ ہم نے تجھے تمام آدمیوں سے زیادہ سخاوت کرنے والا پایا۔ اور حاجات کے وقت خوبصورت چہرہ والا۔ (یعنی ترش رو نہیں ہوتا)

۲۲- جب زمانہ سیاہ (اور مصیبت زدہ) ہو جائے تو تو روشنی دیتا ہے (یا خود روشن ہوتا ہے
حالانکہ بعض لوگ موت کو (بارش کی طرح) گرتا ہوا دیکھتے ہیں۔ (زمانہ کی مصیبت زدگی کا یہ حال ہوتا
ہے۔ کہ بعض لوگ تنگ آکر موت چاہتے ہیں۔ اب یہاں سے اخیر تک اپنی ہی تعریف شروع کرتا ہے۔ تاکہ
خوشامد وغیرہ کے ذریعے سے پیسے وصول کرے۔)

۲۳- بغداد میں آپ کے پاس جو آتا ہوں۔ تو فرض عین سمجھ کر حالانکہ باقی تمام لوگ بطور نفل کے
(ایک زائد کام سمجھ کر) آتے ہیں۔

۲۴- وہ آدمی جس کا اس شام کے وقت جب کہ وہ حادثات پاتا ہے۔ لوگوں کے اندر چھپا
ہوتا ہوں۔ وہ دراصل بے ہتھیار نہیں ہوتا۔ (یعنی اشعار وغیرہ لکھ کر میں اسکی حفاظت کرتا ہوں)

۲۵- وہی آدمی اپنی زرہ کو تو تنگ حلقوں سے بنی ہوئی اور تلوار کو قطع کرنے والا دیکھتا ہے
اور اپنے نیزہ کے دونو پیکانوں کو زہر آلودہ اور اپنے چابک کو آلۂ ہلاکت۔ (مغول وہ لوہا سا ہوتا ہے
جو چابک میں لگایا جاتا ہے۔

۲۶- قریب ہے کہ اب میں اپنے مغربی وطن کی طرف سواریوں کی پشتوں پر بیٹھ کر ہجر (یمن
میں ایک شہر ہے) اور موصل کی طرف کوچ کر جاؤنگا۔ (یا ممکن ہے کہ ہجر اور موصل سے لغوی معنی مراد
ہوں۔ یعنی ایک کو مہجور کر کے دوسروں سے وصل پا کر)

۲۷- یعنی میں اپنے نزدیکی صلۂ رحم والے رشتہ داروں کی طرف جاؤنگا جن کی طرف میری گھوڑی
ایسی زور کی رفتار سے دوڑ رہی ہے کہ قریب ہے کہ اسکی رسیاں پسینہ سے تر ہو جائیں۔

۲۸- وہاں میرے قبیلے کے آدمی ہیں اور اہل و عیال۔ ان میں سے جن کا میں شائق ہوں۔ ان کو
بوجہ نزدیک ہونے جدائی کے بس تھوڑی دیر کے لئے جتنی کہ دو بار دودھ دوہنے میں لگتی ہے) ملا اور
یہ دیر اتنی تھی جتنی لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ کہنے میں لگتی ہے۔ (یعنی بہت ہی تھوڑی)

۲۹- گویا وہ لوگ میرے تھوڑے وقت کے لئے ٹھیرنے کی وجہ سے میرے لئے بطور نشانہائے مکانات
ہیں یا میری منزلیں ہیں۔ جو مجھے اپنے اندر اتارتی ہے۔

۳۰- اگر میں چاہتا جس وقت کہ میرا احسان ان پر دیر سے آتا تھا۔ اور وہ خوبی و نیکی کرنے والا نہیں
تھا۔ تو یہ عمدہ اور مناسب ہوتا۔

۳۱۔ کیونکہ میں نے ان کے پرانے کپڑے کے پہنانے (سخاوت قلیل) کو بطور تکلف کے پایا اور ان کی سخاوتوں کو صرف از روئے دعوئے فضیلت کے دیکھا۔

۳۲۔ میں اپنا منہ ان شہروں سے پھیرتا ہوں۔ جہاں میری زبان بند اور میرا دل مقفل ہے (یعنی اظہار خیالات کا موقعہ نہیں ملتا)

۳۳۔ یہاں میرے سوا دوسرے لوگوں نے جد وجہد کی۔ لیکن اس جگہ سخاوت کو انہوں نے اندھا پایا اور زمانے کو ان (کی قدر شناسی) سے غافل۔

۳۴۔ یہ لوگ کتوں کی طرح ہیں جنہوں نے پیچھا کر کے شیر کے شکار پر لوٹ مار کی ہے۔ اور ایسے رئیس قوم ہیں جو جیسے غ (شاہین کی ایک قسم ہے) کا شکار کھلائے گئے ہیں۔ ہام الو کو بھی کہتے ہیں اور نیز اس جانور کو جو باعتقاد عرب جاہلیت مردہ کی قبر سے نکلتا تھا)

۳۵۔ در حقیقت انسان کے واسطے جس وقت کہ سورج اسکو پہنچے (آنکھوں کے سامنے آئے)۔ صریح دور اندیشی اور رائے یہ ہے کہ اس سے پھر جائے۔

۳۶۔ اگر یہ میری خواہشیں ایسی تر و تازہ اور سرسبز نہیں ہیں کہ وہ خوش ہوں (یا لہلہائیں) تو مجھے یہی کافی ہے کہ وہ مجھے خشک صورت میں ملیں۔

۳۷۔ کیونکہ وہ آدمی جس نے صبح کے وقت اپنے مطالب میں دانہ حنظل کے لئے رنج کھینچا اس آدمی کی طرح نہیں ہے۔ جس نے خود حنظل کیلئے تکلیف اٹھائی (اس شعر کا مطلب کوئی واضح نہیں ہوتا اور ھبید دانہ حنظل کو کہتے ہیں نیز حنظل کو توڑنے، پکانے اور کھانے والے کو بھی)

۳۸۔ اگرچہ میری ہمتوں نے میرے اس انقلاب (یا ایک جگہ سے دوسری جگہ آنے جانے) میں مجھے انجام سے بے نیاز کر دیا ہے۔ لیکن تیری جائے پناہ سے تو مجھے مفقود کر دیا ہے۔

۳۹۔ اگر میں منہ موڑ کر کسی دوسرے امر کی طرف قصد کروں۔ تو (اس حالت میں) میں تیری سخاوت کے باغ اور ندیاں چھوڑوں گا۔ (۴۰) اسی طرح کوئی مسافر کسی منزل کے پاس اپنا کجاوہ نہیں ڈالتا۔ یہاں تک کہ وہ دوسری منزل کو پس پشت چھوڑتا ہے۔

۴۱۔ اور وہ آدمی جو کعبہ کے گرد پھرتے وقت جو خاص پوشاک پہنتا ہے (یعنی حاجی یا بدو) کوئی چشمہ یا منزل آباد نہیں کرتا جب تک اپنے پیچھے دوسرا چشمہ اور منزل نہ چھوڑے

۴۲۔ بھلا وہ کون ہے جو مجھے (فقر سے) دور کر دے یا (امیری سے) نزدیک۔ اور کیا کوئی جوانمرد ہے۔ جو میرے کوچ کے کجاوے کی رسیوں کو کھول دے (یعنی سخاوت کرے) یا (میرے ساتھ ہی) کوچ کرے

۴۳۔ پس ایسے حکم کے ساتھ جو جلدی کے ساتھ کام کرنے والا آدمی کرتا ہے۔ تو میرے لئے حکم کر کیوں کہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ دشمن تو مالدار بن گئے۔ اور مفلس نادار

۴۴۔ کیوں کہ میرے نزدیک یہ دونوں باتیں برابر ہیں۔ خواہ وہ میرے لئے کوئی ایسا طعام گاہ پائیں جس پر نہیں عیب لگایا جاؤں۔ خواہ کوئی قتل گاہ۔

۴۵۔ بخدا میں تو ہمیشہ تیری طرف ایسے متفرق مضامین کے اشعار پیش کرتا رہوں گا۔ جو خالص تعریف کو اٹھاتے ہونگے۔ (۴۶) تو اس کو اپنی چادر یعنی دھاری دار خیال کریگا۔ اور اپنے موتیوں والا ہار جن کے موتی فاصلے فاصلے کے بعد جڑائے گئے ہوں۔

۴۷۔ یہ شعر مرغ سلوی (بنی اسرائیل پر موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے سلویٰ جو ایک چھوٹی سی چڑیا ہوتی ہے۔ کا تیار شدہ کھانا اترتا تھا) سے زیادہ لذیذ ہے۔ اور کستوری جب کہ نافہ مشک (خوشبو نکالنے کے لئے) کھلا ہوا ہو۔ سے زیادہ خوشبودار اور ہلکے بوجھ والی ہے۔

۴۸۔ روح پر نہایت ہی خفیف ہے اور قیمت کے لحاظ سے ثقیل۔ ہمنشین کے کان میں (الفاظ کے لحاظ سے) زیادہ قصیر اور (معنی کے لحاظ سے) طویل ہے۔

۴۹۔ وہ لوگ جو (اس سے پیشتر) مدح نہیں کئے گئے۔ ان اشعار پر خوش و نازاں ہوتے ہیں جب کوئی راوی ان سے کوئی تمثیل بیان کرے یا حجت پیدا کرے (یا ایک بیت کے بعد دوسرا بیت ہو)

۵۰۔ مزید برآں یہ کہ تیری زیادتی سخاوت نے مجھے تیری طرف مائل کر دیا ہے اور حال یہ ہے کہ میں اپنی عزت و آبرو کے برابر کوئی چیز نہیں سمجھتا۔

۵۱۔ پس تیری طرف سے جو تخفیف ملی ہے اس سے ثقیل بن گیا ہوں حالانکہ بعض لوگ اپنی خفیف حاجات لاکر ثقیل بن کر جاتے ہیں (یعنی تیرے مجھے کچھ نہ دینے سے مجھ پر سخت بوجھ پڑ گیا ہے۔ اور باقی لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ ہلکی سی حاجت لاتے ہیں۔ اور مال سخاوت لیکر ثقیل بن جاتے ہیں)

(۳۱) محمد بن عبد الملک زیات کی مدح میں کہتا ہے

نوٹ۔ اس قصیدے کا بحر و وزن وہی ہے جو پچھلے قصیدہ کا ہے۔

۱۔ اے دل۔ بنی ذھل (بن شیبان مشہور قبیلہ ہے) کے قبیلے والی معشوقہ سے تو کب تک غافل رہیگا۔ حالانکہ مدت دراز تک تیرا دل اس سے مانوس ہو چکا ہے۔

۲۔ کھنڈرات ہر ایک ٹھیرنے کی جگہ پر آنسو بہاتے ہیں۔ اور نشانہائے سراے (جو مٹ چکے ہیں) صبر کے ساتھ شکل بنائے ہوئے کھڑے ہیں۔

۳۔ یہ ایسے مٹے ہوئے نشانوں والے مکانات ہیں۔ جن پر موسم ربیع نے جفا نہیں کیا۔ اور نہ وہاں کی بے بارش زمین پر غفلت کی حالت میں گزرا۔

۴۔ کیونکہ یہاں بادلوں نے اپنے دامن دراز کھینچے ہوئے تھے۔ اور درختان انبوہ (یا باغ ہائے گھنے) وہاں سے اپنے شگوفوں کے اندر چھپے ہوئے تھے۔

۵۔ اب وہ مٹانے والوں کے توشہ سے مٹ گئے جب کہ قبیلے کی طرف سخت تنگ کرنے والے قحط کی گردش متوجہ ہوئی۔ (۶) ان کے بزرگان ہیں۔ جو گندم گون نیزوں والے تھے اور افسانہ گو تھے۔ ان کے ہاں اونٹ ہیں۔ جو کم نہیں ہوتے اور شتربان ہیں (یا بکثرت اونٹ ہیں)

۷۔ ان راتوں کو یاد کر جبکہ تو نے میت کا جنازہ دفن کیا (یا اسکو گم کیا یا ماتم پرسی نہ کی) اور پردہ نشین اور حسین عورتوں نے جو سفید ہرنوں جیسی تھیں۔ تجھسے عقل چھڑایا۔

۸۔ یہ عورتیں نازک بدن اور عورتوں کی جنس سے تھیں۔ اگر رقیق و باریک کپڑے) ان کے لئے بطور وشاح یعنی پیٹی (یا گلوبند یا ہار) ہوتے تو جھانجھر (جو انکے پاؤں میں ہیں) اُن پر جولانی حرکت کرتے

۹۔ یہ گاوان دشتی جیسی تھی۔ صرف یہ کہ وہ (بجائے وحشی ہونے کے) انس والی تھیں (یا نیک فطرت تھیں) خطی نیزوں کی مانند تھیں۔ مگر وہ (برخلاف ان کے) لچکدار اور نازک کمر تھیں۔

۱۰۔ یہ از روئے عشق و محبت کے تھا۔ جو ناگمان لوٹ لی گئی۔ سچ ہے۔ کہ سب سے عمدہ محبت وہ ہے کہ تو اس کے اردگرد بجالیکہ وہ گمنام ہو۔ جولانی کرے۔

۱۱۔ اے ابو جعفر وزیر۔ جہالت کی ماں بہت بچے پیدا کرتی ہے (جاہل لوگ بہت ہوتے ہیں)۔

اور علم کی ماں شکستہ (یعنی بانجھ) اور بے عمل کے ہوتی ہے۔ (علم والے تھوڑے ہوتے ہیں)

۱۲۔ میں کمینے اور سیاہ فام آدمیوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ ایسے بن گئے ہیں کہ گویا ہم سے علیحدہ یکجا مل کر چھوٹے اور بڑے قبیلوں والے ہیں۔ (شعب بڑے قبیلے کو کہتے ہیں)

۱۳۔ وہ ایسے ہیں کہ گویا جہالت اس سب کو اکٹھے ہوئے ہے۔ ان کے درمیان حقیقی باب اور اداب والے لوگ اپنی رہائش بدلنے والے (اور نقل مکانی والے) ہیں (یعنی بہت ہی تھوڑے ہیں۔

۱۴۔ پس تو اونچی پہاڑی ہو جا۔ جہاں ہم آ کر پناہ لیں۔ یا سخت چٹان جہاں سے اعوج (بنی ہلال کا جاہلیت میں ایک گھوڑا تھا۔ عرب میں اس جیسا مشہور طاقتور سانڈ نہیں تھا۔) جیسا سخت تیز دوڑنے والا گھوڑا بھاگ جائے۔

۱۵۔ کیونکہ جوانمرد ہر ایک ضرب مناسب میں اس آدمی کی روحانیت سے مناسبت رکھتا ہے جو اس کا ہمشکل ہے۔ (یا جس کا یہ ہمشکل ہے)

۱۶۔ ابھری چھاتیوں والی عورتیں جو زینت کے لئے ہار پروتی ہیں۔ وہ ایسا (عمدہ) نہیں ہوتا جیسے نیک خصلتیں متفرق پراگندگی کو اکٹھی کرتی ہیں (یعنی نیک لوگ پراگندہ حال فقرا کی دلجوئی کرتے ہیں)

۱۷۔ تو نازل ہونے والے حادثات میں بطور شہاب ثاقب کے ہے اور جس وقت تجھے کوئی حق بات حرکت و آمادگی دے۔ تو سیف قاطع ہے۔

۱۸۔ وہ ان چمکدار تلواروں کی جنس سے ہوتی ہے۔ کہ اس جیسے پھل کو ہاتھوں نے کبھی نیام سے باہر نہیں نکالا۔ اور نہ ہی پیٹیوں نے کبھی اسکی مانند کسی کو اٹھایا ہے۔

۱۹۔ وہ تلوار آگ کو پیدا کرنے والی ہے۔ اور امام (ممدوح۔ یا خلیفہ) اس کے بھڑکانے والا ہے وہ قول فیصل کہنے والی ہے اور خلیفہ (اس قول کے مطابق) فعل کرنے والا ہے۔

۲۰۔ اگر زمانہ اپنے چہرے سے دوسروں کو ہٹائے (ترش روئی کرے) تو تو خندہ پیشانی والا ہوتا ہے ~~حالانکہ خلافت کے سوا باقی لوگ ترش رو ہوتے ہیں~~ اور صدمات کی طرف دلیری کرنے والا ہے

۲۱۔ اگر ان لوگوں نے اس صفت کو چھوڑ کر تیرے اندر جو لوگوں سے ناپسندیدگی کی صفت ہے اسکو برا مانا ہے۔ تو انہوں نے جان لیا ہے۔ کہ وہ مقابلہ کر کے کونسی قیمتی چیز کو دفع کر رہے ہیں۔ یا اس سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ یا حوشیہ سے مراد حدۃ الفواد یعنی تیزی دل ہے۔)

۲۲- یہ ایسی چیز ہے جو انسان کی دوست ہے۔ اس کے لئے فرق کرنے والا ہے
اور اس کے اندر اس کا بیٹا جنگ کرنے والا دشمن ہے۔

۲۳- جب وہ صفت تیرے غیر کی رائے سے بچ رہے۔ تو ایسی حالت میں ہو جاتی ہے کہ تیری
رائے ہر شش جہات میں بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔

۲۴- کئی ایک بڑے حادثات ہیں جن کو چھوڑ کر تو اس طرف مشغول ہوا۔ حالانکہ تیرے غیر کو
اسی کے اندر شغل ہو جاتا ہے۔ جو دوسرے کام سے ہٹا دیتا ہے۔

۲۵- تو نے رنج و کلفت کے بعد سورج کے اندر روشنی واپس لوٹائی (اور اس سے پہلے وہ
حالت تھی کہ) گویا نصف النہار بھی شام کا وقت تھا۔

۲۶- تو از روئے کمال کے ہر ایک نقص کو آبرو و تقویٰ کا تارک خیال کرتا ہے۔ جبکہ ملک کی
یہ حالت ہے کہ وہ کامل ہو گیا ہے۔

۲۷- تو نے اس ملک کی امیدوں کے وسائل کو جدائی کے بعد اپنی طرف اکٹھا کیا۔ جیسے
کہ کوئی عامل (مداری یا تماشہ کرنے والا) گرہوں کو اکٹھا کرتا ہے (عامل کے معنی کسی کام کو اچھی
طرح کرنے والا۔ یعنی پیشہ ور بھی ہوتے ہیں)

۲۸- اب وہ تیری طرف اکٹھے ہو گئے ہیں (در ہمیشہ گھوڑوں کے دستے لشکر عظیم کی طرف اکٹھا ہو اکرتے ہیں)

۲۹- تیری طرف وہ ہمیشہ گردن کو بطور تکبر جھکاتے تھے۔ بحالیکہ وہ اپنی باگوں کو کھینچتے تھے
جب سے کہ خطوط نے تجھ سے باہمی خط و کتابت کی۔

۳۰- تجھے سختی و مصیبت کی خلوتیں (یا محفلیں) حاصل ہیں۔ اگر ان کا رازدار (یعنی تو خود)
نہ ہوتا تو ملک کے لئے یہ مجلسیں قایم نہ ہوتیں۔

۳۱- تیرے پاس ایک وہ اعلےٰ قلم ہے جو اپنی تیزی دھار کی وجہ سے گردوں اور پٹھوں کو زخم
پہنچاتا ہے۔ (گویا قلم تلوار کا کام دیتا ہے۔ قلم قمار بازوں کے تیر کو بھی کہتے ہیں)

۳۲- اس ممدوح کا لعاب قاتل افعی سانپوں کے لعاب دہن جیسا ہے۔ گو (حقیقت میں)
وہ ایسے تازہ لئے ہوئے شہد کی مانند ہے جس کو شہد نچوڑنے والے ہاتھوں نے نچوڑا ہو۔ (عاسل
ایسے نیک کام کرنے والے کو بھی کہتے ہیں جو مستحق تعریف ہو)

۳۳- بظاہر اس کا آب دہن ایسا ہے۔ جیسے نرم بارش (یا شبنم) لیکن مشرق و مغرب میں جو یہ اپنے آثار (اثر جوہر تلوار کو بھی کہتے ہیں) سے گرتا ہے۔ تو یہ بارانِ بزرگ قطرہ ہو جاتا ہے۔

۳۴- جب تو اس سے جب کہ وہ سوار ہو کلام کرے تو وہ فصاحت سے بولتا ہے۔ اور اس کے پا پیادہ چلنے کی حالت میں اگر تو اس سے خطاب کرے تو یہ ویسا فصیح نہیں بولتا (یا بالکل گونگا بن جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ راکب سے یہاں مراد ممسک بالید یعنی مٹھی میں بند کرنے والا ہو فصیح کی مراد فصیح القلم ہ)

۳۵- جس وقت وہ اپنی پانچوں لطیف انگلیوں پر سوار ہو جائے اور اس پر فکر کی بھرپور نالیاں یا ندیاں گرتی رہیں۔

۳۶- تو نیزے کے اطراف اس کے مطیع ہو جاتے ہیں۔ اور بڑے طاقتور لشکر اسکے سرگوشی کی طرف مائل ہو کر ویران و پراگندہ ہو جاتے ہیں ~~اور بڑے طاقتور لشکر اس کی سرگوشی کی طرف مائل ہو کر ویران و پراگندہ ہو جاتے ہیں~~۔ جیسے خیموں کا ویران ہونا (کہ ان سے چوبیں۔ اور طنابیں نکال لیتے ہیں۔)

۳۷- تو اس وقت وہ اپنے ہشیار ذہن کو ملامت و توبیخ (یا امداد) کرتا ہے۔ اور اس کی اونچائیاں کاغذ کے اندر توجہ کرتی ہیں۔ حالانکہ وہ نیچائیاں ہوتی ہیں۔ (یعنی اس کے بلند کارنامے کو اسکے لحاظ سے وہ معمولی سے کام ہیں۔ کاغذوں میں لکھے جاتے ہیں۔)

۳۸- دونوں چھوٹی انگلیوں نے امداد کی ہے۔ اور تین انگلیوں کے پوروں نے اس کے تین آس پاس کے اطراف کو بند کیا ہے۔

۳۹- میں نے اس کی شان کو جلیل القدر دیکھا حالانکہ وہ خود کمزوری کے مارے باریک شکم ہے اور اس کے خطبوں اور کلاموں کو موٹا پایا۔ حالانکہ وہ خود دبلا ہے۔

۴۰- میں ابن ابو مروان (وزیر ممدوح) کو دیکھتا ہوں۔ کہ اس کی عطا تو بہت بہنے والی ہے اور اس کا حکم عدل کرنے والا ہے۔

۴۱- وہ ایسا مرد ہے۔ کہ اس کی رائے کو (دوسرے لوگوں کا) مشورہ کوئی زیادہ مضبوط نہیں کرتا۔ (یعنی وہ خود اپنی رائے میں متفرد ہے) اور نہ ملامت گروں نے (سخاوت کرنے سے اسکی دونوں ہتھیلیوں کو پکڑا ہے۔

۴۲- وہ اپنے مال کو حق بات پر اتارنے والا ہے۔ اور اکثر بار اس نے باطل حادثوں کو اپنے سے
(دفع کر کے) کم کیا ہے۔ (۴۳) وہ ناقہ رباشیہ (یا بچہ آوردہ) کی مانند ہے کہ کوئی احسان ظلم
کے ساتھ اس سے مدت وضع حمل سے پہلے بچہ نہیں پیدا کراتا۔ (یعنی باموقع احسان کرتا ہے) نہ ہی
کوئی بخشش اسکی طرف ذلت کیوجہ سے ناک رگڑتی ہے (یعنی ذلیل کر کے بخشش نہیں کرتا)
۴۴- تو اس کے وسائل (سخاوت کے) کو ہر ایک دہوکہ بازی سے ننگا اور خالی دیکھیگا۔
جب کہ دامہائے صیاد رسیوں کے نیچے بچھائے جائیں۔
۴۵- یہ ایسا جوانمرد ہے کہ وہ اپنے گذرھے (یا کمر) کو جائے قتل خیال نہیں کرتا۔ بلکہ عیبوں کو
عیبوں کو مقامات قتل سمجھتا ہے۔ (یعنی مرنے سے نہیں ڈرتا ہاں البتہ عیوب سے بہت ڈرتا ہے
گویا کہ وہ آدمیوں کو قتل کر دیتے ہیں۔)
۴۶- پس وہ ناتجربہ کار نہیں ہے جس کے دل کو لپتی اور طلب عیش رقص میں ڈال دے نہ ہی
وہ طرفہ اور عجیب کام کرنے والا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی نعمت سے جاہل ہو (طارف عجیب اور طرفہ
بات کو بھی کہتے ہیں) (۴۷) ابو جعفر! اگر خلیفہ ہمارے طالب بخشش (اصلی معنی گھاٹ پر اترنے والا)
کے لئے سمندر ہو تو تو اس سمندر کا کنارہ ہے۔
۴۸- جو راغب بخشش تیری طرف چل کے گیا وہ (اصل میں) راغب نہیں ہے۔ نہ ہی وہ
سائل ہے جو خلیفہ کا قصد کر کے جائے وہ سائل ہے (یعنی رغبت بخشش اور سوال سخاوت پورا کر دیا جاتا ہے
۴۹- رسیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ اگر تو ان کے قوی کو مضبوط طور سے نہ بٹے (تعلقات تیری
ہی مہربانی سے قائم ہیں) اور ملانے والا (عطیہ یا رشتہ) اس آدمی کو جو تجھ سے قطع کرے ملا دیتا ہے
۵۰- رسوائے کسی ایک مطلب و خواہش کے جسکو طولِ امید لاغر کر دیتی ہے۔ اور وسائل
بعض دفعہ ایسے پرانے ہو جاتے ہیں۔ جیسے تلوار کے نیاموں کا پرانا ہونا۔
۵۱- کبھی کبھی آنکھ بھی تاریکی سے الفت پذیر ہو جاتی ہے۔ حالانکہ وہ اسکی قید ہے (یعنی تاریکی
آنکھ کے لئے بطور قید کے ہے کہ کچھ نہیں دیکھتی) اور زہر سے شفا کی امید کی جاتی ہے۔ حالانکہ
وہ انسان کو قتل کرنے والی۔ اور مارنے والی ہے۔
۵۲- میری وہ ہمت ہے جو بہت سارے زمانوں کو لاغر کر دے۔ اور وہ ایسے عہد کی طرح

ایام مصر (یعنی پرانے زمانے) سے حاملہ ہے (یعنی امیدوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے۔)

۵۳۔ کئی سال ہیں جن میں سے ہم نے دس گزارے۔ گویا کہ ہم نے قرب عہد کی وجہ سے نہیں گزارا۔ حالانکہ وہاں سے کئی مرحلے ہیں (یا وہ بطور سواریوں کے ہیں)

۵۴۔ بیشک انسان کے مکمل احسانات جب کہ گردشیں اس سے لڑائی کریں۔ پناہ کی جگہیں ہیں

۵۵۔ بلند کارناموں کی بنیاد بھی جلدی سے مرمت کیجاتی ہے۔ جیسے کہ مکانوں کی مرمت۔

۵۶۔ اگر بہت دودھ دینے والی اونٹنیاں کم شیر ہوگئی ہیں۔ تو میں ان کو لگام دیدیتا (یا ان کا عذر قبول کرلیتا۔) لیکن (کیا کروں)۔ ہم دودھ سے محروم ہیں۔ حالانکہ پستان (دودھ سے بھرا ہوا ہے۔

۵۷۔ میں نے یہ قصیدہ تجھے عطا کیا۔ جو دل کی سخت سوزش سے شفا بخشتا ہے۔ اور جوان جب کہ وہ (غموں سے غافل ہو۔ اور بھول گیا ہو۔ اس کے غموں کو برانگیختہ کرتا ہے۔

۵۸۔ تو اس کے قوافی اشعار کو واپس لوٹاتا ہے۔ جب کہ وہ کسی قوم کی بزرگی کے چھوڑے ہوئے کاموں کو چھوڑتے ہیں (یا بھیجتے ہیں) اور وہ خود مہمل طور سے چھوڑے ہوتے ہیں۔ (یا سخت بارش کی طرح زور سے بہتے ہیں۔ (۵۹)۔ اس وقت بھلا کیا حال ہوگا۔ جب تو ان کو اپنے زیور سے آراستہ کردیگا گو وہ بغیر آراستگی کے ہیں۔ لیکن یہ ان کی آرائش کافی ہے۔

۶۰۔ اے ہمارے بزرگ ہم پر مہربانی کر۔ کیونکہ ہم کو سخت پیاس لاحق ہے اور تم (ہمارے لئے بطور) چشمے ہو۔

(۴) معتصم کی مدح کہتا ہے اور بابک کی گرفتاری کا ذکر کرتا ہے

نوٹ۔ بابک۔ نام ایک شخص تھا۔ جو قریہ خرم کا رہنے والا تھا۔ معتصم کے جلوس کے اول ہی سال یعنی ۲۱۸ھ میں مفسد نے آذربیجان میں شورش مچائی۔ اور اکثر بلاد پر قابض ہوگیا۔ مگر آخرکار شکست کھاکر مارا گیا۔ (اس قصیدہ اور اس سے اگلے تینوں قصیدوں کا وزن وہی ہے۔ جو معلقہ لبید کا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ آخری متفاعلن فعلاتن بن جاتا ہے)

۱۔ امور شرک تجھ سے انجام کی طرف مائل ہوگئے۔ اور بہت شورش اور غصہ کے بعد اس (شرک نے) قہر پکڑا

۲۔ خلیفہ نے خلافت کی خاطر جس کے لئے لوگوں کی جاتیں باوجود گراں بہا ہونیکے ارزاں ہوگئیں تھیں۔ بڑا غضب دکھایا۔ (۳) جس وقت اس نے بابک کے لئے اپنی جاہل (یعنی بغیر امتیاز کے لگنے والی)

تلواروں کو سونتتا تو اس سے ہٹ کر پھر جاہلوں کی مانند نیام میں آ گئیں۔

۴- آذربیجان (صوبۂ ایران) تکبر اور دھوکہ کرتا ہے۔ بعد اس کے کہ وہ عبرت اور سزا کے اترنے کی جگہ تھا۔ ۵- وہ بدنما معلوم ہوتا تھا۔ اور اس بدنمائی کی آگاہی ہمیں تازگی اور خوبصورتی ہر دو دیتی تھیں۔ جو اس کے اردگرد تھیں۔

۶- اسی طرح کسی بے زیور عورت کا غم حد سے نہیں بڑھتا۔ یہاں تک کہ زمانہ کسی زیور پہننے والی عورت کو اس کا ہمسایہ اور نزدیکی بنا دیتا ہے۔ (یعنی آذربیجان کی رونق چلی گئی تھی۔ تو نے بابک کے مارنے سے اس کو رونق واپس دلائی۔)

۷- تو نے اسے اس بابک کے مکر سے چھڑا یا گویا کہ یہ اسی کے لئے رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔

۸- یہ زمانہ میں خرق عادت (عام طریقہ کے خلاف) ہے کہ اس نے اپنا بازو سعد ستارے (زہرہ یا مشتری) کیطرف دراز کیا ۔ حملہ اسکو بغیر سوال کے دیا۔ (خرق بیوقوف کو بھی کہتے ہیں جو شاید یہاں پر مراد ہو)

۹- اسی کی وجہ سے صاحب عزت و غلبہ ذلیل سے خوف کھاتا تھا۔ اور علاقہ بذ یا اونچی زمین کے درختاں بنع (جس سے کمان و تیر بنائے ہیں۔ پہاڑوں میں ہوتا ہے) اس گمراہ (بابک) کو سجدہ کرتے تھے و ضال ویسے ایک قسم کا معمولی درخت بھی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ممکن ہے کہ یہ معنی ہو کہ اعلیٰ درخت ادنےٰ درختوں کو سجدہ کرتے تھے۔)

۱۰- انسانوں کے بازو اس کے خوف سے بھر پور ہو گئے تھے۔ اور ہیبت کے نزدیک بہادروں کا جوش و خروش بھی باطل ہو گیا تھا۔

۱۱- اگر وہ ان کی مزاحمت نہ کرتا۔ (یا ان کے برخلاف آگے نہ بڑھتا) تو اسی کی خاطر ان کے سینوں کے اندر خوف آگے بڑھتے (۱۲) وہ سختی کا ایک سمندر تھا جس کی لہریں جوش زن تھیں۔ اس نے پانی کی بہت ساری چھپٹریوں میں سے ایک چھپٹری ظاہر کی۔

۱۳- بہت سی نعمتیں اسکو گھیرے ہوئے تھیں اور ہدایت کے چراغ بغیر فتیلے کے اس سے پھر گئے۔

۱۴- اس نے بچوں میں سے جس کا خون ابھی سرخ نہیں ہوا تھا۔ ہر ایک پرورش یافتہ (یا قواعد ورزش سکھایا ہوا) کو تلوار کے پھل پر مباح اور جائز کیا۔

۱۵- دنیا میں سختی دو دفعہ دودھ دہنے کے درمیان جو وقفہ ہوتا ہے اس سے زیادہ نہیں اترتی تھی یہاں تک کہ

تلوار نے اسے کوچ کرنے کے لئے بلایا (دیکھیہ اس اونٹنی کو بھی کہتے ہیں جو بغیر دودھ کے ہو۔)

۱۶۔ پر میں از روئے رعب کے دیکھتا ہوں کہ وہ شخص جس نے شیر کے بچوں پر رحم کیا اس نے خود شیروں کو قتل نہ کیا۔ ۱۷۔ اگر دجال (مشہور ہے قرب قیامت کے بطور آزمائش کے زمین پر آئیگا اور لوگوں کو برائی اور شرک کی طرف بلائیگا۔ عیسیٰ اس کو قتل کریں گے۔ خدا تعالے نے تمام چیزیں اسکے مسخر کردیگا۔ بڑے ہولناک واقعات دکھائیگا۔ ایک آنکھ سے کانا ہوگا۔) اسکے بعض کاموں کو آنکھ سے دیکھتا تو اس کی کانی آنکھ سے (حسد کے مارے) آنسو گر جاتے۔

۱۸۔ اس نے امیر المومنین کو اپنی تلواریں دیں۔ جس کے اندر مادۂ رضا اور سخت مضبوط حکومت ہے (مقتنال کوئی لفظ نہیں۔ منتقال ہوگا۔ یا مقتال)

۱۹۔ اس بات کا یقین کرتے ہوئے کہ جو کچھ اس سے سہو و غفلت ہوئی۔ اسکو اسکا قتل محو کردیگا۔

۲۰۔ مثل نماز کے جب وہ قایم کی جاوے تو اسکے بعد تمام اعمال کی وہ اصلاح کر دیتی ہے۔

۲۱۔ پس اس نے اس کو افیشن (ایک مشہور عجمی نام ہے) کی گالی دی۔ اور یہ بوقت (طلوع) ترویں کے تھا۔ جو اندھیرے کو ایسا پھاڑتی اور دور کرتی ہے۔ جیسے کوئی پرانی چادر پھٹ جائے۔

۲۲۔ اس نے اس کی بیماری پر سخت تیز تیزاب لگایا۔ جب کہ اس کو دیکھا کہ اس کو لیپ دینے سے افاقہ نہیں ہوا۔ (کاوی دراصل ایسی چیز کو کہتے ہیں جو بدن کو داغ دار کر دے)

۲۳۔ اسے یوم ارشق (آذربیجان کے نواح میں ارض موقان میں بابک خرمی کے شہر بذ کے نزدیک ایک پہاڑ ہے یہاں ۲۲۰ھ میں لڑائی ہوئی تھی)۔ تو قریہ خرم کے رہنے والوں (یعنی بابک والوں کا۔ کیونکہ یہ خرم کا رہنے والا تھا) کے لئے موت کا ایسا سیدھا تیر (کا نشانہ) بنا ہوا تھا۔ جو ٹھیک مقررہ میعادوں پر جا لگنے والا تھا۔

۲۴۔ اس دن اسلامی لوگ شیروں والے دل لیکر لوگوں (دشمنوں) کے سینوں پر ساری رات اور اول حصہ رات بھی چلتے رہے۔

۲۵۔ انہوں نے ایک ہی ساعت میں خوب مستعدی سے تیاری کی۔ لفظی معنی۔ پنڈلیوں سے دامن اوپر کھینچا) جب کہ جنگ کا ازار ڈھیلا چھوڑنے سے اور زیادہ سخت ہو گیا۔

۲۶۔ اسی طرح پر جنگ کے دامن نہیں کھینچے جاتے۔ مگر اس وقت جب کہ (دوسروں کے) دامن

کھینچے جائیں۔ ۲۷۔ جسوقت بابک نے ان اسلامیوں (کو اپنی خواہشات کے اس طرف دیکھا (یعنی
ان کو حاصل ہوتا ہوا نہ دیکھا) تو بعد طول وصال کے گمراہی کو چھوڑ دیا۔

۲۸۔ بھاگنے کو اپنا بھائی اختیار کرلیا۔ (فرار لازم کیا) اور یہ یقین کیا کہ وہ ابو سمال (عدوی قعنب مقری
اس نام کا ایک شاعر بنی اسد سے ہے اور ایک اور شاعر بھی تھا جسے حضرت علی نے اسے شراب پینے کی
وجہ سے حد شراب لگوائی۔) سے زیادہ مضبوط ارادے والا ہے۔

۲۹۔ اس کی سخت زمینوں میں سخت حادثات تھے پس اب موت کے پکارنے والے نے اسے
نرم زمینوں کی طرف بلایا۔ ۳۰۔ اس کے لئے جنگلوں کے مکروفریب خوب آرائش سے پہنے گئے جنہوں
اونچی پہاڑیوں اور پناہ کی جگہوں (یا درختان درہم پیچیدہ یا دانہ تلخ گندم) کے درمیان فرق کیا

۳۱۔ ہم بمقام موقان (جس کا ابھی ذکر آیا ہے) وارد ہوئے۔ اس پر تیلی کمر والے گھوڑے پھیرائے
تھے جو پراگندہ بال تھے۔ جن پر پراگندہ بال سوار تھے۔ اور یہ مرغ سنگخوار کی طرح تھے جو گروہ در گروہ
حالت میں ہو۔ ۳۲۔ یہ گھوڑے ہر ایک، کامل سلاح پوش۔ گندم گون نیزوں والے کو اٹھائے ہوئے
تھے جس کو ادھوڑی پہنا کر کرتہ کی نسبت اولی و بہتر تھا۔ (یعنی طویل قامت جوان تھے۔)

۳۳۔ ہر ایک شجاعت کو حیا کے ساتھ ملا دیتا تھا پس دونوں اس طرح ہو جاتے تھے۔
جیسے کہ کسی معشوق کے حسن کے ساتھ نازونزاکت ملی ہوئی ہو۔

۳۴۔ وہ بابک نجات پا گیا۔ اگر یہ گھوڑے اس کو پا لیتے۔ تو اس کو صاف چٹیل میدان میں
بغیر جوڑوں کے ملے ہوئے (مردہ) چھوڑتے۔

۳۵۔ موقان سے کھسک کر نکل گیا۔ اور یہ اس کے اور اس کے لشکر کے لئے بطور احسان کرنے
والے باپ یا عیالدار ماں کے تھا۔ ۳۶۔ حاملہ جانور کے دودھ نے کئی دفعہ اسکو دودھ پلایا تھا۔ کاش
کہ تیر بغیر دودھ چھڑانے کے اس کے لئے دودھ رکھتے۔

۳۷۔ افسوس اس کا دل ایسے شاہسواران جنگ کے ذریعہ سے جو بے کار اور بے ہتھیار نہیں تھے
ڈرایا گیا۔ ۳۸۔ انہوں نے نیزوں کو درختان انبوہ والے گھنے جنگلوں۔ تنگ جگہوں اور گڑھوں کے لئے
رستے بنا رکھے تھے۔ ۳۹۔ پس وہ صبح کو ایسے اٹھے (یا ایسے ہو گئے) کہ ان کے ساتھ مل کر شراب پینے
والے بدحالی کے پیالوں کو پیتے تھے۔

۴۰- یہ سرکشی ہرگز زیادہ دیر تک نہ رہی مگر یہ کہ اس کی حد سے زیادتی نے عمروں کو چھوٹا کر دیا
۴۱- مقام ابرشتویم اور درودز کی پہاڑیوں (جہاں بابک پناہ گزین ہوتا تھا) میں نصرت کی ناقہ باشیر نے بعد کئی جیلوں کے دودھ دیا (یا حاملہ ہوئی)
۴۲- یہ وہ دن تھا جس دن زمانہ روشن ہوا۔ اور نیزوں نے امیدوں کی تازگی و خوبی کو کھولا
۴۳- اگر مقام طلام (یہ بھی نزدیک کا پہاڑ ہے) اور وہاں کی چوٹی نہ ہوتی جہاں انہوں نے پناہ لی تھی۔ تو ان کی گردنیں بغیر سروں کے رہ جاتیں۔
۴۴- پس چاہیئے کہ طلام اور درودز کا شکر کریں کیونکہ وہ انہی کے ہاں پناہ گزین تھے۔ (یا پہلے ان کو غلام تھے۔ موالی جمع ہے مولی کی جس کے معنی آقا۔ غلام وغیرہ آتے ہیں)
۴۵- اور وہ مقام بیات کے میدان میں رات بھر چلتے رہے۔ پس خوب کھٹا کھٹ جنگ کے ذریعہ سے جو بالکل سچی اور بہادرانہ طور سے تھی۔ دور کئے گئے۔
۴۶- اس مقام بیات (یا رات کے رہنے یا شبخونی) کا حق مہر یہ ہے کہ وادی کے موڑ پر صبر کریں۔ کیونکہ تمام حاکموں سے زیادہ حاکم ہے۔
۴۷- جسوقت وہ صبح کو اٹھا (یا گیا) تو تمام حول و خوف ہر وقت اس کے خیال کے درپے تھا
۴۸- نیز اس ٹیلے کی شام جسکی ہدایت کی بالکی تمام دیگر محکم چیزوں سے اس کے لئے بڑی بھاری بنیاد ہے۔ ۴۹- ان پر آسمان کے فرشتے (جان قبض کرنے کے لئے یا مسلمانوں کی امداد کیلئے) نازل ہوئے۔ جس وقت کہ مسلمانوں نے ان کو پکار کر کہا۔ کہ اترآؤ (لڑائی کے لئے)
۵۰- کوئی شخص اپنا سایہ مالِ غنیمت نہیں پہن چکا تھا۔ یہاں تک کہ زوال کے وقت اس نے ان لوگوں کی ناز و نعمت کو زوال و نقصان کے بدلے دے ڈالا۔
۵۱- ان کے کافر گبر (یعنی بابک) کی فضول بکواس ان سے ظاہر ہوتی سچ ہے۔ کہ ساربان کا رستہ گم کرنا (یا بغیر تجویز کے کام کرنا) اونٹوں کو ہلاک کر دیتا ہے۔
۵۲- گویا کہ اب خود اس نے اپنے برخلاف حیلہ کیا۔ جب کہ حیلہ گروں کے حیلے اس کو نہ پہنچ سکے (کارگر نہ ہو سکے) ۵۳- سو اب مقام تبذ (جو بک کے خروج کی جگہ تھی) غبار آلودہ کھنڈرات والا بن گیا۔ اور موت کے ہاتھ کے لئے منجملہ کھانوں کے ایک کھانا ہے۔

۵۴۔ جمعرات کے دن لشکر نے اسکو جامہ سے اشارہ کیا (یا اس کو لے اڑے) اور اسکو بطور مثال
کے چھوڑ دیا۔ ۵۵۔ سفید چمکدار اور لطیف تلواروں کی سیاہی اسکو جا لگی (یعنی ہلکی سی تلوار کی ضرب
لگی) سو اس نے اسکو مٹا دیا۔ حالات کا مٹ جانا اس کو لاحق نہیں ہوا۔

۵۶۔ نفرت اور صبر کی ہواؤں نے اس کی منزل کو بوسیدہ کر دیا نہ کہ باد صبا۔ (جو مشرق
سے چلتی ہے) اور باد شمال نے۔ ۵۷۔ مشرقی زمین میں ایک جگہ ہے جہاں تلواریں بنتی تھیں)
تلواروں کو باد سموم نے اس کے وسط کو زور سے جھلسا دیا۔ حالانکہ وہ (اس سے پہلے) پورے اور
فراخ سایہ والی تھیں۔ ۵۸۔ کئی ایک تلواریں ہیں جو ان ہیں کے ایک ایسے جوانمرد کے اوپر گزر
گئیں جو لڑائی کے بوجھوں کا اٹھانے والا تھا۔

۵۹۔ وہ تلواریں بڑھاپے (یعنی بوڑھے) سے سبقت کر کے اس جوان کے پاس گئیں۔ پس اسکو
عقلمندی کی جگہ یعنی سر اور گدی سے زور سے پکڑ لیا۔ (یا شاید ابتزہ کا فاعل وطن ہو)
۶۰۔ وہ آدمی صاحب کرم تھا۔ اکیلی موت کا نشان تھا اور اپنے مالوں اور بچوں (کے دینے) میں بخیل تھا
۶۱۔ اس نے کتے کی زندگی کی مشقت برداشت کی بجز اسکے کہ صبر کر کے شیر کی موت مرا
۶۲۔ اس نے ہر ایک زن دوشیزہ کے ساتھ صحبت کی۔ جسکے بارے میں بہت دیر کے بعد زمانے
کے وعدے پورے ہوئے۔ ۶۳۔ خوفناک مقامات نے ان عورتوں کی خوبیوں کو (خرابیوں سے)
ملا دیا۔ گویا صاف اور عمدہ پانی کو بغیر شیریں ہونے کے چھوڑ دیا۔
۶۴۔ حلقوں یعنی دستوں و خلخالوں کے پہننے سے اس کو سرعت رفتار پر برانگیختہ کیا گیا۔
حالانکہ بسا اوقات بہت آہستہ چلنے کی عادی تھیں۔
۶۵۔ وکم گھوڑوں پر (سواروں کے) پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں جن کی زین کے کپڑے بوجہ انکی
سرین کے بوجھل ہونے کے باردار ہو گئے تھے۔ سرحرد جمع ہے اجرد کی جس کے معنی کم مو ہیں۔ خواہ گھوڑا
ہو یا شتر ہو۔ نیز تیزی سے جانے والا۔ یا وہ اونٹ جو ایک خاص بیماری جرد میں مبتلا ہو)
۶۶۔ درازی دامن کے بدلے ان کو پردہ داری مل گئی۔ اور ٹوٹے پھوٹے خیموں کے عوض میں
نوعروس کے تخت سے سجائے ہوئے گھر۔ ۶۷۔ اس عورت کا بیٹا جو اپنے خاوند سے خیانت کرتی تھی
[illegible] ایک شکم اور لاغر کمر کے ذریعہ سے ۔

۶۸۔ وہ اپنے محبوب دوستوں کو تسلی پاکر (بے غمی کی حالت میں) نہ کہ فراموش کر کے چھوڑ گیا۔ اتفاقی نسیان کرنے والے کا عذر جان بوجھ کر نسیان کرنے والے کے عذر کے خلاف ہوتا ہے۔

۶۹۔ نیزوں نے جو ایسے دوست کی طرف آئے تھے جس نے اسکو نیزہ زنی پیش کی تھی اور جس کی (درحقیقت) دشمنی رکھنے کی خصلت تھی (مراد خلیفہ سے ہے) اسکے غبار کو پھاڑ ڈالا۔

۷۰۔ بیشک جسوقت نیزے کی شہادت کی جگہ میں (بورے کی طرح) گاڑ دیئے جائیں۔ تو ان کی چوٹی ہو جو بلند پیکانوں کا پھل لگیگا۔ وہ بلند کارنامے ہونگے (یعنی قتل ہونے سے انسان کی بہادری کی تعریف ہوتی ہے۔) ۷۱۔ جسوقت ماہ رمضان نے اس مشہد میں اس بابک کی قضا مقرر کی (یعنی ماہ رمضان میں وہ مقتول ہوا۔) تو ماہ شوال (جو ماہ رمضان کے بعد آتا ہے) کے دنوں نے اسکو اٹھا کر گم کر دیا۔ ۷۲۔ وہ ہمیشہ سے پریشان حالت میں اپنے قصد و ارادے کا طوق پہنے ہوئے تھا (یعنی اسکے تابع تھا۔) یہاں تک کہ آپ وہ بیڑیوں اور طوقوں میں جکڑا گیا۔

۷۳۔ جب اسکو خلخال کی برائی (یا سختی) ظاہر ہوئی۔ تو موت کے باعث اس نے خون کا طوق پہن لیا

۷۴۔ وہ ابھی پکڑا نہیں گیا تھا کہ خوف ہلاکت کے باعث وہ ہر ایک اڑنے جگہ اڑتا رہا۔ اور ہر ایک میدان میں جولانی کی (یا پورے زور سے حرکت کرتا رہا)

۷۵۔ گھوڑوں کے واسطے سینہ پر نیزہ مارنا زیادہ مناسب ہے۔ اور بہت ساری نقصان کی بہ سینہ پر زخم لگانے کی نسبت اور کوئی بیماری کی شفا نہیں ہے۔

۷۶۔ وہ اپنی موت سے بمقام سامرہ (بغداد کے قریب ہے۔ کئی دفعہ مذکور ہو چکا ہے) ملا جو سچی فال سے اسکے بچھاڑنے کی جگہ کا گواہ تھا۔ ۷۷۔ اس کے تمام وسایل (یا رسیاں) منقطع ہو گئے جس وقت اس نے اپنی آنکھیں اپنے ہاتھی اور فیلبان کی طرف پھیریں۔

۷۸۔ جو شخص گندم گوں اور لچکدار نیزوں سے ننگ و عار رکھے۔ وہ ایسا ہی اپنی دونوں سطحوں (یعنی جسم کے حصوں) کو تختۂ خرما (یعنی پھانسی یا قتل) کے حصے کے پیش کیا کرتا ہے۔

۷۹۔ اسکے تختے کی نسبت کوئی اور تختہ اتنا نچلے مقام والا (یعنی ذلیل) نہیں تھا۔ باوجود اس بات کے کہ وہ تمام تختوں سے بلند (رتبہ) تھا۔ ۸۰۔ وہ بلندی (بلند رتبے) والا تھا۔ گویا عزت اسکے بارد کو کھینچتی تھی۔ اب اس کی بلندی ذلت اور خواری کے باعث ہے۔ (یعنی غایت درجہ کی ذلت مرگیا)

۸۱۔ اب وہ (اپنے کام سے) پوری فراغت پا چکا ہے اور (حقیقت میں) وہ آدمی جس کو شغل اشتغال کی طرف کوئی سبیل اور موقع نہ ہو۔ وہ فارغ نہیں ہے۔

۸۲۔ اے امیر المومنین تو اپنی امت کی خاطر سلامت رہ۔ جس کے لئے تو نے قحط و تنگدستی کے بدلے خوشحالی و سخاوت خرچ کی ہے۔

۸۳۔ تیرے باعث اسلام مانند بدر کے ہو گیا ہے۔ بعد اس کے کہ اس کی بشاشت اور خوشی ویسی بے نور اور کمزور تھی۔ جیسے کہ ہلال کی روشنی (جو بہت تھوڑی ہوتی ہے)

۸۴۔ تو نے اس کے ہر ایک اس نقص کو جسکو فکر کے ہاتھوں نے بعد کمال کے ناقص کیا ہے کامل کر دیا ہے۔ ۸۵۔ تو نے اسکو اپنے روشن دلوں کا لباس پہنا دیا ہے۔ جن کے مقابلے میں دوسروں کے دن بطور راتوں کے بے قدر ہیں۔ ۸۶۔ نیز تو نے اسکو جنگ والی عزیمت اور مضبوط قصد عطا کیا ہے۔ جو صرف معتصم کو (یعنی تجھ کو) ہی شایاں ہے۔ جو سامنے آنے یا پیٹھ پھیرنے کی حالت میں بابرکت ہے۔ ۸۷۔ پس تمام وزیروں کا باریک بینی سے غور کرنا۔ اور ملامت گروں کا پیچھا کرنا اس عزیمت پر ایسا بلند ہوتا ہے جیسا (پانی پر) خس و خاشاک کا بلند ہونا اور ظاہر ہونا۔

۸۸۔ وہ تلوار جس کے اندر اس کی شدت گرمی کی وجہ سے صقیل دیر تک نہ رہے۔ اپنے صقیل ہونے سے (درحقیقت) نفع حاصل نہیں کرتی۔ (پس ممدوح بھی ایسی تلوار کی مانند ہے جس میں صیقل دیر تک رہتا ہے)

جزو ثانی

(۵) واثق باللہ کو خلافت کی مبارک دیتا ہے اور اپنے باپ معتصم باللہ کی تعریف کرتا ہے

نوٹ۔ واثق کا حال معجم البلدان میں مذکور ہو چکا ہے۔

۱۔ آنسوؤں کو کیا ہو گیا ہے کہ ہر ایک مطلب کا قصد کرتے ہیں۔ (یعنی زور سے گرتے ہیں۔) حالانکہ پلکیں نیند سے بالکل محروم ہیں۔ (جیسے عورت اپنے مردہ بچے سے)

۲۔ اے معصوم (مراد معتصم یا لغوی معنی بے گناہ مراد ہو) کی مٹی یا قبر۔ تیرے اندر ایسا آدمی امانت رکھا گیا ہے۔ جو آب حیات جیسا تھا۔ اور مفلسی کا قاتل اور زائل کرنے والا۔

۳- صاف پتھر تیری طرف سے ایسی جگہ پر چپکا دیئے گئے ہیں جو ہڈیوں کے ملنے کی جگہ ہے کاش کہ تو اس بات کو جانتی (پہلا عظام عظم کی جمع ہے بمعنی ہڈی اور دوسرا عظیم کی جمع ہے بمعنی بڑا)

۴- ہمارے آنسو کی جگہوں کو اس بات نے چیر ڈالا ہے۔ کہ (اے قبر) تیرے گوشہ کے اندر وہ آدمی اترا ہے جو زمانے کیلئے باعث سرور تھا۔ (یا اسکو مست کرنے والا) اور گردشوں کو بند کرنے والا۔

۵- اور ملک جو سرکش گھوڑے کی مانند بے قابو تھا اسکو اپنے تصرف میں لانیوالا تھا۔ گویا کہ اس ملک کے سختی سے قابو کرنے والے (ممدوح متوفی) نے اسکو لگام سے قابو کیا۔

۶- گردش زمانہ نے (خانۂ اسلام یا خلافت کی) بڑی دیوار کو نیچے گرا دیا ہے۔ اور اسکے ستون اسلام پر گرا دیئے گئے ہیں۔ ۷- اب اس نے اپنا سائبان بادشاہوں کے بادشاہ (واثق باللہ) کے پاس ڈالا۔ اور جو دوسروں کو سیدھا کرنے والے ہیں۔ ان کے سیدھا کرنیوالے (وہی واثق) پر اپنے حصے کی نگاہ رکھے۔ (یا اس کیلئے پژمردہ و خشک ہو گئے) ۸ وہ ہر ایک ایسے شر کی کنجی تھا جو خوب طور سے بند ہو کہ کسی کو معلوم ہی نہ ہو اور ہر ایک دار المقام کے لئے درانتی تھا۔ (جس سے ظلم کے گھاس وغیرہ کو کاٹا جاتا ہے)

۹ وہ تمام خلفا کو یہ بتانے والا تھا۔ کہ ان کا نفع زین رکھنے اور لگام دینے کے احاطے میں ہے (یعنی جنگ کے لئے تیار رہنا۔) ۱۰- اس نے وراثتِ خلافت ان نیزوں کے ذریعوں سے پائی جنہوں نے اس کے آباؤ اجداد اور مامون کی چراگاہ کی حفاظت کی تھی۔

۱۱- اس نے خلافت کو اس وراثت کے ذریعہ سے لیا۔ جس کا وہ مستحق تھا۔ اور نیز بذریعہ ہر ایک تیز دھاری والی تلوار کے۔ (۱۲) پس اب سورۃ انفال (جس کے اندر مال غنیمت کے تقسیم کرنے کا حال ہے) اور سورہ انعام (جس کے اندر جانوروں اور ان میں سے حرام و حلال کا زیادہ تر ذکر ہے۔) کے آثار اس کی میراث میں ہیں (یعنی لوگوں کو مال و دولت بخشتا ہے۔) ۱۳- جب تک ہارون رشید خلیفہ رہا۔ ہدایت مقامِ [illegible] میں رہی۔ اور ہمیشگی کے ساتھ ملی ہوئی تھی۔ یہاں بطور کنایہ کے ہدایت کا اشارہ اسطرف بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ہارون کے باپ نام مہدی تھا۔ اور بھائی کا نام ہادی)

۱۴- ہم نے کوچ کیا تھا اس حالت میں کہ ہم واثق باللہ جو چاشت کے وقت کا سورج اور چودھویں رات کا چاند ہے۔ پر پورا وثوق کرنیوالے تھے۔

۱۵- الحمد لله! ہمارے جمعرات کیسی موت کے بعد ہمیں کیسی زندگی پیدا ہو گئی۔ (یعنی جو مراد عظیم الشان

خلیفہ تھا - اور جو اس کا قائم مقام ہوا - اور ہمارے لئے زندگی کا باعث ہوا - وہ بھی جلیل القدر تھا)

۱۶- اس موت نے ایک بہترین امام (معتصم) کو ہلاک کر دیا جس کے لئے لوگوں کے بڑے بڑے قبیلے مضطرب ہیں۔ اور دوسرا بہترین امام اٹھ کھڑا ہوا۔

۱۷- اس مصیبت کے مقابلہ میں کوئی اور مصیبت نہیں ہے۔ اور اس تقسیم (یعنی خلافت کی) جیسی اور کوئی تقسیم نہیں ۱۸- اگر کوہ قدس (بلاد نجد میں ہے۔ مذکور ہو چکا ہے) جیسے مضبوط پہاڑ کو قضا و قدر نے زائل کر دیا۔ تو کیا مضائقہ ہے۔ کوہ شمام (دو چوٹیوں والا پہاڑ ہے) جیسا پہاڑ خدا کرے کہ زائل نہ ہو۔

۱۹- اگر ہم اس آدمی کو جو جنگ میں صاحب شمشیر تھا۔ (نون تیزی طبع کو کہتے ہیں۔ ایک تلوار کا لقب ہے) کھو بیٹھے ہیں۔ تو ہم ایک بلندی (یا کوہان) اور چوٹی والے آدمی کی خوشبو سونگھتے ہیں (یا اسکے پاس شمام کو جاتے ہیں)

۲۰- کیا تکلیف کے وقت کے سوا کوئی ساعت ہے۔ جس کو تو نے اپنی سخاوت کا لباس پہنا دیا۔ اور اس سے پہلے اس کو سخاوت اور انعام کا لباس نہیں پہنایا گیا تھا۔

۲۱- آنکھ کی پلک کے واپس ہونے کی طرح ایک شکستگی تھی۔ (جیسے رسی کے تاب کھول دیا کرتے ہیں) جسے اے خلفا کے بیٹے۔ تو نے بہت ہی مضبوطی کے ساتھ (رسی کی طرح بل دیکر) پختہ کر دیا۔

۲۲- اس سے پہلے دوسری قوموں نے سورج دیکھا تھا۔ جو چھپ گیا۔ پس اندھیرے کی وجہ سے اس نے انکا تعاقب کیا۔ ۲۳- انکا وہ دن کیسا ہی بزرگ تھا۔ جس دن تو ان پر حاکم ہوا۔ اور نیز ان کا وہ سال ہے

۲۴- اگر یہ بدعت (نئی بات) نہ ہوتی تو وہ اسکے لئے ایک نشان نصب کرتے جس سے وہ سال (دوسرے) سالوں سے ممتاز رہتا۔ ۲۵- وہ اس حالت میں ہو گئے کہ یہ سال انکے ہاں عبادت کا سال ہے۔ اور یہ مہینہ ماہ رمضان ہے۔ ۲۶- جب تو نے ان کو ان سے عہد لینے کے لئے بلایا۔ تو مقام معرق (وہ راستہ جو عراق کیطرف جاتا ہے) اور شام میں خوشی اڑتی اور ٹپکتی تھی۔

۲۷- گویا یہ شخص تو غیب کی طرف سے آنیوالا اور خبر لانے والا ہے اور وہ کسی لڑکے کی بشارت دیا گیا ہے (جیسے یوسف کی خوشخبری دی گئی تھی) ۲۸- اگر وہ قدرت رکھتے تو وہ پہلوؤں کو چھوڑ کر اپنے رخساروں اور آنکھوں پر ہی چلتے۔ (ابو تمام کا یہ شعر سب سے اعلیٰ مانا گیا ہے)

۲۹- پس اے امیر المومنین ان کے دل تیری محبت اور ہیبت کے درمیان (ملبنہ) تھے۔ تیری ہی بدولت انکے سینے کھل گئے۔ اور جو آنکھیں نیچی اور پست تھیں وہ اب بلند ہو گئیں۔

۳۱- جب روشن چاند برا ہو کر چمکے۔ تو میں اسکو تجھ سے زیادہ روشن نہیں خیال کرتا ہوں جبکہ تو گمان و شک کی حالت میں ہوتا ہے۔ ۳۲- یہ لوگوں کا واثق کے ہاتھ پر بیعت کرنا) ایسا ہے جیسے بیعت رضوان (رضامندی کی بیعت یہ اشارہ ہے اس بیعت کی طرف جو مسلمانوں نے صلح حدیبیہ سے پہلے نبی علیہ السلام کے ہاتھ پر کی تھی جب کہ معلوم ہوا تھا۔ کہ حضرت عثمان رض جو مکہ میں کافروں سے اجازت حج حاصل کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے مقتول ہو گئے ہیں۔ اس بیعت پر اللہ تعالٰے نے اپنی رضامندی ظاہر کی تھی تمام قصہ قرآن مجید کی سورہ فتح میں موجود ہے) اسکے اندر سلامتی کا گھر ہے۔ پس (اے بیعت کرنیوالو) تم یہاں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (قرآن مجید کے الفاظ ہیں)

۳۳- وہ تیز سواری ہے۔ پس جو اسکی برابری کریگا۔ ایسے سرکش گھوڑے پر سوار ہوگا جو بغیر لگام کے ہوگا۔
۳۴- اسکی خواہش کی پیروی کی جاتی ہے۔ اور اسکے گروہ کیلئے (یا اسکی طرف سے) کبھی سرکشی نہیں ہے وہ بہادری اور تندی والا ہے۔ لیکن اسکی زمین حرام نہیں ہے (یعنی لوگوں کو اسکے ہاں آنیکی اجازت ہے)
۳۵- خواہشات کی عبادت جو دین میں ہوا و ہوس کی طرف لیجائے۔ بتوں کی عبادت سے زیادہ ہے
۳۶- بے شک خلافت کے بڑے ہمت والے بادشاہ پر جو بڑی بھاری عطا کرنے والا ہے بہک گئے ہیں
۳۷- یہ ایسا بادشاہ ہے جو دنیا کو اپنی آنکھوں کے گوشہ (یعنی بے پرواہی) سے دیکھتا ہے۔ اور تقوٰی کو ایسا دیکھتا ہے جیسے کہ کوئی ذوی الارحام سے ہو (جن سے رشتہ کرنا واجب ہے۔)
۳۸- اس خلافت کے واپس لوٹنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بعد اسکے کہ اس نے حرمت اور عہد کے ساتھ تیرا وسیلہ ڈھونڈا ہے۔ (یا تجھ سے پیوند خویشی چاہتی ہے)
۳۹- افسوس (یا یہ بات بہت بعید ہے) کہ یہ وہ (خلافت کا) ہار ہے جس کو وہ بغیر پرونے کے نہیں چھوڑتا تھا
۴۰- یہ نبی علیہ السلام کا ورثہ ہے اور اس بادشاہ (معتصم) کا انگارہ (یا سنگ ریزہ) ہے جو شعلے اور بھڑک سے خالی تھا
۴۱- یہ ذخیرہ شدہ تھا۔ جسکو تو نے حکومت کیساتھ اکٹھا حاصل کیا۔ جو اللہ تعالے کے لئے ہے۔ اور جو دوسرے حاکموں کے سروں کو توڑتی ہے (ممکن ہے کہ اللہ نسخ کے متعلق ہو۔ یا بطور تعجب کے ہو)
۴۲- ہم کسی دوسری دلیل کا ارادہ نہیں کرتے جسکی وجہ سے ہم شک سے جو منجملہ بیماریوں کے ایک ہی بیماری ہے شفا حاصل کریں۔ ۴۳- کیونکہ صبح تو بغیر دلائل کے جو دوسرے کی طرف سے پیدا ہوں اور نشانوں کے مشہور ہے
۴۴- پس ان میں سے جو مخالف ہے۔ اسکو ہر ایک سیدھا کرنے والے (تلوار یا نیزے) سے

سے سیدھا کر۔ اور ان میں سے جو دشمنی رکھنے والا ہے۔ اسکو بغیر سیف قاطع کے قطع کردے۔

۴۵۔ شیرانِ نیستاں نے اب اپنی فریاد و شکایت چھوڑدی ہے۔ جب کہ ان کے پاس جنگلوں (نیستانوں) کا وارث (خلیفہ) آیا۔ ۴۶۔ جب وہ جنگ میں گھس کر جاتا ہے۔ تو اس وقت سخت جنگجو ہوتا ہے نہ اسکے اندر دل اور نہ کند و بے کار رہتا ہے۔

۴۷۔ صبر کی زرہوں کو پہننے والا ہے اور نہ زرہ کی طرف اسکو حادثہ عظیمہ کے اندر پہنے رہتا ہے

۴۸۔ صبر جان کا ہوتا ہے۔ اسی کی فضیلت مشہور ہے۔ اور یہی بادشاہوں کا صبر ہوتا ہے۔ صبر جسموں کا (معتبر) نہیں ہوتا۔ ۴۹۔ اسکے حلم پر غلطی سے میلان نہ کرو۔ کیونکہ سمندر بعض اوقات جبکہ وہ جوش زن ہو اور طغیانی والا نہ ہو۔) تو اس کی تیز لہریں ہلاک کردیتی ہیں۔

۵۰۔ اے بنی ہاشم کے اماموں کے بیٹے جو ستاروں کی مانند ہیں۔ اور جو بڑی غالب حسب نسب اور عقل والے ہیں۔ ۵۱۔ تیرے پاس ہر ایک عاجز اور نالائق شاعر نے شعروں کا تحفہ بھیجا۔ اور ہر ایک درماندہ اور ناقابل آدمی نے تیرے بارے میں تعریف کا تیر (طول میں چلایا۔

۵۲۔ لیکن اس مدح کا نشانہ (غرض تسدید کے خلاف ہے) ایسا ہے کہ اسکے کنارے ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ اور وہ آدمی جو تیر چلانے والا نہیں تھا۔ اس نے بھی تیر مارا۔ (یعنی خود شاعر)

(۶) مامون کی مدح میں کہتا ہے

نوٹ یہ وہ قصیدہ ہے جو اس نے ابونواس کے قصیدے جو اس نے بدین مطلع "یا دار ما صنعت بک الایام" امین کی تعریف میں لکھا تھا۔ کے مقابلہ میں بطور حسد کے کہا تھا۔

۱۔ یہ (معشوقہ کے) مکانات کے نشانات ہیں۔ جب پر اس (عاشق) نے نزول کیا۔ زاں بعد اسکو سلام کیا۔ اسکے صبر کی گرہ (یعنی مضبوط صبر) پر کئی دفعہ مصیبتیں نازل ہوئیں۔

۲۔ قوم یعنی لوگوں کے اونٹ ذبح کئے گئے۔ یہاں تک کہ وہ پاپیادہ وہاں سے گزر گئے (یا شاخ دریائے عبور کرگئے) بیشک انہوں نے مجھ پر سختی کی اور ملامت کی ۳۔ انہوں نے عشق کو اختیار کیا لیکن رزق (یعنی وصل) نہ دیئے گئے۔ کیا وہ عاشق ملامت کیا جاسکتا ہے جس کو اپنی محبت و عشق میں محبوبہ کے مکانات کے نشانات اور خیمے تعصب ہوں۔ ۴۔ انہوں نے مجھے وہاں ٹھیرنے پر ملامت کی یہاں تک کہ ان کی بابت خیال کیا گیا کہ

دیارِ محبوب پر ٹھہرنا گویا حرام ہے۔

۵۔ کوئی دن بھی نہیں گذرا مگر یہ کہ اسکے دل میں تیرے دونوں محلوں کے لئے یاد دل (پیدا ہوا) ہے۔ (ضمیر خطاب میں غالباً لوگوں کی طرف سے شاعر کو خطاب ہے یا وہ اپنے نفس کو کہتا ہے)

۶۔ یہاں تک کہ اسکے نور یا (شگوفے) سے ٹیلوں کا سر کے بالوں کے جھڑ جانے نے عمامہ باندھ لیا اور دودھ کے دانت گرنے نے آزار پہن لیا (یعنی بارش سے جو چیزیں خشک ہو گئی تھیں وہ سرسبز ہو گئیں اہضام پست زمین کو بھی کہتے ہیں) ۷۔ میں تجھے رشک سے دیکھتا ہوں۔ اور کیوں نہ دیکھوں جب کہ تیری زندگی تازہ ہے اور زمانہ غلام بنا ہوا ہے۔

۸۔ وصلِ محبوبہ کے سال تھے جن کی درازی کو جدائی کا ذکر بھلائے ہوئے تھے۔ گویا وہ (وصال کے سال چھوٹائی میں۔ اور بوجہ جلدی ختم ہونے کے) ایسے تھے جیسے دن۔

۹۔ ازاں بعد جدائی کے دن پیش آئے۔ اور جو میری طرف غم کو اپنے ساتھ پیچھے لائے تھے۔ گویا وہ (نہ ختم ہونے میں) ایسے تھے جیسے سال۔ ۱۰۔ اسکے بعد یہ سال بھی گزر گئے۔ اور وہاں کے لوگ بھی مر گئے۔ گویا کہ وہ سال اور لوگ خوابوں کی مانند تھے۔ ۱۱۔ کیا (اے دل) تیری آنکھوں کے آنسو اس لئے بہتے ہیں کہ کبوتری نے پکارنا شروع کیا۔ جب کہ اندھیرے نے حرکت کی (یا وہ بیٹھ گیا)

۱۲۔ تو اس کی خاطر غم واندوہ نہ کر کیونکہ اس کا رونا تو ہنسی (اور خوشی) ہے۔ اور تیرا رونا عشق میں غرق ہونا ہے۔ (یعنی تجھے کسی کے عشق کا غم ہے۔)

۱۳۔ یہ تو کبوتریاں ہیں۔ اگر تو ان کے حرف حا کو ناپسند کرکے (یا بدشگون لیکر) اسکو کسرہ دیدے تو وہ موت ہیں (یعنی حمام بمعنی کبوتریاں کی ہائے مفتوحہ کو کسرہ دینے سے حِمام بمعنی موت بن جائیگا۔ مطلب یہ کہ ان کا غم ایسا ہے۔ جیسا کہ موت پر ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ پہلا حُسن بجائے حَسَن فعل ہو جسکا معنی بے رونقی ہے۔ اور اس کا فاعل حمام ہو) ۱۴۔ اللہ اکبر! (کلمہ تعجب)۔ اب وہ بزرگ ترین آدمی آیا ہے جسکی حقیقت میں وہم وگمان جاری ہوتے ہیں۔ لیکن لغزش کھاتے ہیں۔

۱۵۔ یہ وہ ہے جس کے وصف کا وصف بیان کرنے والے احاطہ نہیں کرسکتے۔ یہانتک کہ انہوں نے کہدیا کہ اس کی وصف کوئی الہامی ہے۔ (یعنی الہام وکشف ہے جو کہ بیان ہی نہیں ہوسکتا)

۱۶۔ یہ وہ ہے جس نے مفلسی کو بذریعہ سخاوت کے اپنے وطنوں سے دور نکالا۔ یہانتک کہ اسے طرفہ ادر کیا ہے

۱۷- اس نے یتیموں کی ان کے باپوں کے بطور کفالت کی۔ یہانتک کہ ہم پسند کرتے ہیں کہ ہم بھی یتیم ہوتے

۱۸- وہ خدا تعالےٰ کے سامنے سر جھکانے والا ہے۔ اور ایسے بکریوں کے ذریعہ سے اپنی امت اور رعیت کا نگہبان ہے۔ جس کی وہ فخر کرتی ہے۔ (یعنی رعیت کو ایسا پالتا ہے جیسے کوئی بکریوں کو) اب لوگوں کا اسکے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ (۱۹) وہ گناہوں سے اول تو پرہیز کرتا ہے۔ زاں بعد اُن سے خوف کرتا ہے۔ گویا (بوجہ نیکیوں پر اعتماد نہ کرنے کے) اسکی نیکیاں گناہ ہیں۔

۲۰- اے بزرگ ہمت بادشاہ جس کا عدل معاملہ قضا و فیصلہ میں بزرگ ہمت بادشاہ کی طرح ہے

۲۱- زمین دنیا میں اللہ تعالےٰ کے حکم کا چہرہ ہمیشہ سے روشن ہے جب سے کہ احکام تجھ سے متعلق ہوئے

۲۲- آفاق عالم نے تیری اس مضبوط ہمت کو سیر کرایا جو اس بات پر قطعاً تاپید آگئی ہے کہ جیسا پھرنا ایسا ہے جیسا ٹھیرنا ۲۳- اگر اس کی روحیں تیرے مسخر نہیں ہیں۔ تو کیا مضائقہ۔ دور اندیشی اور اصل و بنیاد (پختگی مزاج) تو تیرے مطیع ہیں۔ ۲۴- مشرق مغرب بن جاتی ہے جب تو اسکے قصد کا لحاظ کرتا ہے اور زمین کے دور کے حصے کی مخالف طرف شام بن جاتی ہے۔

۲۵- یہ قصد بذریعہ ان اونٹنیوں کے ہوتا ہے جو شدقم (نعمان بن منذر کا نجل یعنی سانڈ) کی نسل سے ہیں۔ اور ٹیلوں کے درمیان انکے اجسام خود ٹیلوں کی مانند ہوتے ہیں۔

۲۶- نیز بذریعہ ان اعلےٰ گھوڑوں کے جو اعوج (بنی ہلال کا گھوڑا زمانہ جاہلیت میں مذکور ہو چکا ہے) کی نسل سے ہیں۔ گویا کہ وہ باد گرم چلتی ہے۔ جب کہ ہوائیں کمزور ہوں اور سست پڑ جائیں۔ (یعنی نہایت ہی تیز ہے)

۲۷- جس وقت تو نے دیکھا کہ دین کا دل (خفقان کی بیماری کے مانند) حرکت و اضطراب کی حالت میں ہے۔ اور کفر دست درازی اور اذیت دیتا ہے۔ (یہ اشارہ ہے روم کی لڑائی کا جس پر اس نے ۵۱۵ھ میں چڑھائی کی اور چودہ قلعے فتح کئے۔ سارا قصہ آگے آتا ہے)

۲۸- تو نے کفر کے اندھیروں کے نیچے اپنے (ایمان کے) مضبوط ارادوں کے حقائق کو آگ روشن کرنے کے لئے گھسایا جنہوں نے تیرے فکر کو چراغ کی طرح روشن کر دیا۔ جب کہ علاقے ظلمت ناک تھے۔

۲۹- زاں بعد تو اٹھ کھڑا ہوا ایسی حالیکہ تو اپنے لشکر کے دامن کو کھینچتا تھا۔ جس کا سائق (پیچھے سے ہانکنے والا) تو حسن یقین تھا۔ اور قائد (آگے سے کھینچنے والا) پیش قدمی۔

۳۰- وہ لشکر دریا کی گہرائی کی طرح بے شمار تھا۔ اور سور زن تھا۔ اس کے پچھلے بزرگ آدمی اس حالت

میں دیکھے جاتے تھے۔ کہ کھلے میدان میں جہاں ہوا ہی ہوا چلتی ہو۔ اس لشکر کا اژدہام تھا۔

۳۱۔ اس سے اپنے گروہ در گروہ آدمیوں سے تمام دشت و بیابان کو بھر دیا۔ قریب تھا کہ ایسا

کوئی دکھائی دے کہ اس کا آگا پیچھا معلوم نہ ہو۔

۳۲۔ ایسے آدمیوں سے بھر دیا۔ جو باریک اور لاغر اندام تھے۔ بھیریرے اور پھرتیلے جسم کے

تھے زین لگانا اور لگام دینا بھی ان کا تعلق تھا ۳۳۔ وہ ایک دوسرے کے سامنے تھے جب وہ دلپنے

نانا ان کیطرف منسوب ہوتے۔ تو تیری امداد میں وہ کیے ماموں اور چچے انکو رسوا نہ کرتے (یعنی خالص النسب تھے)

۳۴۔ درماندگی اور تکلیف کی شدت نے ان کے منہ جھلسا دیا (یا سیاہ و متغیر کر دیا) گویا وہ

ایسے ہونگے کہ ان کے باپ دادا حام و سام تھے۔ (یہ دو نو حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے تھے تمام

حبشی لوگ حام کی اولاد ہیں۔ اور عرب والے سام کی مطلب یہ کہ وہ بالکل سیاہ فام ہو گئے)

۳۵۔ انہوں نے سیاہ ہتھیاروں سے سیاہی بوجہ گرمی کے زنگ آلودہ ہونے کے) لے لی۔ اور یہ

اندازہ بالکل برابر تھا۔ جیسے دو آدمیوں کا دیت یعنی خون بہا کے لحاظ سے برابر ہونا ، وہاں کے ساکن لوگ

محض روح اور جسم تھے۔ (یعنی لڑائی لڑنے سے صرف ظاہری جسم باقی رہ گیا تھا۔ اور اندر کی جان)

۳۶۔ وہ موت کی طرف آزادی سے چھوٹ جانے والے تھے گویا ان کے اور موت کے درمیان کوئی صلہ

رحمی ہے۔ ۳۷۔ وہ موت کے شیر ہیں۔ جو بے پردہ (یعنی جنگل میں) رہنے والے ہیں۔ ان کے نیستاں بجز

برہنہ تلواروں اور نیزوں کے نہیں ہیں۔ ۳۸۔ یہاں تک کہ تو نے اپنے زور سے ایسی جنگ کے اندر

روم کو شکست دی۔ جو نہایت ہی بری (برے نتیجے والی) تھی اور جسکی شکستگی کی کوئی درستی نہیں ہے

۳۹۔ یہ معرکہ عظیم میں واقعہ ہوا جس کے دونوں غباروں یا سیاہیوں میں (ایک اصلی گرد و غبار

دوسرا سیاہ رات کا یا سیاہ ہتھیاروں کا) موت تو گویا روزہ افطار کئے ہوئے تھی۔ (یعنی نہ رکھنے والی

بلکہ لوگوں کو کھانے والی) اور سلاح پوش لوگ روزہ دار تھے۔

۴۰۔ اس دن ضرب تلوار ہر ایک ایسے لشکر کے بہادر کو جو ضرب کے لحاظ سے بدخواہ اور دلاور تھا۔ جتھا

دیتی تھی۔ اور موت کھڑی ہوتی تھی۔ ۴۱۔ پس تو نے اس جنگ میں انکی جمعیت کے وسائل کو شکستہ کر دیا

اور وہ ایسے کر دیے گئے۔ کہ ان سے سر کی کھوپریاں کاٹ کر علیحدہ کر دی گئیں۔

۴۲۔ انھوں نے تیرے سمندروں میں ڈول ڈالے۔ لیکن ڈولوں کی رسیاں اور کناروں کے چمڑے

کے تسمے پانی کے کھینچنے کی جگہ میں جا پڑے لیا ان کو ویسے کا ویسا چھوڑ دیا۔ نزع ڈول کھینچنے اور اس سے پانی پلانے کو کہتے ہیں۔) ۴۳۔ اس دن مشرکوں کو جنگ کا جوش اور غلبہ حاصل نہ ہوا۔ اس میں تو اللہ تعالے کے لیے اور اسلام تھا۔ ۴۴۔ جب تونے دیکھا کہ ان کے بادشاہ تیری طرف گروہ گروہ بن کر ہانکے جاتے ہیں گویا کہ وہ مویشی ہیں۔ ۴۵۔ ایک طرف دوسرے زخمیوں کی طرف آتے ہیں۔ گویا انکے چمڑے (کے رنگ) ایسے ہیں کہ ان پر خونِ سیاوشاں (سرخی رنگ کی مشہور دوائی ہے) اور مہندی کا لیپ لگا ہوا ہے۔

۴۶۔ وہ زخمی لوگ اپنے کپڑوں کو گرانے والے (یا کسی چیز پر اپنے آپ کو ڈالنے والے) تھے۔

گویا جب وہ ایکدوسرے سے نزدیک ہوئے۔ تو ان کا احرام ٹوٹ گیا۔ (حاجی لوگ خاص خاص مقامات سے ایک معین لباس پہنتے ہیں۔ اور حرم کعبہ اور آداے حج تک وہی لباس رکھتے ہیں۔ اور بعض افعال اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں۔ اسی فعل کا نام احرام ہے)

۴۷۔ تونے ان کو مار کر اپنی تلوار کی دھار اور تیزی کی تکریم و تعظیم کی (یا ان کی پلیدی سے پاک کر دیا) کیوں نہ ہو۔ یہ بزرگی تیری تلوار کو ہی زیبا ہے۔

۴۸۔ پس تونے موت کی حد کو جب کہ وہ اس تلوار کی دھار سے مرکب تھی۔ لوٹایا تو وہ اس حالت میں لوٹ گئی۔ کہ وہ سخت (یا جلدی کرنے والی) موت بن گئی۔

۴۹۔ تونے انکے سوئے ہوئے آدمیوں کو جگا دیا۔ اور کیا بھلا آنکھوں کا جاگنا ان کو فائدہ دے سکتا ہے جب کہ عقلیں سوئی ہوئی ہوں۔ ۵۰۔ ان کی وہ زبانیں جو اکثر دفعہ کلام کرتے وقت لفظوں کو دہراتی ہیں۔ بظاہر تو تیرے مخالف تھیں۔ لیکن دل میں اقرار کرتی تھیں۔ کہ تو ان کا امام و پیشوا ہے۔

۵۱۔ اے امیر المومنین! بس تو اپنی رغبت کیلئے سلامت رہ جس نے تیری امید کو (بچے کی طرح) پیدا کیا ہے۔ جب کہ وہ بانجھ تھی۔ (یعنی پہلے ناامیدی تھی۔ اب امید ہو گئی ہے)

۵۲۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس امت کی ذمہ واری پوری ادا کی۔ اب جب سے تونے اسکا احاطہ کر لیا۔ تو آنحضور پر ذمہ واری نہیں رہی۔

۵۳۔ بزرگیاں ہمیشہ سے خلیفہ کیلئے ہیں۔ اس بات کو اللہ تعالے اور باقی لوگ جانتے ہیں۔

۵۴۔ یہ امور کے لئے اور اس سے پہلے کے دونو (ہاروں و مہدی) کے لئے لوح محفوظ میں لکھی دی گئیں۔ یہاں تک کہ قلم تقدیر خشک ہو گئی (یعنی یہ خلیفہ ازلی ہے اور دائمی)

۵۵۔ سو تیرے باپ کی اولاد اپنی عمدہ قدر و منزلت کی حالت میں ہیں۔ اور یہ کہ وہی صاحب عالیشان اور سردار ہیں۔ ۵۶۔ یہ سب بلندیِ رتبہ اور بزرگی کی طلب میں تیری پیروی میں قدم بقدم چلنے والے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے قدم ایک دوسرے کے مساوی ہیں۔

(۷) واثق باللہ کی مدح کہتا ہے۔

۱۔ میا باپ منازلِ محبوبہ پر مراں ہو۔ وہ نہایت ہی غمناک ہیں۔ باوجود ان کے گنگے اور غیر فصیح ہونے کے پھر بھی وہ فصاحت بیانیہ سے بولتی ہیں۔ ۲۔ پس تو اپنے لاغر اونٹ کو اس شکستہ مکان پر روک دے تاکہ یہاں کامیاب (اور بے غم) اور غمناک ہر دو اپنی فرطِ محبت کو تقسیم کر لیں۔

۳۔ اے مخاطب تو مجھے یہاں کچھ دیر ٹھیرنے سے منع نہ کر جس سے میں فراق کی بیماری سے شفا پا جاؤں۔ کیونکہ یہاں ٹھیرنا (میرے لئے) مفید ہے۔ ۴۔ اپنے آنسو کے بہانے کی جگہ سے جو تری نکلتی ہے اس سے ان دیگوں کو (جو وہاں پڑی ہیں۔) سیراب کر کیونکہ جو آدمی آنسو بہاتے ہیں بخیل ہے وہی درحقیقت بخیل ہے۔ ۵۔ اور خیمہ کے اردگرد کی کھائی نے اپنے کناروں کو دھسا کر نیست و نابود کر دیا ہے گویا کہ وہ حوادث کے نیچے آکر محض ایک نزدیک پردہ سا بن گئی ہے۔ (یا موئے ابرو جیسی ہو گئی ہے)

۶۔ غم کے دن اور غم ہے جس کی سوزش کو مقام ابرق لحنان میں تیرے رونے پیٹنے نے ابھارا ہے (لحنان کے لئے بھی رونے والا ہے)۔ ۷۔ عشق کی نشانی لمبے لمبے سانس بھرنے اور آنسو بہانے ہیں۔ ان دونوں کے ذریعہ ماوی الی اور مجری الدمع (آنسو بہانے کی جگہیں) ہیں۔

۸۔ اگر غلبہ غم و اندوہ نہ ہوتا۔ تو حمیٰ کی پہاڑی (یا تو وہ ریگ حمیٰ محفوظ چراگاہ کو بھی کہتے ہیں) اور مشقر (بحرین میں ایک قدیمی قلعہ ہے۔ عبدالقیس کا۔ اس کے ساتھ دوسرا قلعہ بنام صفا ہے۔ نیز صفا بحرین میں ایک نہر ہے۔ سنگ سخت کو بھی صفا کہتے ہیں) کا قلعہ (اور اس کے متصل کا صفا نام قلعہ) یہ دعوے کرتے کہ وہ غمناک ہیں۔ یہاں تک تشبیب ختم ہے۔ اور غم کا ذکر زیادہ تر اسلئے ہے کہ ممدوح کا والد معتصم اس وقت فوت شدہ ہے۔

۹۔ اے حاجتوں والے روانہ ہو چلو۔ تمہاری کوشش کو سخاوت کے زور سے بہنے والی بارش پورا کرے گی۔ (یعنی خود ممدوح) ۱۰۔ کیونکہ حادثات اس کی بزرگ قطرہ بارش کی وجہ سے پاؤں میں بیڑی سے قید۔

ہیں۔ اور قحط اس کی یکدفعہ بارش سے مقید ہے۔ ۱۱۔ انہوں نے اپنے غم کا بوجھ اٹھالیا۔ اور ان کو ایسے سفر نے جدا کر دیا۔ جو سخت پکی اور سنگلاخ زمین کو ریزہ ریزہ کر دے۔

۱۲۔ یہاں تک کہ جب اپنے عزم سے کامیابی کا ضامن ہوا کرتا ہے انہوں نے اپنے کندھوں سے اس (بوجھ) کو گرا دیا۔ ۱۳۔ تو انہوں نے بادشاہ کی آنگن (اور درگاہ) کو سرسبز پایا۔ پس اس میں انہوں نے ہارون رشید جو ممدوح کا دادا تھا۔ جیسے صفتوں والے آدمی کو خوب تامل سے دیکھا۔ گویا کہ وہ ہوبہو ہارون ہی ہے ۱۴۔ انہوں نے امیرالمومنین کو اس حالت میں پایا۔ کہ اس کا تخت تو ایسا سرسبز و شاداب ہے۔ جیسے بادل کیا کرتے ہیں۔ اور اس کا سایہ لوگوں کی سکونت کے لئے ہے۔

۱۵۔ پس صبح کو وہ چل پڑے۔ اس حالت میں کہ انہوں نے واثق باللہ کی راحت و بخشش پر وثوق کیا ہوا تھا جس کا پرندہ (یعنی شگون) ان کے لئے مبارک ہے۔

۱۶۔ وہ آنکھیں اسکی وجہ سے ٹھنڈی ہو گئیں۔ اور وہ رخسارے حالانکہ پہلے سیاہ تھے اب نور سے چمک اٹھے۔ ۱۷۔ وہ اس بادشاہ کے ذریعہ سے جس کے اخلاق بزرگیوں کیلئے بطور قلعوں کے ہیں۔ زندگی کی ناچیز دنیا (مال و متاع) پر قابض ہو گئے۔ ۱۸۔ وہ ایسا بادشاہ ہے کہ جب اس کا ذکر مجلسوں میں جاتا ہے۔ تو امید اسکی ہلکی ہو کر اور نشاط سے جاتی ہے۔ حالانکہ وہ بوجھل ہوتی ہے

۱۹۔ وہ ایسا شیر ہے کہ جب جھنڈا لہراتا ہو تو اسکو دیکھیگا۔ کہ وہ لڑائی حالانکہ وہ سخت دفع کرنے والی ہوتی ہے۔ کی ریڑھ کی ہڈی (یعنی پشت) پر بلند ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔

۲۰۔ اس لڑائی کے حوضوں پر وہ اترنے والا ہے۔ اسکے بڑے حادثات (یا کارناموں کا قصد کرنے والا اور اس کے پستان سے دودھ پینے والا ہے۔

۲۱۔ اس میں پروردگار نے جس پاک ذات کا فرمان کسی شے کے لئے کن فیکون (یعنی ہو جا۔ تو ویسے ہو جاتی ہے۔) ہے خلافت کو رکھ دیا ہے۔ ۲۲۔ ہمنے اس خلافت کے لئے اپنے دل (کی آنکھوں) سے دیکھ لیا ہے۔ اس حالت میں کہ حادثات کی پشت اور پیٹ (یا ظاہر پوشیدہ) اس خلافت کے اطراف تھے (یعنی معرضِ زوال میں تھے) ۲۳۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ بعض ظن و گمان صاف واضح اور سچے نکلتے ہیں اور یہ کہ بعض دلوں میں آنکھیں ہوتی ہیں۔ (جیسے ہمارے دلوں میں)

۲۴۔ ہم نے بہ تحقیق یہ بھی جان لیا ہے کہ جب سے وہ تربیت پاکر جوان ہوا ہے۔ وہ پروردگار عالم

کے امین کے لئے امین ہے (پہلے امین رب العالمین سے مراد غالباً خلیفہ امین الله ہے جو ممدوح کا چچا تھا
دوسرا امین بمعنی امانت دور۔ یا جس سے لوگ امن میں ہوں۔ ویسے امین الله تعالے کے ناموں میں سے
ایک نام ہے یہی اخیر توجیہ ٹھیک ہے۔ یعنی پروردگار عالم جو امین ہے۔ اس کی امانت میں ہے)

۲۵۔ اے خلیفوں کے بیٹے تیری بمعنی چادر کی پڑی (اتنی مقدار جس سے ہاتھ پر ہو جائیں) بخشش ہے
جس سے (یعنی رشک کی گرمی سے) سفید بادل بھی پگل جاتا ہے۔ نیز نرمی ہے (یعنی سخاوت دینے
میں نرم مزاجی دکھاتا ہے۔) ۲۶۔ گذشتہ زمانے (یا تلوار) سے تجھ پر نور ہے۔ گویا کہ اس نور نبی علیہ
الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے واضح نور ہے۔ ۲۷۔ تیری ہی وجہ سے سفاح منصور مہدی معتصم مامون
بلند نام ہیں (ان ساروں کے تاریخی حالات معجم البلدان میں آگئے ہیں۔ ان میں سے چوتھے خلیفہ
یعنی ہارون رشید کا ذکر یہاں نہیں آیا۔ کیونکہ پہلے ابھی مذکور ہو چکا ہے اور اسکے پیچھے امین کا بھی)

۲۸۔ جو اُن لوگوں کی روشنی کو ذرا تھوڑا سا بھی دیکھے (یا قصد کرنے) وہ جان لیگا کہ یہ اشراف
گروہ ایسے ہیں جو آسمان کی مجلس فرشتگاں کے نزدیک جانشین (اور ہم رتبہ) ہیں

۲۹۔ یہ سلطنت کے شاہسوار ہیں۔ خا[illegible] کے شیر جن کا بیشہ جنگل وہدایت کا سایہ ہے۔

۳۰۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ میراث (خلافت [illegible]) انکے لئے بطور مہردار سکے کے ہو گئی ہے (یعنی
لازم) جس پر قرآن شریف کی سورتیں بطور قطعے کے حفاظت کرنے والی ہیں۔ (سور کا معنی شہر پناہ بھی ہوتا
ہے۔ تو یہاں صنعت ایہام واقعہ ہوتی ہے۔ ۳۱۔ ان کے درمیان اللہ تعالے کی تسکینیں (یا تابوت
سکینہ جو مشہور ہے۔) اس کی کتاب پاک اس کی ہر دو امانتیں (یعنی امانت دین و دنیا) اور اس کا محفوظ
اسم اعظم ہیں۔ (دونوں امانتوں سے ریاست عامہ اور خلافت نبوی بھی مراد ہو سکتی ہے۔)

۳۲۔ سلطنت (یا غلبہ) کی ایک محفوظ وادی ہے۔ جس کے اندر ملک پر کوئی ظلم نہیں کرتا۔ مگر انصاف
یا دین و مذہب (یعنی ظلم وستم کا نام نہیں ہے انصاف ہی انصاف ہے)

۳۳۔ یہ وادی ہارون رشید والی روشن سلطنت میں ہے۔ جس کی حفاظت کرنے والے نصرت اور
جاہ و جلال (یا مضبوطی۔ اور استواری) ہیں۔ ۳۴۔ اسلام اس کے غلبے کی حالت میں ایسا ہو گیا ہے۔
کہ ہندوستان اور چین اس کی بعض سرحدوں میں شامل ہیں۔

۳۵۔ اس خدا کے امانت دئے ہوئے پر (اس کے پیچھے امین الله کی طرف بھی ایک طرح سے اشارہ

اشارہ ہے) پر ہر ایک ایسا منافق فدا ہوتا ہے جس کی پسلیوں میں دشمنی پوشیدہ ہے۔

۳۶۔ یہ منجملہ ان آدمیوں کے ہے جس کے ساتھ کشادگی سے (سخاوت) دیتے ہیں۔ اور تو ہمیشہ سے ہمارے درمیان رہا ہے۔ (یا ممکن ہے کہ دعائیہ ہو) اور تیری دونوں ہتھیلیاں دایاں ہاتھ یا مبارک ہیں (یعنی سخاوت کرتی ہیں۔ یا یمین بمعنی قسم ہو) ۳۷۔ وحشی جانور تیری اطاعت کے لئے بلائے جاتے ہیں۔ پس وہ برائی سے رک کر) تیری طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور شیر جب کہ وہ اپنے بن میں ہوتا ہے۔ بلایا جاتا ہے۔ تو وہ اطاعت مان لیتا ہے۔

۳۸۔ تیری بزرگی رتبہ سے اوپر اور کوئی بزرگی نہیں ہے۔ ہاں تیرے فخر کے مقابلے میں ہر ایک فخر ہیچ ہے۔ (اب آگے آخیر تک اپنی نظم کی تعریف شروع کرتا ہے۔

۳۹۔ تیرے پاس زبان کی نظم (یعنی وہ نظم جو زبان سے نکلی ہے) کا ایک ہار آتا ہے۔ جو دو لڑیوں والا ہے۔ اور جس میں پوشیدہ رکھے ہوئے صاف بڑے بڑے موتی ہیں۔

۴۰۔ وہ ہار ایسا تیار شدہ ہے۔ جیسے حضرموت (عرب کا مشہور قصبہ ہے۔ یہاں کی کفش باریک و لطیف مشہور ہے) کی جوتی جو ٹھیک (ایک جوتی کے دوسری جوتی کے) اندازے سے تیار ہو گئی ہو۔ جو شکم و پہلو سے) باریک اور تنگ بنائی گئی ہو۔ اور جس کو کمر کی باریکی اور سینہ اوپر کی نرمی اور لطافت نے جواب دیا (یعنی امداد دی) ہو۔ ۴۱۔ اس میں انسانی اور وحشیانہ دو نو صفات ہیں۔ زمین والوں کی حرکتیں اس کے لینے کے لئے بہت ہیں۔ مگر یہ خود ساکن ہے۔ (کثرت حرکات سے تو اس کی وحشت کا پتہ لگتا ہے۔ اور سکون سے انسانیت کا۔)

۴۲۔ اس کا چشمہ سرسبزی والا ہے۔ اس کے زردار شعروں کا زیور بطور ہدایت کی آراستگی کے ہے۔ اور اس کی ساخت تہ بر تہ اور پیچیدہ ہے ۴۳۔ باقی رہے اس کے معنی سو وہ ان کنواری عورتوں کے مانند ہیں جو گردن اٹھا کر دیکھیں۔ (یا منصہ پر برائے تمیز بٹھائی جائیں) لیکن اس نظم کے قافیے تو خاوند کئے ہوئے عورتوں کی مانند ہیں۔

۴۴۔ اس ہار کو میری ضمیر کی کاریگری نے تجھے پہنایا ہے۔ جس کو جاری پانی والے فراخ کوؤں (مراد دل۔ ویسے جعفر کے نام کے بہت کوئیں اور چشمے ہیں۔ علاقہ عرب میں نیز معین کی میم کو مفتوح پڑھیں تو اس کا معنی جاری پانی ہوتا ہے۔ اور اگر مضموم ہو۔ تو امداد کرنے والا) نے امداد دی ہے

۴۵۔ اور وہ (یعنی ضمیر ۔ یا خود شاعر) باوجود اس کے خوبصورت (خوبی اشعار) ہونے کے اس کو سوء ظن سے دیکھتی ہے۔ اور وہ ایسے آدمی کی طرح نہیں ہے ۔ جو اپنے بیٹے اور شعر پر فریفتہ ہو (خواہ ان میں سو قسم کے عیب بھی ہوں ۔ قاعدہ ہے کہ ایک شخص اپنی خراب چیز کو بھی عمدہ خیال کرتا ہے ۔)

۴۶۔ وہ شاعر اپنی ہمت یا قصد لیکر تیرے پاس آتا ہے ۔ اور اس کا فکر ایک ایسی دائمی امید ہے جو (گردن کش گھوڑے کی طرح) تیری طرف آنے والی ہے۔

۴۷۔ پس اسکی دلی آرزوئیں بحیثیت آرزوئیں ہونے کے پھرنے والی (اور خوشی سے آزلو) ہیں لیکن اسکی امید (آیندہ کی ۔ یہ لفظ رجا مقابل ہے یاس بمعنی ناامیدی کے) بحیثیت امید ہونے کے پوشیدہ اور محفوظ ہے ۔ ۴۸۔ شاید اسکی وہ مراد جو اس وقت تیرے پاس جلدی یا دیر میں نہیں ہے ۔ انشاءاللہ حاصل ہو جائے

انتخاب از دیوان ابونواس (باب مدح)۔

نوٹ ابونواس عہد عباسیہ کا بڑا نامور شاعر گزرا ہے اس کا ایک شعر بطور نمونہ کے طرفہ کے بیان میں کتاب الشعر والشعراء کے اندر آچکا ہے ۔ کتاب الف لیلا میں اس کا کئی بار ذکر آیا ہے یہ شخص متنبی و دیگر نامور شعرا کا ہم رتبہ مانا گیا ہے خالص النسل عربی نہیں تھا بصرہ میں کچھ تعلیم حاصل کرکے کوفہ میں خلف الاحمر نحوی کے تحت میں شاعری وغیرہ سیکھی ۔ زاں بعد ہارون رشید کے دربار میں اگر تمام ہمسروں سے ممتاز بن گیا ۔ شروع میں اس کی زندگی شراب خوری و فسق و فجور میں گزری ۔ لیکن اخیر کا پشیمان ہوا اور زہد و عبادت کی طرف مائل ہو گیا ۔ جیسے کہ اس کا اخیر قصیدہ ثابت کریگا ۔ اس کی شاعری مختلف اقسام پر منقسم ہے ۔ مدیح ۔ ہجا ۔ مراثی ۔ زہدیات وغیرہ ۔ لیکن خمریات یعنی شراب و عشق کے اشعار سب سے زیادہ مشہور اور بے نظیر ہیں ۔

(۱) امیر المومنین محمد امین بن ہارون رشید کی مدح میں کہتا ہے

نوٹ ۔ واضح ہو کہ امین جس کا ذکر کئی بار آچکا ہے منجملہ اور صفات کے ان کے اندر خاص طور سے ممتاز تھا ۔ خوبصورتی سخاوت شرافت حسبی و نسبی ۔ حسن ادب ۔ علم شاعری ۔ اور لہو و لعب (گویہ بری اور عیبناک صفت ہے) لہذا شاعر اکثر جگہ ممدوح کی انہی صفات کا ذکر کرتا ہے ۔

۱- اے امین اللہ تو ہمیشہ تک زندہ رہ - اور زمانہ اور اس کی گردش رکے قیام تک باقی رہ -

۲- تو باقی رہ جائے - اور ہم فناہ ہو جائیں - پس جب تو نے ہم کو فنا کیا (یعنی ہمارے فنا ہونے کے بعد رہا) تو خود باقی رہ - ۳- بھلا کس طرح ہمارا دل تجھسے باز رہ سکتا ہے - جب کہ تو گراں قیمت پر قایم ہے - (یعنی اعلےٰ شان و جلال والا ہے)

۴- اس نے یہاں سے خطاب کی بجائے غیبت کی طرف التفات ہے) لوگوں پر سخاوت کے ذریعہ سے احسان کیا - سو انہوں نے بھی سخاوت کی - اب یہ حال ہے کہ گویا بخل رہا ہی نہیں -

(۲) اسی کی مدح میں کہتا ہے

۱- تو اپنے ہمنشین (اور حریف شراب) کو ذرا تنبیہ اور آگاہ کر - جو اونگھ میں لیٹ گیا ہے تا کہ تجھے رات کی اخیری تاریکی کے اندر (یعنی بوقت سحر) صبح کی شراب والا پیالہ پلاوے -

۲- وہ شراب خالص ہو - گویا پینے والے کے ہاتھ میں اسکی شعاع ایسی ہو جیسی آگ کی انگاری -

۳- یہ شراب وہ ہو جس کی انگور سے نوشیرواں بھی حیران ہو جبکہ اس نے اسے بمقام عانہ گاڑا تھا (فرات پر مشہور شہر ہے جہاں شراب انگوری بکثرت ہوتی ہے)

۴- وہ شراب جوان کو اس حالت میں چھوڑ دے - کہ گویا اس سے اس کی زبان میں گنگ آجاوے (یعنی کمال نشے سے بول نہ سکے) ۵- جب اس کو پکارا جائے - تب وہ اپنا سر اٹھائے - جب وہ اس کا بوجھ اٹھائے - تو ویسے سر جھکا دے - ۶- وہ شراب تجھے کرتہ پہننے والا (غلام پلائے - جو ایسا ہو کہ جب کے ساتھ بیٹھے - اس کو لہو و لعب میں ڈال دے - اور اذیت پہنچائے -

۷- وہ کمزور اور سست پلکوں والا (بیمار چشم) ہو - گویا وہ پھلواریوں کا ہرن ہے جبکہ وہ اونگھ میں ہو -

۸- امام محمد امین دین کا ایسا نور ہے - کہ جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے -

۹- اس نے پانچویں پشت (کیونکہ امین بن ہارون بن مہدی - بن منصور بن سفاح ہے) میں خلافت کی وراثت لی ہے اور (تخت نشینی کے لحاظ سے) وہ ان نیک خلفا کا چھٹا ہے - (کیونکہ ہارون رشید سے پہلے اسکے بھائی نے ایک سال تین ماہ خلافت کی ہے)

۱۰- چودہویں رات کے چاند اس کے ہنسنے پر (بوجہ شرمندگی کے) روتے ہیں - اور جب یہ ترشرو

ہو۔ (اور جنگ میں بہادری دکھائے۔) تو تلوار ہنستی ہے (خوشی کے مارے چمکتی ہے)

(۳) اسی کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ تو سعادت اور برکت کی خوش فالی کی حالت میں بادشاہ ہوا۔ اور عین اٹھتی جوانی میں سلطنت کو اپنی طرف لیا۔ ۲۔ بیشک محمد امین کی پاکی (یا خوشبو سے دنیا پاک یا خوش ہو گئی۔ اور ایام زمانہ اسکی وجہ سے غایت حسن میں زیادہ ہوئے۔ ۳۔ اگر امین بن رشید نہ ہوتا۔ تو دین و دنیا کی چکی ہمیشہ غم اندوہ کی حالت میں گردش کرتی۔ ۴۔ محمد نے فی الواقع قیدیوں کے طوق کھول دیئے ہیں۔ اور خوف زدہ آدمیوں کو اپنی امن کی پناہ میں اتارا ہے۔ ۵۔ جب ہم تیری کسی فعل صالح پر تعریف کرتے وقت تو تو ایسا ہی ہے جیسا ہم تعریف کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے بالاتر ہے۔

۶۔ اگر کسی دن تجھ سے سوا کسی انسان کے حق میں تعریف کے الفاظ جاری ہوئے ہیں تو ہماری مراد تجھ ہی سے ہے

(۴) اسی کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ میں اس حالت میں کہتا ہوں جب کہ بادل اس قدر قریب ہے کہ ہاتھ سے دفع کیا جا سکے۔

۲۔ اے بادل تو بیشک بجلی چمکا اور کڑک پیدا کر (جن سے بارش کی دلیل ہوتی ہے) لیکن محمد تجھ سے زیادہ بارش برسانے والا اور سخی ہے۔ ۳۔ امین پر اللہ تعالے جو محمد علیہ السلام (یا اسی امین کا کیونکہ اس کا نام بھی محمد ہے) کا پروردگار ہے + کی یہ قسم ہے۔

۴۔ کیا اپنے کسی امیدوار کو جس کو اس پر امید ہو۔ عمداً یہ بات نہ کہے۔ کہ "نہیں"

(۵) اسی کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ محمد کا چہرہ سورج کی مانند ہے۔ اور اس کا مال دلہن جیسا ہے (یعنی خوشی سے دیا جاتا ہے یا شادی ہے) ۲۔ اسکی دونوں ہتھیلیاں اس قدر سخاوت کرتی ہیں۔ کہ اتنی دل امید نہیں کرتا۔

۳۔ پس اسکی سخاوت میں تو احسان (کا اظہار) ہے۔ اور نہ اس کے خرچ کرنے میں کوئی بندش اور روک ٹوک ہے۔ ۴۔ یہ بات جو میں نے کہی ہے اس پر جن اور انسان گواہ ہیں۔

(۶) اسی کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ سورج اور روشن چاند حیران ہوتے ہیں۔ یا مفتخر کرتے ہیں جب ہم ان دونوں سے کہتے ہیں کہ تم تو گویا امیر المومنین امین ہو۔ ۲۔ اگر انہوں نے ممدوح سے ذرا بھی مشابہت دکھائی ہے۔ تو بہت ساری مشابہت میں انہوں نے خطا کی ہے۔ ۳۔ کیونکہ سورج تو شام کے وقت غروب ہو جاوے گا۔ اور چاند اختر رفتار سے ناقص اور کم نور ہو جاویگا۔ ۴۔ لیکن محمد امین کا نور مکمل اور دائمی ہے۔ صاف کھلے رستہ پر ہے۔ اس سے روگردانی نہیں کرتا۔

(۷) اسی کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ میں اپنی تعریف امیر المومنین محمد کی طرف پیش کرتا ہوں۔ اس تعریف کے بعد کسی اور تجارت کی انتظام نہیں ہے۔ ۲۔ محمد امین پر یہ تعریف صادق آتی ہے۔ حالانکہ کئی تعریفیں ہیں جو جھوٹی اور بناوٹی ہوتی ہیں۔ ۳۔ روشن چاند جب پورا ہو جائے (اپنی رفتار میں) ناقص ہو جایا کرتا ہے۔ لیکن محمدؐ کے چہرہ کی رونق کبھی ناقص نہیں ہوتی۔ ۴۔ جب بنی عباس کی کنکریاں (یعنی تعداد) شمار ہوں۔ تو محمد خالص یاقوت نکلتا ہے۔

(۸) اسی کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ دنیا تجھ پر فریفتہ و گردان ہے۔ اور منابر خوش و بارونق۔ جب تو ظاہر ہوتا ہے تو محل نورسی چمکنے لگتے ہیں۔ ۲۔ اے امین اللہ (یا وہ جو اللہ کی امانت ہے) اور اے وہ بادشاہ کہ جب وہ ظاہر ہو تو بڑے بڑے لوگ اس سے نزدیک اور پیوستہ ہوتے ہیں۔ ۳۔ تو نے پشت آدم میں فخر کی چادر پہن لی ہے۔ پس تمام فخر تیری ہی طرف جا کر ختم ہوتے ہیں۔ ۴۔ آسمان پر خدا کے بدر روشن ہے۔ لیکن زمین پر تو ہی ہمارے لئے روشن بدر ہے۔

(۹) اسی کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ بہترین امام کو مرحبا ہو۔ جو خلافت کے خالص جوہر سے ڈھالا اور بنایا گیا ہے
۲۔ اے امین اللہ۔ اللہ تعالٰے جہاں تو جائے خواہ اقامت میں ہو خواہ سفر میں تیری پاسبانی کرتا ہے

۳۔ساری زمین تیرے لئے بطور گھر کے ہے۔ پس اللہ تعالےٰ تیرا ساتھی ہے جہاں تو ہے۔

۴۔اے وہ جو سخاوت وجود میں مہدی کے مشابہ ہے۔ اور خصلت اور نیک طریقہ میں منصور کے۔

(۱۰) اسی کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔امین خدا کے حکم سے (امر خلافت پر) لوگوں کے اندر قایم ہے۔ اور ملک نے ایندہ کے عمدہ نتیجے کی طرف رخ کیا ہے۔ ۲۔پس پرندے (یعنی شگون) جو خبر دینے میں سچے ہیں۔ ہمیں خبر دیتے ہیں کہ زندگی پاک ہو گی ۳۔اس نے زمین کا اتنی دیر تک قبضہ کیا ہوا ہے۔ کہ اس کا شمار نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ وہ آدمی جس کی آواز درماندہ اور نگاہ تھکی ہوئی اور کمزور ہے۔ آہستگی سے چلتا ہے۔

۴۔اللہ تعالےٰ نے ہماری دنیا کو بذریعہ اس آدمی کے بیٹے کے جو بارش کیلئے خدا تعالےٰ کیطرف وسیلہ ہوتا تھا۔ آراستہ کیا ہے (یہ اشارہ ہے حضرت عباسؓ کی طرف جن کی اولاد سے یہ خلفائے عباسیہ ہیں یہ حضرت نبی کریم علیہم السلام کے چچا تھے۔ حدیثوں میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ قحط سالی کے وقت بارش کیلئے ان کو خدا کے سامنے وسیلہ لاتے تو فوراً بارش برسنی شروع ہوتی)

۵۔جب اس نے دنیا کی سیاست اور تدبیر کی۔ تو وہ وسعت میں زیادہ ہو گئی۔ یہاں تک کہ سورج چاند کا نور بھی دوبالا ہو گیا۔

(۱۱) اسی کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔امین کی وجہ سے ہم زمانہ سے راضی ہو گئے۔ پس ملک ہر جگہ آباد ہو گیا ہے۔

۲۔ہم نے ایام زمانہ پر کچھ خواہش ظاہر کی۔ تو انہوں نے ہم کو یہ خواہشیں پہنچائیں۔

۳۔بذریعہ اس آدمی کے جو بنی منصور میں زیادہ روشن ہے۔ جسکی طرف دو ولادتیں منسوب ہوتی ہیں ۴۔اس کی دونوں جدہ یعنی دادی و نانی بنام ام موسےٰ و خیزران جیسا کوئی نہیں ہے جب اسکی نسب بیان کی جاوے ۵۔عبد المدان اور ذو رعین دونو اسکے ماموں ہیں جو خالص نسل کے اور یمن کے رہنے والے ہیں۔

۶۔جو کوئی تیری نعمتوں کا انکار کرے (تو کرے) میں تو زمانہ بھر تیرے شکریہ کیلئے زبان سے مرہون منت ہوں۔

(۱۲) اسی کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ منجملہ بہترین لوگوں کے یہ بہترین مرد قائم (بہ امر خلافت) ہوا ہے پس زمانہ اور اس کی گردش پر کوئی عتاب اور ملامت نہیں۔ ۲۔ امیر المومنین محمد اب روشن ہو گیا ہے جس کے بعد کسی طالب خیر کے لیئے کوئی مطلب و مقصد نہیں ہے ۳۔ خدا کرے کہ آفات تجھ سے ہمیشہ علیحدہ رہیں اور تو دلوں میں قریب اور لذیذ رہے ۴۔ تجھے اولاد ہاشم (حضرت عباس جو ممدوح کا جد امجد ہے۔ وہ ابن عبد المطلب بن ہاشم تھا) سے روشن طینت و سرشت حاصل ہے۔ اور جس طرح وہ پاک تھے۔ اسی طرح تو بھی نیکی و پاکی والا ہے

(۱۳) اسی کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ ملک اپنی آرزوؤں میں کامیاب ہو گیا ہے۔ گویا ازل سے ہی (یا از روئے تقدیر) اس ممدوح پر عاشق تھا۔ ۲۔ وہ بادشاہ کیلیئے (محبت و عشق کی) رسیوں سے قید (اور گرویدہ) ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے تو کوئی ملک کسی بشر پر عاشق نہیں ہوا ہے۔

۳۔ تجھے اس امیر کا چہرہ بلحاظ چاند ہونے کے کافی ہے۔ جبکہ رات اصلی چاند کو تجھ سے چھپا دے

۴۔ یہ ایسا خلیفہ ہے جو اپنی امت پہ غور سے توجہ کرتا ہے۔ اور اگر اس کے پاس اس کے گناہ پہنچیں تو معاف کر دیتا ہے۔ ۵۔ یہاں تک کہ اگر استطاعت رکھتا تھا۔ تو بوجہ اپنی غمگساری اور مہربانی کے اس امت سے قضا و قدر بھی دفع کر دیتا۔

(۱۴) اسی کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ خلافت ہمیشہ کے لیئے امین پر فخر کرتی ہے اور خوش ہوتی ہے۔

۲۔ اور اس کی طرف بوجہ شوق کے ہمیشہ رونے والے بچے کے رونے کی طرح (یا عاشق دائمی کے عشق کی مانند) مائل ہے ۳۔ محمد لوگوں کے لیئے بطور بادل کے ہے۔ اس نے قوت سے بزرگیوں کو حاصل کیا ہے ۴۔ وہ خلفا کا بیٹا ہے۔ اور وہ ذات ہے کہ جس سے پہلے پاک شاخوں (اور سرشتوں) والے گزر گئے ہیں

۵۔ دفتر جعفر (عبداللہ جعفر برادر مہدی بن منصور۔ اس کا نام بی بی زبیدہ تھا۔ ہارون رشید کی

زوجہ تھی چچازاد۔ بڑی نیک عورت گزری ہے۔ اس کی نہر زبیدہ مشہور ہے سن وفات ۲۱۶ھ) نے اس کو ایسے چاند کی صورت میں پیدا کیا۔ جس نے اندھیروں کو روشن کر دیا۔

۶۔ وہ ہدایت یافتہ ہے (اس کے پیچھے مہدی کیطرف بھی اشارہ ہے) تمام عورتوں سے بہتر ہے۔ ایسا ہی اس کا بیٹا امین تمام بیٹوں سے بہتر ہے۔ ۷۔ اللہ تعالیٰ سیکڑوں سالوں تک ان دونوں کو ہمارے لئے باقی رکھے

(۱۵) اسی کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ زمین (یا اسکی سبزی) بڑھاپے کے بعد پھر جوان ہو گئی۔ اور امین کے سوا وہ جوان ہی نہ ہوتی۔ ۲۔ تو نے اس زمین پر اس کی جوانی کو لوٹا دیا جو چلی گئی تھی۔ اور اس کے وہ نظارہ گاہ جو قریب ویران ہونے کو تھے۔ از سر نو بنائے۔ ۳۔ اگر چہ ہاروں سے تیرے اندر مشابہت ہے۔ لیکن تو منصور سے قریب مشابہت رکھتا ہے۔ ۴۔ کیونکہ اگر تیرے دو تو جد امجد (پر دادا و پر نانا) شمار کئے جائیں تو بحیثیت نسب کے منصور ہی کی طرف رجوع کریگا۔ (کیونکہ پدری نسب تو یہ ہے کہ امین بن ہاروں بن مہدی بن منصور۔ اور مادری یوں ہے۔ امین بن زبیدہ بنت عبد اللہ جعفر بن منصور تو گویا دونوں طرفوں میں منصور مشترک ہے۔ ۵۔ ہم ہر دو طرفوں (پدری و مادری) سے تجھے اس منصور کا بیٹا (یعنی پوتے کا بیٹا) دیکھتے ہیں۔ سو ایک طرف سے تو وہ تیرا دادا ہے اور دوسری طرف سے باپ۔

(۱۶) اسی کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ اے بہترین ان آدمیوں کے جن کو ہماری آنکھوں نے دیکھا تیرا نظیر نہ کوئی موجود ہے اور نہ اس کا احساس ہو سکتا ہے۔ ۲۔ تیری فضیلت کی کوئی حد نہیں نہ ہی اس کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ ہمارے وہم و گمان کا احاطہ کر سکتے ہیں۔ ۳۔ سو تو تنہا ساخت والا (اور نسب والا) ہے۔ کوئی تیرا مشابہ نہیں۔ جسکو ہم تجھ سے مستغنے کریں۔ نہ ہی تیرا کوئی شریک ہے۔

۴۔ تو بغیر کسی چیز کے ہم شکل ہونے کے پیدا کیا گیا ہے۔ پس تو سب سے بالا تر ہے جن و انسان بھی تجھ سے کم ہیں۔ ۵۔ گویا ملک اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھا۔ یہاں تک کہ اس قائم کرنے والا امین ہوا۔

(۱۷) اسی کی تعریف میں کہتا ہے

امین نے پانچ کشتیاں بشکل شیر۔ ہاتھی۔ عقاب سانپ (یا مچھلی) اور گھوڑے کے بنائی تھیں۔ اور ان کی تیاری میں بہت سا مال خرچ کیا تھا۔ اس قصیدے میں بالخصوص اور اگلے دو میں بالعموم ان کا ذکر کرتا ہے۔

۱۔ اللہ تعالے نے امین کے لئے ایسی سواریاں (یعنی کشتیاں) مسخر کر دی ہیں۔ جو صاحب محراب کیلئے بھی مسخر نہ ہوئی تھیں (محراب سے مراد محراب مسجد ہے۔ غالباً خلیفہ حضرت عمرؓ سے مراد ہے کیونکہ انہی کو صاحب ممبر و محراب کہتے ہیں) ۲۔ پس جب امین کی سواریاں خشکی پر چلتی ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پانی میں شیر بیشہ سوار ہو کر چلتا ہے (شیر سے مراد یا تو خود امین ہے یا وہ کشتی بشکل شیر)

۳۔ وہ شیر نر کی صورت میں ہے۔ جو اپنے دونوں بازوؤں کو پھیلائے ہوئے ہے جب وہ دوڑتا ہے۔ تو اس کے منہ کا کنارہ جو کوئلے کی طرح سیاہ ڈاڑھوں والا ہے زخمی کرتا ہے (یا مارتا ہے)

۴۔ ممدوح اس کو نہ لگام۔ نہ چابک اور نہ کسی اشارۂ چشم سے مقید کرتا ہے (یا تکلیف دیتا ہے) بلکہ ویسا ہی اس کا پاؤں رکاب میں ہے۔ (یا ان سواریوں کے اندر ہے)

۵۔ لوگوں نے تعجب کیا جبکہ انہوں نے اس کو شیر بیشہ کی صورت پر دیکھا کہ بادل کی رفتار کی طرح جا رہا ہے

۶۔ انہوں نے سبحان اللہ (خدا کی پاکی) کہا جب کہ تجھے دیکھا کہ تو اس شیر پر چل رہا ہے۔ تب کیا حال ہوتا جب تجھے عقاب (والی کشتی) پر دیکھتے۔

۷۔ جو عقاب کے میانۂ سینہ۔ منقار اور دو نوبڑے پر رکھتا ہے۔ جب کہ وہ یکے بعد دیگرے لہروں کو چیرتا ہے ۸۔ وہ عقاب آسمان والے پرندوں سے جب وہ اس سے تیزی میں آگے بڑھنا چاہیں۔ آمد و رفت میں سبقت لیجاتا ہے ۹۔ اللہ تعالے امین کو برکت دے اور اسکو اور اسکی جوانی کی چادر کو بھی باقی رکھے۔ ۱۰۔ وہ ایسا بادشاہ ہے۔ کہ تعریفیں اس سے قاصر ہیں۔ بنی ہاشم سے ہے۔ اور راہ درست کی توفیق دیا گیا ہے۔

(۱۸) اسی کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ ممدوح جو اندھیروں میں بطور بدر کے ہے۔ دلفین (کشتی) پر چڑھا ہے۔ جو پانی کے اندر

خوب زور سے جاتی ہے۔ دریا خود ممدوح جاتا ہے۔) اور عین گہرائی کے موقع پر ہے (واضح ہوکہ ولفین ایک دریائی جانور ہوتا ہے۔ جو غرق شدہ آدمی کو غرق ہونے سے بچا لیتا ہے۔ غالبًا ڈالفن مچھلی یہی ہے) ۲۔ پس دجلہ اسکے نور سے روشن ہو گیا ہے۔ اور اس کے کنارے چمکدار اور خوش وخرم ہیں۔ ۳۔ میری آنکھ نے اس جیسی کشتی نہیں دیکھی خواہ سیدھا چلے۔ خواہ عروج کرکے (بلند ہوکر) عمدگی سے چلتی ہے۔ ۴۔ جب چپو اس کو حرکت دیتے ہیں۔ تو یہ پانی کے اوپر سے اپنی گردن نکالتی ہے۔ یا ویسے ہی عمدہ رفتار سے چلتی ہے۔

۵۔ اللہ تعالےٰ نے امین کو جو تاج ملک پہنایا گیا ہے۔ یہ کشتی مخصوص کردی ہے۔

(۱۹) اسی کی تعریف میں کہتا ہے:

۱۔ کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ امین کیا عطا کیا گیا ہے۔ وہ چیز عطا گیا ہے۔ جس کو ان آنکھوں نے نہیں دیکھا۔

۲۔ نہ ہی وہم وگمان وہاں تک پہنچے ہیں۔ وہ چیزیں شیر عقاب اور دلفین ہیں (یعنی ان شکلوں کی کشتیاں

۳۔ وہ ولی عہد ہے۔ نہ کوئی اس کا ہمسر ہے اور نہ شریک و نظیر۔

۴۔ میں اللہ تعالےٰ سے ہارون رشید کی موت پر مغفرت مانگتا ہوں۔ اے وہ جو گذشتہ اور مستقبل کی مخلوق سے بہتر ہے (جواب منادے۔ آگے آتا ہے)

۵۔ بجز نبی پاک و بابرکت کے۔ دنیا تیرے مطیع ہو گئی ہے۔ اور دین غلبہ پکڑ گیا ہے۔

(۲۰) اسی کی تعریف میں کہتا ہے۔

۱۔ ہم امیر المومنین محمد سے اس بہترین مردگان کی جب کو قبر نے غائب کر لیا ہے ماتم پرسی کرتے ہیں۔ (یعنی ہارون رشید) ۲۔ بیشک وہ ہر ایک جوش کھانے والے حادثہ کو باندھنے والا اور روکنے والا ہے

۳۔ اس کی وجہ سے ملک کے تخت خوشنما معلوم ہوتے ہیں (یا فخر کرتے ہیں) اور منبر اپنی جگہوں میں قرار پکڑے ہوئے ہیں۔ ۴۔ تو ہمیشہ کے لئے اسلام کیلئے باعث عزت (یا اس کو غلبہ دینے والا) و نصرت ہو۔ جیسے کہ تو (آج) ہے۔ ۵۔ اور اللہ تعالےٰ کی حفاظت کرنے والی آنکھ سے ہمیشہ کیلئے حفاظت کیا جائے حتیٰ کہ تجھ پر تقدیر غالب نہ آئے۔

وہ تو نوے سال تک لوگوں کی سیاست و امور و تدبیر کرے۔ اور تیری خصلت پسندیدہ اور عزت وافر ہو۔ (نوے سال سے عرصۂ دراز مراد ہے)

(۲۱) اسی کی تعریف میں کہتا ہے۔

۱۔ جب گردش زمانہ ہمارے امام پر ناگہان حملہ کرے۔ تو وہ امام جب اس کو تیر لگائے تو اس سے خطا نہ کر جائے۔ بلکہ ٹھیک نشانہ پر جا لگے۔ ۲۔ کیونکہ وہ آدمی جس کے بعد کوئی امید رکھتے ہیں۔ اور اس کو حادثات کے لئے بطور ذخیرہ کے رکھتے ہیں۔ یہی محمد ہے۔

۳۔ یہ ہدایت کا امام ہے۔ اس نے اپنے عدل سے لوگوں کو گھیر لیا ہے۔ اور اپنے حکم سے مالوں پر (سخاوت کرکے) جور و ستم کیا ہے۔ ۴۔ پس پروردگار مرد ماں اسکو باقی رکھے۔ جب تک کہ عاشق لوگ غمگین ہیں۔ اور قمری ر~~نج~~ کو کو کرے اور چہچہائے۔

(۲۲) عباس بن عبداللہ بن ابو جعفر منصور کی مدح میں کہتا ہے

یہ ہاروں کا چچا زاد بھائی ہے اور امین کا ماموں۔ بڑا بہادر جوان تھا اس نے خلافت حاصل نہیں کی

۱۔ اے وہ شخص جو ایک ماہ (یا پندرہ روز عفر اصل میں ہر ماہ کی ساتویں آٹھویں و نویں رات کو کہتے ہیں۔ جن راتوں میں کہ چاند کی روشنی پوری طرح سفید نہیں ہوتی) کے بعد باری باری سے (اپنی محبوبہ کے پاس۔ غالباً) آتا ہے۔ تو میری ایک رات اور اس کے اندر کے افسانہ کے برابر نہیں ہے۔

۲۔ میں کسی درخت سے پرندوں کو نہیں ہٹاتا (جس سے بطور رسم عرب میں نیک یا بد فال لوں) میں نے تو ہر درخت کے کڑوے پھل کی آزمائش کی ہوئی ہے۔

۳۔ پس اگر متصل ہونا چاہتا ہے۔ تو تو ایسے آدمی کی قوتوں سے جس سے تجھے حاجت ہے (مراد خود ذات شاعر) متصل ہو جا۔ ۴۔ مجھے تو صرف کل ہی کی نیکنامی کا خوف ہے۔ جس کی انتظار کیلئے میں نزدیک ہوتا ہوں ۵۔ وہ شخص جو نامعلوم اور دراز سفر والے علاقے کی طرف چل کر گیا۔ وہ ناکام رہا۔

۶۔ اسکے بازو کی تاہ کی طرف اس اونگھ اور غفلت نے جو اس کی پلکوں کے کنارہ پر نازل ہوئی اپنا ہاتھ دراز کیا (یعنی وہ بدبخت رہا) ۷۔ پس تو چلا جا مجھ پر اپنی نعمت کا احسان نہ جتلا۔ تیرا ۔ تا تو

ایک ملامتِ نیکی ہے۔ (یعنی تو اظہار منت کرتا ہے۔ سو یہ کوئی نیکی نہیں۔)

۸۔ میں تو وہ ہوں۔ کہ میں نے کئی ایک جوانمرداں قوم کی عیوق ستارہ کے گرنے اور غروب ہوتے ہوئے بوقتِ سحر دیدبانی کی (تاکہ کوئی دشمن ان پر نہ آپڑے)

۹۔ پس میری وجہ سے وہ اس چیز سے بچ گئے۔ جو اُن کو تکلیف دے رہی تھی۔ سچ ہے کہ کسی برائی کا بچنا۔ اس کے خوف کرنے سے ہی ہوتا ہے۔

۱۰۔ ہمارا چچا زاد بھائی ہے۔ جو ہمارے ساتھ کھلی دشمنی ظاہر نہیں کرتا تھا (بلکہ اندر ہی اندر چھپائے ہوئے تھا۔) ہم نے باوجود اس کے کینے کے اس کا ساتھ دیا۔

۱۱۔ اس نے اپنے اندر بغض ہمارے لئے چھپا رکھا تھا۔ جیسے آگ اپنے چقماق میں چھپی رہتی ہے۔

۱۲۔ (کئی ایک عورتوں کا) آب دہن ہے۔ جسکو میں چوستا تھا۔ جس کی سردی سے پیاسا آدمی بھی پیاس بجھا لیتا تھا۔ ۱۳۔ وہ مجھے ہتھیاروں کے پہننے والے ایک دراز قد اور تناور آدمی نے (جو شاخ نازک خرما جیسا تھا) دوبارہ پلایا۔ اس کی دونوں سطحیں (جیسے شاخ خرما کی ہوتی ہیں۔) ان کے توڑنے والے (یا درست کرنے والے جیسے خوشہ خرما کو اسکی شاخ پر رکھتے ہیں) کے آگے نرم ہو جاتی ہیں۔

۱۴۔ یہ تو اس کا حال ہے اور ایک غبارناک چشمہ ہے۔ جو دہانے والا ہے جس کے قطروں کے دیکھنے سے آنکھیں تھک جاتی ہیں۔ ۱۵۔ اس کو دیکھنے والے کی آنکھ اسکے سرے سوائے موتوں کے اور کچھ نہیں دیکھتی تھی۔ (ویسے عین البقر ایک چشمہ کا نام بھی ہے)

۱۶۔ اب ایسے چشمے کی ہر دو گہرائیوں کے اندر مجھے ایسا مرد صاحب گرز آہنی زور سے لے چلا۔ جو اپنے ہر دو بچے کھچے کپڑوں کو (یا دامن کو) اپنے گندھے ہوئے بالوں کے گچھے سے خوشبوناک کر دیتا ہے۔

۱۷۔ وہ اپنی دراز داڑھی کو (بوجہ سفید ہونے کے گویا) جھاگ کا لباس پہناتا ہے۔ پس اسکے گردن و سر کے درمیان کے ہر دو پیوند اس کے سینے تک پہنچ گئے ہیں۔

۱۸۔ ازاں بعد اس کی استخوان ابرو وہاں سے ایسی باہر ابھری ہوئی ہے۔ جیسے درخت عشر پر سپیدی ابھری ہوتی ہے (عشر کا ذکر پہلے آچکا ہے اس کے اوپر سفید سی گوند کی طرح شکر پیدا ہوتی ہے)

۱۹ پھر ہوائیں اسکو ایسا اڑا کر لیجاتی ہیں۔ جیسے روئی دھن کر اپنے حلیۃ (یعنی زہ کمان) سے اڑ جاتی ہے۔ ۲۰ میری تمام حاجتوں کو اس نے پکڑ لیا۔ وہ ایسا شخص ہے کہ اسکے جسم کی گرہوں کی تو تتر (؟) ناقص

نہیں ہیں۔ ۲۱۔ لیعدازاں اس نے مجھے ایک بادشاہ (مراد عباس ممدوح) کیطرف نزدیک کیا۔ اے وہ شخص (خدا اس کو خوش رکھے) جس نے مجھے اپنے حجروں میں پناہ دی۔

۲۲۔ اسکے ہاتھ (یا نعمتیں) دادخواہی کرتے ہیں پھر اسکی پناہ تک پناہ دینے کیلئے جاتے ہیں

۲۳۔ بھلا وہ کیسے تجھے امید کے نزدیک نہ لیجائے جس کے گروہ میں سے رسول اللہ صلعم ہیں۔ (ممدوح کا نام عباسؓ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا نام نامی ہے۔ یہاں سے ممدوح کا خاندان شروع ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے رسول پاک کو عباس کے گروہ میں سے کہا۔)

۲۴۔ پس تو جس بارش کی نشانی کی امید کرتا ہے اس سے اپنے آپ کو کھینچ لے۔ تجھے عباس ہی کی بارش کافی ہے۔ (یہ اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جس کا ذکر آچکا ہے کہ حضرت عمر طلب باراں کیلئے حضرت عباس کو بطور وسیلہ پکڑا کرتے تھے۔) ۲۵ یہ ایسا بادشاہ ہے کہ جس کا کوئی ثانی نہیں نہ ہی اس جیسی قدر و منزلت والے) پر کوئی آنکھ پڑی ہے۔

۲۶۔ بزرگی (یا سخاوت) اس کسی وادی کے نہ (لپتہ کی مانند) اٹھے ہوئے اور نہ اس کے پوشیدہ و درختوں سے ڈھپے ہوئے) حصے کو اس سے پوشیدہ کرتی ہے۔ (یعنی نہایت ہی سخی ہے۔ ربی جمع ہے ربوۃ کی بمعنی پشتہ ریگ) ۲۷۔ یہ کشادہ راہیں اسکے مطیع ہو گئی ہیں۔ پس وہ اپنی حد نگاہ تک مختار کل ہے۔

۲۸۔ اس کا ایلچی (جو طلب آب و گیاہ کیلئے لشکر کے آگے جاتا ہے) اپنے مقام تفریط (جہاں وہ بھیجا گیا تھا۔ یا کوتاہی) سے سبقت کر گیا ہے اور اسکی آنکھ اسکے نشان قدم پر ہی کافی ہے۔

۲۹ ممدوح خون لبستہ سے بھرا ہوا نیزہ پھینک دیتا ہے۔ اور موت کو اس کی اصلی صورتوں میں دیکھتا ہے

۳۰۔ تو اس کی فراخ زرہ کی تاہوں میں گویا ایسا شیر نر معلوم ہوتا ہے جسکے ناخنوں کی تیزی (یا دو تیز ناخوں) خون آلودہ ہے۔ ۳۱۔ پرندے صبح کے وقت اس بات پر وثوق کر کے کہ اسکے گوشت (مقتولین) سے سیر ہونگے۔ اس کا قصد کرتے ہیں۔ (یا اس کے ہاں ٹھہرتے ہیں۔)

۳۲۔ تو سادات یعنی بزرگ نسل کے آدمیوں کو اس سورج کے بچے (یعنی ممدوح۔ نورانیت کے اسکو یوں کہا) کے سامنے کھڑا ہوا۔ (یا روشنی دیتا ہوا) دیکھے گا جیسے چاند (معلوم ہے کہ چاند کا نور عارضی ہے۔ سورج سے لیتا ہے) ۳۳ پس وہ ایسے ہیں کہ بوجہ ممدوح کی پوشیدہ قوت فکریہ کے ان کے گمان پراگندہ اور مختلف ہیں۔ ۳۴۔ وہ قبیلہ یمن (جسے عرب الیمن کہتے ہیں) کی جانب سے بزرگ ماموں والا ہے اور قبیلہ

مُضر (عرب کا باپ جو حضرت اسمٰعیل کے نسب سے ہے) کی طرف گرامی حجاوالا۔

۳۵۔ میں نے زمانہ کا لباس ایسے جوان مرد کی طرح پہنا ہے جو اس کو آزمایا ہے۔ ہم نے اسکی سختیوں اور گردشوں سے آداب سیکھے ہیں۔

(۲۳) اسی عباس کی تعریف میں کہتا ہے

اچھپانے والا چھپاتا ہے۔ (یعنی صبح کا وقت آگیا ہے) سو مجھے کچھ پلا۔ شراب صبح تو خوش مزہ وپاکیزہ ہے۔ ۲۔ مجھے پلائے چل۔ یہاں تک کہ تو مجھے اس حالت میں دیکھے۔ کہ (بوجہ کمال نشہ کے) اچھی چیز میرے نزدیک بری ہو۔ ۳۔ مجھے وہ شراب پلا (قہوہ اس لئے اس کا نام پڑ گیا ہے۔ کہ یہ خواہش طعام کو مار ڈالتی ہے۔) جو نوح علیہ السلام کے زمانے کو یاد کرا دے جب کہ اس نے مضبوط کشتی بنائی تھی۔ (یعنی نہایت ہی قدیم زمانہ یاد دلا دے۔ نوح علیہ السلام کا ذکر آچکا ہے۔ ان کے زمانے کے طوفان کا قصہ ہر ایک کو معلوم ہے۔ خدا تعالے کے فرمان کے مطابق جب کفار نے ان کا حکم قبول نہیں کیا تھا۔ ان کو غرق کرنے کے لئے انہوں نے ایک لمبی چوڑی کشتی تیار کی تھی۔ قرآن شریف میں مفصل ذکر آتا ہے۔ ۴۔ ہم تو اس شراب کو چھپاتے ہیں۔ لیکن اس کی خوشبو اس بات کو نہیں چاہتی سو خوشبو مہک اٹھتی ہے۔

۵۔ گویا میرا مال غنیمت میری قوم کے اندر پاک کستوری کی طرح ہے۔

۶۔ میں تو دنیا میں عباس ہی کی وجہ سے صبح و شام کرتا ہوں۔

۷۔ وہ بنی ہاشم اور عبد المناف (سلسلہ یوں ہے عباس بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد المناف ممکن ہے کہ عیدلی سے مراد عبد المطلب ہی ہو) سے ہے مدح اسکے نزدیک گراں قدر ہوتی ہے۔

۸۔ اس نے سخاوت کو تعلیم دی ہے۔ گویا وہ ایک کتاب ہے جو اسکے سامنے چمکتی ہے۔

۹۔ اے میرے امیر سوائے تیری سخاوت کے ہر ایک دوسری سخاوت بطور ریا کے (بے قدر) ہے

۱۰۔ تو تو ہمیشہ عطائیں ہی دیتا رہتا ہے۔ کبھی راحت نہیں پاتا۔

۱۱۔ مال کی آواز بوجہ تیرے بارے میں شکایت کرنے اور چیخنے چلانے کے گران ہو گئی ہے۔ (یعنی اس کا گلو بیٹھ گیا ہے) ۱۲۔ مال یوں کہتا ہے۔ کہ) اس آدمی کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ وہ یا تو مال کو اپنے ہاتھوں (کی دسترس) سے زیادہ لینے والا ہے۔ یا (دوسروں کو خرچ کرنے کی) نصیحت کرنیوالا ہے

۱۳۔ نوے سالوں کی اس قدر سخاوت کی۔ کہ لوگوں کی طرف سے کہا گیا کہ اس قدر ٹھیک نہیں ہے
۱۴۔ سخاوت کی اگر تصویر بنائی جائے۔ تو عباس اسکی روح ہو گا۔
۱۵۔ وہ اپنے مال میں تو سخاوت کرنے والا ہے۔ اور عزت (قایم رکھنے اور تلف نہ کرنے) میں بخیل ہے

(۲۴) اسی عباس کی تعریف میں کہتا ہے

یہ قصیدہ علی بن سلیمان بن فضل اخفش (اصغر مشہور نحوی ہے بغداد میں وفات پائی سن وفات ۳۱۵ھ) نے جو اپنے دادا فضل سے روایت کرتا ہے اور فضل خود الوبی اس سے روایت کرتا ہے پڑھا ہے

۱۔ محبوبہ سعدا اور اس کے قبیلے کے لوگ مقام سرف (مکہ سے چھ میل) میں اتر پڑے۔ ان کی قوم تو قبیلہ عدی (از قریش گروہ حضرت عمرؓ) سے ہے اور ان کا محلہ (یا اترنے کی جگہ) ایک وادی کا کنارہ ہے (یا وہ جگہ جہاں پاؤں لغزش کھا جائیں۔) ۲۔ وہ دور ہو گئی۔ پس ایسے آدمی پر اس نے ٹھکانہ نہ کیا۔ (اسکو آرام و تسکین نہ دی۔) جس کے سر سے بڑھاپا کھیل کود کرتا ہے (یعنی سخت بوڑھا ہے (مراد خود شاعر سے ہے) ۳۔ لیکن تیرا قبیلہ تو مقام کاظمہ (مکہ معظمہ کے نواح میں بادیہ کے اندر ایک جگہ ہے) میں اترا ہوا ہے۔ سو یہ جدائی تو پراگندہ اور مختلف ہے۔

۴۔ گویا سعاد جس دن ہمیں وداع کرتی تھی۔ اور اس حالت میں میرے آنسو گردن اٹھائے (یعنی منتظر) تھے کہ گریں۔ ۵۔ ہرنی کے بچے کی مانند تھی جس کے واسطے (اس بچے کے مالک کی) لونڈیاں ایک دوسرے کو وصیت و نصیحت کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے اسکے کان میں ایک بالی ڈالی دی تھی۔

۶۔ پس تو اپنے دل کو زجر و ملامت کر۔ (یا نہیں تو پھر) تو قریب ہے کہ قسم کے ذریعہ سے اسکو باز رکھے اور وہ ضرور باز رہ جائیگا۔ ۷۔ کیونکہ محبت تو پشت کی مانند ہے۔ جس پر تو سوار ہونے والا ہے۔ پس جب تو اس کی باگ پھیریگا۔ تو وہ پھر جائیگی۔ ۸۔ کئی ایک وسیع و بے آب جنگل ہیں جن پر ہوائیں خوب تھک کر چلتی تھیں۔ اور جہاں کا پانی تھوڑا تھوڑا کر کے تقسیم ہوا تھا۔ (یا صاف روشن تھا۔)

۹۔ میں نے ان کے اندر (جانے کی) ایسی مضبوط و قوی اونٹنی کو تکلیف دی جن میں وہ خراماں ہو کر ناز سے چلتی تھی اور بہت جوش و خروش کرتی تھی۔

۱۰۔ جدیل (نعمان بن منذر بادشاہ کا مشہور سانڈ تھا رسالہ کے شروع میں اس کا ذکر آچکا ہے) نے

اسکو صاف ظاہر ہونیوالا بالدن (یا بالدن کی جگہ) بلند چوٹی (یا موٹا پن) اور کوہان کی بلندی بخشی تھی۔ (یعنی چونکہ جدیل کی نسل سے تھے اس لئے اس میں یہ خوبیاں پائی جاتی تھیں۔ جدیل مہار کو بھی کہتے ہیں)

۱۱۔ میں نے عباس کو اسکے شکریوں کی کمزوری کا عذر پیش کرتے ہوئے اور انکا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

۱۲۔ تو وہ مرد ہے کہ تو نے مجھے اس قدر منتوں کا لباس پہنا دیا ہے۔ جنہوں نے میرے شکریہ کی قوتوں کو کمزور کر دیا ہے۔ جس سے وہ شکریہ کمزور ہو گیا۔

۱۳۔ اس سے پہلے تو میرا تیرے پاس آنا صراحتہ اور کھلے طور پر ہوا کرتا تھا۔

۱۴۔ تو مجھ پر اور نعمتیں وارد نہ کر۔ یہاں تک کہ میں پچھلی نعمتوں کا شکریہ بجا لاسکوں۔

(۵۱) اسی عباس کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ یہ محبوبہ نوار (محبوبہ و زوجہ فرزدق شاعر۔ ویسے عرب میں معشوقہ کیلئے عام نام ہے) کے مکانات ہیں (آگے غم و قلق کے غلبہ سے کہتا ہے۔) بھلا وہ ہیں کیا۔ انہوں نے تو تجھے غم کا لباس پہنا دیا ہے۔ حالانکہ خود اس سے عاری اور خالی ہیں ۲۔ لوگ کہتے ہیں کہ بوڑھے آدمی کیلئے بڑھاپے میں وقار لازم ہے۔ لیکن الحمد للہ۔ میرا بڑھاپا بغیر وقار کے ہے (یعنی مجھے وقار نہیں چاہیئے۔ کیونکہ درد عشق سے معمور ہوں۔ اس لئے خدا کا شکر ہے) ۳۔ جب میں عشق کی اطاعت سے باز نہیں رہتا۔ تو وہ (مجھ جیسے) جوان کو ہلاکت میں پھینکتا ہے۔ ۴۔ پس سنو میرا دل خواہ مخواہ اس آہو بچہ (یعنی ساقی جو عام طور پر حسین غلام ہوتا ہے) کی طرف مائل ہے جو (خوب نشہ آور) شراب کے پیالہ کو لیکر دوڑتا ہے۔ (اہتمام سے دیتا ہے)

۵۔ وہ شراب (باد شمال کی طرح) سرد ہوتی ہے۔ جب وہ (پانی سے) ملائی جائے۔ تو تو کہیگا کہ یہ تو برق (کی طرح روشن) ہے۔ وہ اپنی بہا و قدر کی تاجروں کے مابین رغبت پیدا کرتی ہے۔

۶۔ گویا وہ بچی کھچی شراب جو اس کے بلبلوں کے مٹ جانے کے بعد رہ جاتی ہے۔ بڑھاپے کے وہ علیحدہ علیحدہ داغ (جسے جھریاں کہتے ہیں) ہیں۔ جو رخسارے کی سیاہی میں نمودار ہوتے ہیں۔ (یعنی سفیدی اور سیاہی ملی ہوتی ہے) ۷۔ پہلے تو انہوں نے (بڑھاپے کے اثروں) نے اس (سیاہی رخسارہ) کو آراستہ کیا (یا چادر ڈالی) لیکن ازاں بعد یہ سیاہی ان سے ایسی جدا ہو گئی۔ جیسے رات کی سیاہی دن کی سفیدی سے

۸۔ تجھے وہ شراب ایک ایسی ہتھیلی دیتی ہے۔ جس کی انگلیاں جب کہ آنکھ کے سامنے آئے۔ ایسی

ہیں جیسے دائرہ کا رشتہ (یعنی گول و باریک۔ مدار اس کا نام بھی ہے جس کے گرد کوئی چیز گردش کرتی ہے۔)

۹۔ میں سچی قسم کھاتا ہوں جس کے ساتھ جھوٹی قسم ملی ہوئی نہیں ہے۔ نہ ہی زمانہ بھر نے جھوٹی قسم کھائی ہے۔ ۱۰۔ کہ فی الواقع عباس نے لوگوں کے رشتوں (اور تدبیروں) کو پورے طور سے قائم کیا ہے (یا ٹھیک کیا ہے) اور رہبانیت (یعنی رجوع بہ خدا) اور رو فارے سیاست کی ہے۔

۱۱۔ اس نے لوگوں کو ان کے نشانات (رسوم، مناسک عبادت وغیرہ) جتلائے ہیں۔ اور ان کو ہدایت کے پے در پے منار (جہاں آگ روشن کرتے ہیں۔ یعنی علامت) دکھائے ہیں

۱۲۔ اس نے اسقدر کھلایا ہے کہ مکہ میں کوئی کھانے والا نہیں رہا۔ اور اس نے یقینی اور ظاہری عطائیں بخشی ہیں

۱۳۔ اسکی بار بردار خچر ہیں (جو سخاوت میں کسی کو دیے جائیں۔) جو مسافروں کو دے گئے ہیں جنکو تو بوقت چلنے قطار در قطار دیکھیگا (نیز حملاں جمع ہے حمل کی بمعنی ابر بسیار آب مراد سخاوت)

۱۴۔ اے عباس تیرے سخی نفس نے ہماری دنیا کی آرائش اور اپنی اصل کی شرافت کا انکار کیا ہے۔ (یعنی دنیا کی زینت کا دل دادہ نہیں ہے۔ نہ ہی وہ اپنی نسبی شرافت پر فخر کرتا ہے۔ بلکہ وہ حسبی و ذاتی کارناموں والا ہے) ۱۵۔ فی الواقع تو منصور جو بنی ہاشم سے ہے کے لئے اور جو کہ اور وہ جو اس کے بعد آئے ہیں ان کے لئے نہایت ہی فخر کا باعث ہے ۱۶۔ بس تیرے جد جد امجد یعنی دادے و پردادے ہیں ان میں سے یہ تو (یعنی نانا) بہترین قبیلہ قحطان سے واحد اور بے نظیر ہے۔ اور یہ (یعنی دادا) بوقت شمار نسب کے قبیلہ نزار سے بہتر ہے۔ (قحطان تو یمن کا قدیمی باپ ہے اور نزار مضر کا باپ اور معد بن عدنان کا بیٹا ہے جو عرب کا باپ ہے۔ یہی دو بڑے بھاری عرب کے قبیلے ہیں۔ سب انہی کی اولاد سے ہیں)

۱۷۔ مجھے بوقت صبح تیری طرف حاجت لے چلی جسکو میں نے ظاہر نہیں کیا کیونکہ میں دشمن خوش ہونے والے سے اسکے بارے میں خوف کھاتا تھا۔ سو اب میں مدارات و خوشامد کرتا ہوں۔

۱۸۔ پس تو اس حاجت پر اپنے اس احسان کا پردہ ڈھیلا کر جس سے تو نے قدیم زمانے میں میرے پھٹے پرانے کپڑوں (یا عیبوں) کو پوشیدہ کیا تھا۔

(۲۶) اسی عباس کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ امیر المومنین پر میں نے اپنی مدح کے کپڑے ڈالے پس ہر ایک آدمی نے اس کی تحسین کی اور اسکو

۲۔ اگر اس کا فضل و کرم نہ ہوتا۔ تو میرے شعر ایسے جید نہ ہوتے۔ نہ ہی میری ذہین طبیعت مجھے قادر الکلامی عطا کرتی۔ ۳۔ لوگوں نے جو کہا کہ تو نے جید اشعار کہے ہیں میں نے جواب دیا کہ کیوں نہ ہو میں نے اپنے قول (شاعری) کو اپنے امکان و قدرت میں پایا پس اس وجہ وہ اچھا ہوا۔

(۲۷) فضل بن یحیی برمکی کی مدح میں کہتا ہے

برامکہ کا مختصر سا حال کتاب العزی میں گزر چکا ہے۔ اور اس فضل بن یحیی کا بھی جسکو ہارون رشید نے اس کے باپ کے بعد اپنا وزیر بنایا تھا۔ ابو نواس کے اس قصیدے خاصکر پہلی تو سطروں کی تشبیب پر علما نے اعتراض کیا ہے۔ کیونکہ یہ قصیدہ اس نے اس وقت پڑھا تھا جبکہ فضل بن یحیی نے ایک عالیشان مکان بنوایا تھا۔ اور تمام اعیان مملکت مبارکبادی و دعا کیلئے حاضر تھے فضل نے یہ قصیدہ سنکر سر جھکایا ہوا تھا کیونکہ مطلع اور اس کے مابعد کے اشعار ~~بہت~~ ویرانی پر دلالت

۱۔ اے بوسیدگی کے مکان (یعنی کہنہ مکان) تجھ پر تو خشوع و پستی ظاہر ہے لیکن میں نے اپنی محبت میں خیانت کی۔ ۲۔ پس اپنی طرف میرے ہاں سے یہ معذرت ہے۔ (یا قبول کر) کہ تو اس حال میں دیکھا جاتا ہے۔ کہ ہواؤں اور صبح کے بادل کی بارش کے گرو ہے (یعنی ان کے قبضہ میں ہے کہ ہر وقت ہوائیں تجھ پر چلتی ہیں اور بارش برستی ہے۔) ۳۔ میں کسی کے حیلہ کے ذریعہ سے یہ تیری تکلیف تجھ سے نہیں دفع کرتا۔ کیونکہ میں اسکے بارے میں وہ آدمی نہیں ہوں جو معشوقہ سعاد کا ذکر کرنے والا ہے۔ (یہ تلمیح ہے۔ کعب بن زہیر کی طرف کہ اس نے ایک قصیدہ بانت سعاد لکھا ہے جس کا ذکر آچکا ہے اس کے اندر جیسے کہ واضح ہو چکا ہے۔ وہ معشوقہ سعاد کی جدائی کی مصیبت وغیرہ کا حال بیان کرتا ہے علاوہ اسکے دیگر شعرا بھی اپنی تشبیب میں اسی محبوبہ کا ذکر کیا کرتے ہیں۔)

۴۔ اگر میں تیرے آنگن سے جدا ہوں۔ تو اسکی وجہ یہ ہے کہ زمانے کے ہاتھ نے گردشوں کی کمان سے میرے دل پر تیر (مصیبت کا) چلایا ہے۔ ۵۔ اگر تو نے نعمت و راحت کے بدلے مصیبت حاصل کی ہے (تو کیا مضایقہ ہے) میری آنکھ نے بھی نیند و راحت کے بدلے خاشاک چشم اور بیداری لی ہے۔

۶۔ عنقریب میں مہری (منسوب بہ مہرہ بن حیدان جو بڑا قبیلہ ہے) اونٹنیوں کی جنس سے ایک تیز رو اور نابعدار اونٹنی پر سوار ہو کر کوچ کر جاؤنگا۔ جو حدی خواں (یعنی گیت کے ذریعہ سے ہانکنے والے)

سے نہیں برانگیختہ ہوئی۔ (بلکہ خود تیز ہی چال سے چلتی ہے۔

۷۔ ہوا خواہ جکھڑ۔ (یعنی آندھی ہو کر چلے۔ لیکن یہ اس سے مقابلہ نہیں کرتی (بلکہ اس سے آگے بڑھ جاتی ہے) اور وہ ایسے سر جو سندان (لوہار کا) جیسا ہوتا ہے۔ اور گردن کے ساتھ نرم رفتار سے (یا خوب زمین کو توڑ پھوڑ کر) چلتی ہے۔ ۸۔ سو (اسی تیز رفتاری سے) کئی ایک پتھریلی زمین کو پار گذرتے وقت اس نے روند ڈالا ہے اور وادی اور رود میں ایسا گھس کر چلی گئی ہے۔ جیسے دریائے فرات کے اندر کی موج۔ (یا وادی ایسی تھی۔ جیسے دریائے فرات کی موج)

۹۔ امیر المومنین (یا اس فضل بن یحییٰ) کے پہلو اور میانہ سینہ کے اندر یہ ٹھیک نہیں ہے کہ میری قوی اور دراز دم ناقہ کے برابر چھپڑی کی رفتار کو کرے۔

۱۰۔ میں نے فضل میں ایسی ہمت و سخاوت دیکھی ہے۔ جس نے میری جان کی قسم ہر ایک سخی کے غصے کو دراز کر دیا ہے ~~سبب~~ لیکیا جو المرد ہے کہ اسکے عمدہ سے عمدہ مال کو شراب نوشی تلف نہیں کرتی۔ بلکہ اسکی عطائیں ایسی ہیں جو دوبارہ لوٹنے والی ہوتی ہیں۔ اور ظاہر ہو کر آتی ہیں۔ (یہ شعر الشعر والشعراء میں طرفہ کے حال کے اندر آچکا ہے۔) ۱۲۔ تو لوگوں کو اس کے مکان کے دروازے پر جوق جوق دیکھیگا۔ گویا وہ ملخ پیادہ اور دوسری مکڑی کے دو پاؤں ہیں (یعنی باکثرت ہیں)

۱۳۔ پس ایک دن تو اس کا محتاج کو مالدار سے ملا دینے میں وقف ہے۔ اور دوسرا دن ان گردنوں کیلئے ہے۔ جو عین صبح کو کھیتی کی طرح کاٹی جاویں۔ (یعنی سخی و شجاع ہے)

۱۴۔ اس کی عطاؤں نے بھی نزار (جس کا ذکر پیچھے آچکا ہے۔) پر سایہ کیا ہوا ہے۔ اور قبیلہ حمیر (بن سبا بن یشجب بن قحطان۔ بڑا قبیلہ از یمن اس کا ذکر بھی اس کے اکٹھے آیا ہے) اور قبیلہ مراد (یہ بھی یمن کا بڑا قبیلہ ہے۔) کے گھروں میں انہوں نے (نگاہ لطف سے) جھانک کر دیکھا ہے۔

۱۵۔ ہم (اس سے پہلے) جب کبھی سخت مکر و فریب (یا مکر و فریب کھایا ہوا) اس کو دھوکے میں ڈالتا۔ صبح کے بادل کی بجلی کی چمک کی مانند تھے۔ یا کڑک کی آواز۔

۱۶۔ لیکن فضل بن یحییٰ بن خالد نے ایسی تیز دھاروں والی تلوار کے ذریعہ سے جسکو لمبا پرتلا خوشنما لگتا ہے۔ اس پر چادر ڈال دی (یعنی احسان سے ڈھانپ دیا)۔

۱۷۔ وہ لشکر جس کے پانچ رکن ہوسکتے ہیں۔ مقدمہ، قلب، میمنہ، میسرہ، ساقہ، اسکا نام ہے جرار غانی

رنگ کا ہے۔ گویا کہ وہ ایک قمیص ہے جو نیزوں اور اعلےٰ گھوڑوں سے بنی ہوئی ہے۔ (لشکر کو جو
سخت سرخ رنگ کے جھنڈوں وغیرہ کے ارغوانی کہا ہے۔ یہاں شعر کی لطافت رکھی گئی ہے کیونکہ قمیص خمیس میں
درع خمیس بھی آتا ہے۔ جہاں خمیس یعنی پنجگزی ہے)

۱۸۔ وہ بالکل زمانہ کی طرح ہے کہ اپنی گردش ہر ایک اس آدمی پر جس پر یہ ناراض ہوتا ہے اور اسکا
دشمن ہوتا ہے۔ لاتا ہے ۱۹۔ اے بنی برمک! جب تم کھوئے جاؤ (یا مرجاؤ) تو صبح و شام کرنے والے (تمام)
لوگوں سے دنیا پر سلامتی ہو۔ (یعنی تمہارے جانے کے بعد دنیا تو باسلامت رہ۔ اس شعر بھی اعتراض کیا
گیا ہے کیونکہ پیش از مرگ واویلا کرتا ہے۔) ۲۰۔ فضل بن یحیی کی وجہ سے ہدایت کے رستے چمک اٹھے
اور میرے پروردگار نے (ہر ایک کو) تمام شہروں کے خوف سے بے خوف کر دیا۔

۲۱۔ اے فضل یہ لو مجھ سے باعزت قصیدہ (جسکو بزرگ اونٹنی سے تشبیہ دیتا ہے) اس نے بوجہ شدت
غلبہ کے تیری طرف پہلوئے اطاعت پھیرا ہے۔ (قیاد اس رسی کو کہتے ہیں جس سے کو کھینچتے ہیں۔)

۲۲۔ وہ خلیلی ہے (یعنی گہرا دوست ہے۔ یا اس خلیل سے ہو جس کا معنی لاغر جسم ہے) اور وزن
میں قطربی ہے (قطرب سنگ ریزہ کو کہتے ہیں یعنی وزن میں ہلکی ہے۔ ویسے قطرب کے اور کئی معنی ہیں۔
منجملہ ان کے غول ہے اور تیز وہ جو ہر وقت چلتا ہے) بادشاہوں کے پاس اسکی نظیریں میرا ساز و سامان
ہیں۔ (یعنی اس قسم کے قصیدے بادشاہوں کے پاس پیش کرتا ہوں)

۲۳۔ اسکو اس بات نے ضرر نہیں دیا کہ اس کا شمال جرول یعنی حطیئہ یا کعب بن زہیر اور زیاد بن
معاویہ (یعنی نابغہ ذبیانی) کے قصیدوں جیسا نہیں ہوا۔ (ان تینوں نامور شعرا کا ذکر الشعر والشعراء میں آچکا ہے)

(۲۸) اسی فضل بن یحیی کی مدح میں کہتا ہے

۱۔ تم دوستوں نے بوجہ کوچ کرنے کے ہماری یاد کو دور پھینک دیا۔ جس نے ہمیں بہت غم دیا۔ پس اگر
تم ٹھہر پڑتے (یعنی سفر کرتے) تو موت ہم میں سے بعض آدمیوں پر حملہ کرتی (عرب میں صبح کے وقت حملہ کیا
کرتے تھے۔ یا یہ معنی ہے کہ چونکہ تم یہاں سے اٹھ کر چلے گئے ہو۔ اس لئے موت نے ایسا کیا ہے)

۲۔ تم نے یہ زعم کیا ہے کہ یہ جدائی تم کو غمگین کرے گی۔ ہاں ٹھیک ہے عنقریب میرا اس بات کا علم
ہو جائیگا اور ہمارے غم جیسا کوئی غم نہیں ہے۔

۴۔ تم آؤ۔ آپس میں قرعہ اندازی کریں۔ تاکہ یہ جانیں۔ کہ ہم میں سے کون زیادہ سوختہ دل ہے اور کون زیادہ گرم آنسو بہانے والا ہے۔ رات جو کوتاہ تھی اب دراز ہوگئی ہے لے دوستو تم لوگوں کے پاس زیادہ رحم ہے۔ فی الواقع وہ کوتاہ رات ہم پر دراز ہوگئی ہے۔

۵۔ لوگوں میں سوائے میرے یا اسکے جو علم نجوم جانتا ہے۔ (جس کی وجہ سے وہ رات کو ستاروں کو دیکھتا ہے) شب دراز اور اس کے غم کی کیفیت کو اور کوئی نہیں جانتا۔

۶۔ وہ لوگ ہمارے درد و سوز سے خالی اور ناواقف ہیں۔ اس لئے ملامت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیوں تم سرگردان ہو۔ ہم نے جواب دیا کہ بوجہ اپنے گناہ کے (کہ ہم نے اول بغیر سوچنے کے عشق محبوبہ اختیار کیا)۔ ۷۔ وہ قوموں اور لوگوں میں کھڑے ہو کر ہمارے فعلوں کی حکایت بیان کرتے ہیں۔ اور یہ ہماری بے عقلی ظاہر کرنے اور تمسخر کرنے کی خاطر ہے ۸۔ سو اگر پروردگار میرا چاہے تو ان کو بھی ہماری مصیبت میں مبتلا کر دے۔ چنانچہ پھر وہ ہمارے موافق اور نہ مخالف ہو جائیں گے (یعنی ہمارے برابر ہو جائیں گے)

۹۔ عنقریب میں (اے نفس) تیری محبت کی شکایت فضل بن یحی بن خالد سے کرونگا۔ کیونکہ شاید وہ ہمارے درمیان پھر ملاقات کرا دے یا ہم کو پھر اکٹھا کر دے۔)

۱۰۔ وہ ایسا امیر ہے کہ اسکی نعمتوں کے اندر تو مال کو ذلیل و خوار اور ظلم کئے جانے پر یقین کرنے والا پائیگا

۱۱ جب مالک مال ذرا بخل کرے تو اس کی سخاوت زور کے ساتھ (جیسے کہ اذان میں حی علی کہتے ہیں) پکار اٹھی ہے کہ امیر کے مال کے پاس دوڑ آؤ۔ ۱۲ فضل اپنے خوش و خالص مال پر حملہ کرتا ہے۔ جس میں تو اس مال کو ذلیل اور تابعدار (یا اپنی ذلت کو ماننے والا) پائیگا۔

۱۳ اس کے دونوں ہاتھوں میں ایک مضبوط قطعہ ہے (یعنی وہ مضبوطی اور حفاظت کی حالت میں ہو جاتے ہیں۔) جب کہ وہ مضبوط زرہ پہنتا ہے اور (مال کے خرچ کرنے کیلئے) کنایہ و اشارہ کرتا ہے۔ (یا اپنی کنیت اختیار کرتا ہے)

۱۴۔ اے ابو العباس (یعنی فضل) تیری طرف وہ اونٹنیاں جو بہت بچوں والی نہیں ہیں (یعنی انکے بچے نہیں بلکہ وہ مر جاتے ہیں۔) آتی ہیں۔ ان پر ہم حضر موت کی باریک و لطیف جوتیاں پہنا دیتے ہیں۔ (یا اپنی حضر موت کی باریک جوتی پہن کر اس پر ہم سوار ہوئے ہیں)۔

۱۵۔ وہ جوان اونٹنیاں ہیں۔ جنہوں نے اپنے پیٹ کے اندر کے بچے بوجہ پاؤں کے گھسنے (اور سفر کی

تکلیف) کے نہیں گرائے۔ نہ ہی وہ جانتی ہیں کہ سانڈ (وہ پے فیتق ایک سانڈ کا نام تھا) کا ان کو جفتی کیلئے مارا گیا ہوتا ہے۔ اور قطران (رال جس سے اونٹوں کی مالش کرتے ہیں) کیا چیز ہے

۱۶۔ وہ اونٹنیاں ایسی ہیں جن کے بچے مر گئے ہیں (یا کم شیر ہیں) ان پر ایک عظیم و تکریم والا آدمی بیٹھا ہے۔ (جرام اونی نمدے کو بھی کہتے ہیں۔ ورنہ حرام سے کوئی موزوں معنی نہیں بنتا) اس پر واجب ہے کہ اپنے زیارت کرنے والے کو مال دینے میں حد سے تجاوز کر جائے۔

۱۷۔ گویا اس (غالباً ممدوح) کے پاس بابل شہر والا (خوش منظر) باغ ہے۔ جسکے میوے توڑنے والے میوہ کی پختگی کے وقت میوہ کے توڑنے کی طرف بلاتے ہیں۔

۱۸۔ وہ روشن پیشانی والا (اور باعزت) ہے۔ اس کا نرم اور روشن رخسار وہ ہے۔ جس کے اندر تو عزت و بزرگی کو ظاہر طور پر جاری دیکھے گا۔

(۲۹) فضل بن ربیع کی مدح میں کہتا ہے

برامکہ کے ہلاک ہونے کے بعد ہارون رشید نے اس کو وزیر اعظم بنایا تھا بڑا صاحب علم و وقار تھا۔ ابو نواس کا یہ اور اگلا قصیدہ سب سے زیادہ مشکل ہیں۔ صرف الفاظ کی بھرپور اور قلابہ کی بے رسائی ہے مطلب بالکل مہمل ہے تمام کورس میں جتنی دقت ان قصیدوں کے حل کرنے میں پیش آئی ہے اتنی اور کسی جگہ نہیں آئی۔ لیکن الحمد للہ کہ حتی المقدور مطلب برآری میں کامیابی ہو گئی ہے۔ واللعلم عند اللہ

۱۔ کئی ایک علاقے ہیں جن کے اندر کیچی ہے لنگے اندر سے خمیدہ گردن والی اونٹنی جو گردن کو خمیدہ کرکے قدم رکھتی ہے گزری۔ ۲۔ وہ اس وقت گزری جب کہ وہاں ایک بھیڑیا لوگوں کے قدم کے نشان کی پیروی کرتا ہے۔ ۳۔ اس بھیڑیے کے گوشت کے لئے ہر ایک وہ شکم والا بچہ تھا۔ جو ابھی پر شیر نہیں تھا (یا اچھی طرح سے دوڑ نہیں سکتا تھا۔ یعنی وہ بھیڑیا جانور کو مار کر اس کے اندر کا بچہ نکال کر کھاتا تھا) ۴۔ اس پر کوئی بال نہیں آیا تھا۔ اس کی رگ ران مردہ تھی ۴۔ اس کے دانت (جو تلوار کی دھار کی طرح تیز تھے) زندہ تھے۔

۵۔ ایسی اونٹنی کو میں نے کار بزرگ اور ردوشی کارناموں کیلئے درماندہ اور قریب مرگ کر دیا

(یا خطرے اور ہلاکت میں ڈالنے کی وجہ سے ایسا کر دیا)۔

۶۔ یہ کام بلبر لیجا ایسے اونٹ (یا اونٹنی) کے تھا۔ جو دنداں نیش نکالے ہوئے تھا (یعنی قریباً نو سال کا) اور جب یہ دانت نکالے ہوئے تھے۔ تو اس کو ان تیز دانتوں کے عمدہ طور سے نکالنے کی ابتدا (یا خود جن جو مشہور ہے) خوش کرتی اور حرکت دیتی تھی۔

۷۔ نہ وہ کسی بیماری (یا بے ہوشی) کی شکایت کرنیوالا تھا۔ اور نہ کسی کمزوری کے قریب ہوا تھا

۸۔ گویا کہ لبعہ لاغر جسم ہونے اور خوب تیز دوڑنے کے

۹۔ اور بعد اس کے کہ وہ میری سمت تھکان زدہ ہو گیا تھا۔ اس نے میرے ان مکانوں کو قطع کیا جو دیکھے کے دندان شیر کے گرنے کی طرح) گرے ہوئے تھے (یا ممکن ہے کہ یہ معنی کہ اسکے رباعیہ دانت گر گئے تھے)۔ ۱۰۔ وہ بہت سارے گلہ شتراں کو ہانک لیجاتا ہے۔ جن کے پالان یا تنگ کے پچھلے حصہ کی گہرائی کنوؤں کی مانند ہے جس کو تو گردن کے اس حصے میں دیکھے گا۔ جو دونو شاخوں کے درمیان میں ہے۔ ۱۱۔ ان میں سے چیچک کے داغوں جیسے داغ والی اونٹنیوں کا ایک گلہ وہ ہی جو نوجوان اور تیرہ رنگ ہیں۔ ۱۲۔ یہ صفر اور ربیع الاول کے دونو ماہ کا واقعہ ہے یہاں تک کہ وہ سانڈ (تھک کر اور بوجہ کثرت سے کرنے کے) جفتی کرنے سے باز آ گیا۔

۱۳۔ وہ اس وقت سوئیوں کے شگافوں کے مشابہ تھا۔ اور اس ذلت سے ہانک لیجاتا تھا۔ جیسے کسی گرڑھے کو (پا) مال کرنے سے) خوار و ذلیل کر دیں۔

۱۴۔ انہوں نے اس سے کہا کہ تو کیا مشورہ دیتا ہے (یا یہ کہ تیرا کیا امر ہے) اور ایسا کہنے کے وقت دانت نکالے ہوئے تھے۔ ۱۵۔ وہ اس بات کی جس کا اس نے حکم دیا تھا۔ پوری فرمانبرداری کرنے والے تھے۔ گویا وہ اسی کے تھے جو انہیں دیکھتا تھا۔

۱۶۔ ایک قافلہ (سواروں کا) تھا۔ جو بارش کی امید میں آنکھ اٹھا کر دیکھتے تھے یہاں تک کہ جب سایہ گھٹ گیا۔ ۱۷۔ تو انہوں نے مقام ہجر (یمن کا شہر) کے ہر دو پہلو کا قصد کیا۔ جو سرسبز تھا۔ اور جہاں کا پانی طغیانی پر تھا۔ ۱۸۔ وہ غبار کی سختیوں کے درمیان سے (یا غبار کو صاف کرنے کے لئے) چلا نہ کسی افسانہ اور کھیل کود کیلئے۔ ۱۹۔ اور نہ ہی سورتوں کی تلاوت کرنے کے لئے۔ بلکہ وہ کمان کو مارتا تھا۔ (یا ایک گروہ مردم کمان کو چلاتا تھا۔ تیسر قمار باز کو بھی کہتے ہیں۔ یہی نام قمار بازی

کے تیسرے نمبر کا ہے۔ فراخی اور آسانی کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے)

۲۰۔ ایک زرہ جو بلبل کے گلو کی مانند (نرم) تھی مضبوط بٹی ہوئی تاروں سے (بطور مہار کے بنائی گئی۔ ۲۱۔ یہاں تک کہ جب سطریں اور قطاریں ٹھیک صف میں ہو گئیں۔ تو اس نے اسکو ہدیہ پیش کیا کاش کہ وہ اس میں جور کو ختم نہ کیا جاتا۔

۲۲۔ وہ سیاہ اونٹنی تھی جسکو تقدیر ہانکتی تھی۔ اس نے میری مضبوط اونٹنی کو نہیں چھوڑا (یا میری اونٹنی نے اس کو نہیں چھوڑا) ۲۳۔ بوجہ اس مشابہت کے جب کہ سراب خوب زور سے چمکتا تھا۔ (اب آگے ممدوح سے خطاب کر کے کہتا ہے) ہم نے تیری طرف سفر میں تکلیف دی ہے (مفعول آگے آتا ہے)

۲۴۔ ایسی اونٹنیوں کو جن کی آنکھوں میں (بوجہ تھکان کے) گڑھے پڑ گئے تھے۔ جو اپنی گردن کو پھیر دیتی تھیں۔ جن کی نافیں بالکل ایسی لپٹ گئی تھیں۔

۲۵۔ جیسے پارسا عابد آدمی اپنی چادر میں کو۔ ان اونٹنیوں کو فال بد نے نہیں بٹھایا (اور حاجت سے باز رکھا۔ ۲۶۔ نہ ہی کسی ایسے بدشگون نے جسکو دفع کیا گیا ہو۔ (سنیح یا سانح ایسے شکار کو کہتے ہیں جو شکاری کی بائیں جانب سے آئے۔ اسکو برا شمار کرتے ہیں) اے فضل (ممدوح) لوگوں کو تکبر ہو گیا ہے

۲۷۔ کیونکہ لوگوں میں کوئی جائے پناہ نہیں ہے نہ ہی کوئی خوف سے بچنے کی جگہ ہے۔

۲۸۔ دو بڑی مصیبتوں میں سے ایک تو نازل ہو چکی ہے۔ (احدی الکبر قرآن شریف کے الفاظ ہیں) اور بعض کہتے ہیں۔ کہ وہ سخت گردشوں والی مصیبت ہے۔

۲۹۔ لوگ تو خوف کے بیٹھے ہیں (یعنی خوف زدہ ہیں۔ اور خوف کے تابع ہیں) تو نے ہی یہ تکلیفیں ہم سے دور کی ہیں۔ ۳۰۔ ہم سے دور کی ہیں جب کہ سختی ہمیں پہنچ چکی تھی۔ جیسے کہ سورج کی روشنی انسان کے جسم میں دسرایت کر جاتی ہے) ۳۱۔ تیرے بلند رتبے بزرگ کاموں کے ہیں۔ تیرے باپ نے قبیلہ مضر سے سختی وغیرہ کو دور کیا تھا۔ (یا اس قبیلہ کی عزت کو روشن کیا)

۳۲۔ یہ اس دن کا ذکر ہے جس دن کہ سائبان (لگایا گیا) تھا جس میں لوگ حاضر تھے (یا اس دن موت حاضر تھی) اور خوف قطع کرتا تھا۔ اور چھوڑتا تھا۔

۳۳۔ جب امیر نے یہ بات دیکھی۔ تو سخت تند خو ہو گیا۔ اور سخی جوانمرد بن کر کھڑا ہو گیا۔ اور غلبہ ڈھونڈا ۳۴۔ اس نے ایسی حرکت کی جیسے کہ شمشیر براں جوہر دار کرتی ہے۔ جو ایسی ہوتی ہے کہ جس شے سے مس کرے

اس کو کاٹ ڈالتی ہے ۔ ۳۵۔ لیکن تو منجملہ ان آدمیوں کے تھا۔ جو روشن اور نیک نام ہیں۔ نشان قوم کی پیروی کرتا تھا۔ ۳۶۔ وہ چشمے پر پھر لوٹتا تھا۔ اور وہاں سے باہر نکلتا تھا۔ (یعنی کام کو خوب طرح سے کرتا تھا) اگر حالت بلند ہو جاتی تو وہ بھی زیادہ قدرت والا بن جاتا۔

۳۷۔ بھلا وہ چھوٹے پیالوں والے کہاں ہیں۔ جب کہ انہوں نے بڑے شگون جیسے پیالوں کو پیا ہے

۳۸۔ وہ شکر کرنے کے لئے صحرا کے اندر ظاہر ہو کر چلا گیا۔ جب کہ وہ درختوں کے جھنڈ میں ریگتے ہوئے آہستہ سے چلتے تھے۔ سچ ہے جس نے شکریہ کیا آزاد ہو گیا۔

۳۹۔ اللہ تعالے تجھے خیر و نیکی دے۔ اور دشمنوں پر فتح۔

۴۰۔ وہ جسکو چاہتا ہے۔ امداد دیتا ہے۔ اور تو بھی جبکہ ہم تنگدلی اور بخل کا خوف کرتے ہیں۔

۴۱۔ زمانے نے بدخوئی کی ہے۔ اپنی ڈاڑھوں کو باہر کھولا ہوا ہے۔ اور سخت ترش ہو گیا ہے۔

۴۲۔ تو نے ہمیں اسقدر غنی کر دیا ہے۔ جسقدر کہ بارش نے تیرے اندر عمدہ (اور فراخی کے) اخلاق ہیں

۴۳۔ یہاں تک کہ تو ان گروہوں کو دیکھیگا۔ کہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل گرے ہوئے ہیں۔

۴۴ اور یہ بوجہ جنگجو آدمی کے کھینچنے کی وجہ سے ہے وہ اگر اپنی طرف پہاڑ کے ٹکڑے کو کھینچنا چاہتا تو وہ ٹیڑھا ہو جاتا۔ ۴۵۔ وہ سخت مزاج ہے۔ لیکن جب ملاقات کرتا ہے تو سچ کر دکھاتا ہے۔ (یا بوقت ملاقات یعنی جنگ کے سخت ہوتا ہے) اور اگر لوگ خفیف الحرکت بن جائیں تو یہ باوقار ہوتا ہے۔

۴۶۔ یا اگر وہ کسی کام سے ڈریں تو یہ جرات کرتا ہے۔ زاں بعد بزرگی میں ترقی کرتا ہے اور (شگوفہ کی طرح) اپنا منہ کھولتا ہے ۔ ۴۷۔ اور یہ منہ کا کھولنا بوجہ اسکی عمدہ کلامی کے ہے۔ (شقشقہ اصل میں اس جھاگ سی چیز کو کہتے ہیں۔ جو مستی کیوقت اونٹ کے منہ سے باہر آتی ہے۔ زاں بعد وہ بند ہو جاتا ہے پھر ہلاتا ہے (مفعول آگے آتا ہے) ۴۸۔ وہ اپنی دم ہلاتا ہے جس پر بالوں کے گچھے ہوتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اپنے اہل سے حرکت کرتا ہے۔ اور پھر اس دم کے اطرف کو جو سوئی کی طرح تیز ہوتے ہیں۔ ہلاتا ہے۔ (یا اس کی دم پر وہ مارتا ہے) ۴۹۔ کیا تجھے وہ آدمی چاہیے یا ہمیں رغبت ہے۔ جو تیرے غائب ہونے کے وقت حاضر ہے۔ اور یہاں حل کا لفظ اختیار کے معنی میں مستعمل ہے۔ (یعنی یہ حل کا استفہام اختیاری ہے بطور ترغیب دینے کے کیونکہ یہ اور بھی معنی دیتا ہے۔) ۵۰۔ یا اگر لوگ تجھے کہدیں۔ تو یہ پیروی کرتا ہے اور اگر کوئی نیک بات دیکھتا ہے۔ تو اس کو پھیلاتا ہے۔

۱۸۔ یا اگر اس سے کوتاہی ہوئی ہے۔ تو عذر پیش کرتا ہے۔

(۴) اسی فضل کی مدح میں کہتا ہے

۱۔ تجھے (اے دل) پیری جیسی واعظ نے نصیحت کی۔ اور بوڑھاپے کی شان و شوکت نے تجھے منع کیا

۲۔ جو کچھ تونے جوانی سے مستعار لیا تھا۔ وہ سب بوڑھاپے کو واپس لوٹا دیا (دیا مستعار دینے والیکو)

۳۔ یہ بوجہ اسکے ہے۔ کہ محملوں کی خوبصورت عورتیں (مثل گاوان دشتی) بمقام عقوۃ الالباب (یا ممکن ہے کہ لغوی معنی مراد ہو۔ یعنی عقلوں کی منزل) نازل ہوئی ہیں۔

۴۔ نیز بوجہ اس کے ہے ان کے ساتھ نرمی اور تیزی رفتار کے مابین کی رفتار سے تونے سیر کی ہے۔ (یا ان کے ساتھ سوار ہوا ہے) ۵۔ وہ عورتیں تیری طرف ترچھی گردن کئے ہوئے ہیں۔ عورتوں کا سا ناز و نخرہ کرتی ہیں۔ لیکن لباس مردوں کا سا ہے۔

۶۔ ان کے دست و پا کے اطراف۔ بٹن دینے والی جگہیں۔ اور چھاتیاں (زیور سے) عاری ہیں۔

۷۔ وہ ایسی باریک اندام ہیں جیسی باگ (کے دندانے) پتلی سی پیٹیاں اور جوتی کے تسمے۔

۸۔ وہ کرتے پہن کر اور خنجر کمروں میں لٹکائے ہوئے وقار سی چلتی ہیں۔ (یا ان بوجھوں سے لدی ہوئی ہیں)

۹۔ انکی زلفیں بچھو کی طرح پیچیدہ ہیں۔ اور ان کی رگہائے حلق عبیر جیسی خوشبو کی طرح خوشبو ناک ہیں۔

۱۰۔ وہ ہرنیوں جیسی ہیں جو پھلواریوں کی طرح (چرنے کیلئے) گئی ہیں۔ جب کہ وہ کسی گڑھے سے (پانی پی کر) واپس لوٹتی ہیں۔ ۱۱۔ وہ مثل ایسی چاند کی روشنی کے ہیں۔ جس کے اندر رات کا پتنگا اڑتا ہے اور وہ ایسی ہے جیسے بکھرے ہوئے موتی ٹوٹ پڑیں۔ (یا زمین پر گریں)

۱۲۔ اس وقت تو میں دانائی کے مقام تک پہنچ گیا ہوں۔ اور خوشی کے انجام کی آزمائش کر لی ہے

۱۳۔ اسکے سوا کوئی ایک سمندر ہیں۔ جہاں تک پہنچنے کے لئے) بے آب و گیاہ جنگل ہیں۔ جہاں سے گزر کر پار جانا سخت مشکل ہے۔ ۱۴۔ ان کے اندر جن وغیرہ حاضر تھے اور وہاں بڑی بڑی مجلسیں اور افسانہ گوئیاں ہوا کرتی تھیں۔ ۱۵۔ ایسے فراخ مقام تک میں بذریعہ شتر مادہ بسیار گوشت و تیز رو کے پہنچ گیا۔

۱۶۔ تاکہ اللہ تعالے اس بندہ کو دیکھوں جو دنیا میں برگزیدہ ہے۔ جو مجسم کرم و سخاوت ہے (یعنی فضل ممدوح) ۱۷۔ اے فضل! تو غایت سے تجاوز کر گیا۔ اپنے ہمسر سے بالاتر ہو گیا۔

۱۸۔ تو آنکھوں اور سینوں میں صاحب تعظیم و تکریم ہے۔

۱۹۔ جس وقت عقلیں خوب فطانت اور سوچ بچار سے تجھے دیکھیں تو وہ ایک مجسم کرم اور نیکی کی سامنے آئیگی

۲۰۔ جب آنکھیں خوب تامل سے تجھے دیکھیں تو وہ درماندہ پلکوں کے ساتھ واپس پلٹینگی۔

۲۱۔ تو ہمیشہ سے بڑی عقل میں قائم رہا حالانکہ عمر چھوٹی تھی۔

۲۲۔ یہاں تک کہ تو نے جوانی کو خوب نچوڑا۔ اور بڑھاپے کا لباس پہنا۔

۲۳۔ تیرے داخل اور خارج ہونے کی جگہیں (یعنی ظاہر و باطن) طبیعت فطری اور ضمیر سب پاک ہیں۔

۲۴۔ اللہ پاک کی قسم تجھے خلیفہ نے مخصوص کر لیا ہے پس تجھے ہر ایک صاحب بصیرت پر برگزیدہ کیا ہے۔

۲۵۔ جب وہ تجھ سے امور کی نگہداشت طلب کرتا ہے۔ تو تو مشکل سے مشکل امور میں اسکی کفایت اور امداد کرتا ہے۔ ۲۶۔ اے اولاد ربیع (فضل ربیع کا بیٹا ہے) تم سب ایسی فضیلت والے ہو جیسے ۱/۵ حصہ کی ۱/۱۰ پر (یا جیسے لشکر کی اکیلے آدمی) صاحب معاشرت پر خواہ وہ دوست ہو یا بیوی۔ فضل کا لفظ صنعت ایہام سے ہے)

۲۷۔ جس شخص نے تمہارے سوا کسی آدمی کو تم پر قیاس کیا۔ تو اس نے گویا معمولی سے چشمے (جو صرف سردی میں نکلے گرمی میں بند ہو جائے یا چھوڑ دی) کو سمندروں پر قیاس کیا۔ (یعنی غلطی کی)

۲۸۔ بھلا روشن (یا ایک دوسرے کے پیچھے جانے والے) ستارے بمقابلہ ہلال اور بدر کے کہاں اور کیا چیز ہیں۔ ۲۹۔ چھوٹی سی حیثیت والے آدمی جو اور چھوٹی سی حیثیت والے آدمیوں کا کہاں مقابلہ کرتے ہیں۔ جو اور بڑی حیثیت والے آدمیوں کی اولاد ہیں (یا ممکن ہے کہ قلت و کثرت تعداد ہی میں ہو)

۳۰۔ یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے مکہ معظمہ والوں کو بڑے بھاری حادثوں کے نزول سے کفایت کی ہے (یعنی انہیں بچایا ہے) ۳۱۔ پس انہوں نے گویا خلافت کے آثار (یا گوشت جو درندے کھاتے ہیں یا زمین جہاں طغیانی کا خوف ہو۔) اور کمی کا تدارک کیا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے مددگار سے بعید تھی۔

۳۲۔ اگر ان لوگوں نے خلافت کو قائم نہ کیا ہوتا تو کوہ ثبیر (مکہ میں ہے۔ مذکور ہو چکا ہے) کی بلند چوٹیاں گر پڑتیں (یعنی بہت نقصان ہوتا۔)

(۳۱) اسی فضل کی مدح میں کہتا ہے

۱۔ محبت نے اس دل کو اسکی صلاحیت کے مطابق عذاب دیا ہے پس تو اس بات کو گناہ شمار

ذکر کہ کہا جائے کہ وہ اب ہوش میں آگیا ہے۔

۲۔ میں نے اللہ کے تقویٰ اور خوف کی نیت پر یہ نعمت باقی اپنے اندر باقی رکھی ہے۔ میں اس حریص کی مانند نہیں ہوں جس نے اپنے فخر و تکبر کی وجہ سے نہیں چھوڑا۔

۳۔ ایک حاجت تھی جو بہت ساری حاجتوں جیسی نہیں تھی۔ جسکی طرف میں نے اپنے عزم اور خوش رفتار اونٹنی (جو سرعت میں گورخر جیسی ہے) کو تکلیف دی۔

۴۔ اور سواریوں کی طاقت (یا مشقت) اور اس کی نیک چال برابر تھیں۔ جب کہ اس کی بنی ہوئی چیزیں (یعنی جو اسکے لئے ساخت کی گئی ہیں) اسکے لئے بطور شاخ یعنی گلے کے ہار کے ہوتی تھیں۔

۵۔ ہم اسکو ساری رات جسکا سینہ وسیع جنگل کی مانند تھا (یعنی رات لمبی تھی) چلاتے رہے جبکہ اور اونٹنیاں جو اس سے بڑھکر تھیں (گرنے کی طرف) میلان کرتی تھیں۔

۶۔ یہاں تک کہ اس رات کی شلوار کے موڑوں (شکنوں) میں خالص رنگ کا پھول ظاہر ہو گیا جس کے رنگ میں ذرا ملاحت تھی (یعنی سرخی سے سیاہی ملی ہوئی تھی۔ مراد یہ صبح نمودار ہونے لگی۔ تقبہ کی بجائے نقبہ ہو تو اس کے معنی ہیں پردہ پہننے کی ہیئت اور تقبہ علاوہ شلوار کے رنگ وردے کے معنی میں بھی آتا ہے سراۃ کے بھی کئی معنی ہیں۔ میانہ راہ۔ جائے بلند۔ خالص وغیرہ۔ اسی طرح درد کی کئی توجیہات ہو سکتی ہیں۔ جو بجائے خود صحیح ہوں۔ ۷۔ وہ سواریاں سنگلاخ زمین میں جو انگاروں کی طرح گرم تھی (یا خود وہ سواریاں اس حالت میں تھیں) جا ملیں۔ ان کی ناکیں چپٹی تھیں اور ان کی رفتار میں تو نشاط کو دیکھیگا

۸۔ وہ ایک قوم (یا لوگوں) سے اپنی حاجات طلب کرتی تھیں۔ جن کا ضامن (یا جن کو فراہم کرنے والا) ایک ایسا بدر تھا۔ جو ہر ایک زبان سے تعریف کیا جاتا تھا۔

۹۔ گویا اس کے ہاتھوں کا فیض (پانی کا جاری ہونا) بیشتر اسکے کہ تو اس سے سوال کرے۔ آسمان کا دروازہ ہے جب کہ وہ باران تازہ سے کھل جائے۔

۱۰۔ اے ابو العباس۔ تو ایسے مقام و رتبہ پر قائم ہے جس کے پیچھے آنکھیں تھکی ہوئی اور درماندہ ہیں

۱۱۔ تو زمانے کے مقابلے میں ایسی آنکھ دیا گیا ہے۔ جو تیرے دستِ سخاوت سے غافل نہیں رہتی وہ آنکھ جب کہ زمانہ اسکو زخمی کرتا ہے تندرست ہو جاتی ہے (زخمی کرنے سے مراد چشم زخم پہنچانا۔)

۱۲۔ تو وہ ہے جس کو ہاتھ (یا نعمتیں) اسکے آزار باندھنے کی جگہ سے (یعنی خوب مضبوطی سے)

پکڑ لیتے ہیں جب کہ زمانہ اپنی اولاد (یعنی ابنائے زماں مراد دنیا کے لوگ) پر ترش روئی کرتا ہے۔

۱۳۔ جیسے کہ ربیع (تیرا باپ) لوگوں کے قیام و توقف کے ایام میں امور کے سرانجام کرنے میں کفایت کیا کرتا تھا۔ اور جو آدمی اس سے اپنے آپ کو دور کرتا تھا۔ وہ اس سے نزدیک دوست ہوتا تھا۔

۱۴۔ جب وہ نصیحت و خیر خواہی کیا کرتا۔ تو اپنے رشتہ دار آدمیوں کو چھوڑ کر اس کی قرابت محبت وصاف دلی مہربانی ہوا کرتی تھی۔

۱۵۔ جو شخص فضل کی غایت قدر کا مقابلہ کرے۔ وہ ہمیشہ پوشیدہ اور گمنام رہتا ہے یہاں تک کہ اگر وہ اس خصلت کا قصد بھی کرے تو فضیح و رسوا ہوگا۔ (مُوداع کا اصلی معنی باہم صلح کرنیوالا)

۱۶۔ یہ وہ آدمی ہے جو اس وقت جبکہ اس گھڑ دوڑ کے میدان میں جسکی انتہا و غایت بہت دور ہے سامنے آنے کیلئے تاخیر کی جاوے۔ تو یہ خوشی خوشی اپنے گھوڑے لیکر آجاتا ہے۔ (جذاع جمع ہے جذع کی۔ یعنی تین سال کا گھوڑا) ۱۷۔ یہ وہ ہے۔ کہ سختی اور مصیبت اس سے انگلیوں یعنی سخاوتوں کو شکستہ نہیں کرتی نہ ہی وہ فرحت کے مارے ٹیلوں کے کناروں پر چڑھتا ہے۔

(۳۳) اسی فضل کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ اے منزل محبوبہ تو اپنے شغل میں ہے۔ میں تو تیرے شغل اور یاد سے ہٹا ہوا ہوں۔ کیونکہ نہ میرے پاس تیرے لئے کوئی اونٹنی ہے نہ اونٹ۔ کاش کہ تجھے اس بات کا علم ہوتا۔

۲۔ مجھ پر اس مردوں جیسی عورت (مذکرہ بالائے سخت کو بھی کہتے ہیں۔ اور ناقہ مانند شتر کو بھی) کے کان اور آنکھ ہیں (یعنی مجھے بسر و چشم منظور ہے۔) جو مجھے محبوبہ کے عشق اور عشق آمیز باتوں سے وصل کرا دیتی ہے

۳۔ ان میں سے ہر ایک بوجہ اپنے اختلاف کے مقام عمل میں اپنی ہمت سے بلند ہو گیا۔

۴۔ اے فضل جو اللہ کی تمام مخلوق کی غایت ہے۔ جب ہم کسی سخاوت کی مثال پیش کریں۔ تو وہ اس مثال کی غایت اور انتہا ہے۔ ۳۔ کئی ایک تجھے دعا کرنے والے مرد اور عورتیں ہیں۔ جو کہتے ہیں۔ کہ ہمارا اول ابو العباس جیسے جوان پر قربان ہو

۴۔ جب طاقت وہ تجھ پر فدا ہوتے ہیں۔ اور تیرے لئے (خدا تعالےٰ سے) موت کی تاخیر کا سوال کرتے ہیں۔

(۳۳) اسی فضل کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ تم دونو آدمی ہارون سے جو ہدایت کا پیشوا ہے۔ جبکہ مجلس آدمیوں سے بھر پور ہو (یعنی بر ملا) کہدو
۲۔ کہ فضل کی نصیحت اور اسکی شفقت کو تو لازم پکڑ۔ اسی کی وجہ سے تیرا چہرہ حاسد سے خالی ہو گیا ہے
۳۔ وہ سچی اطاعت والا اور دیانت دار ہے حاضر و غایب آدمیوں میں سے یکتو بے نظیر ہے۔
۴۔ تو باوجود قدرت رکھنے کے فضل جیسے آدمی کو پانیوالا نہیں ہے۔
۵۔ اس کو اللہ تعالےٰ ابھی وجود میں لایا ہے کسی طالب اور متلاشی کو اس کی مثل نہیں ملیگا۔
۶۔ اللہ تعالےٰ کے حق میں یہ بات اوپری اور ناممکن نہیں ہے۔ کہ تمام دنیا کو ایک ہی آدمی میں جمع کردے (جیسے فضل ہیں کہ وہ تمام لوگوں کے کمالات کا جامع ہے۔ ملا ابو نواس کا یہ شعر بہت ہی شہرت والا ہے۔ اور ضرب الامثال میں کام آتا ہے)

(۳۴) اسی فضل کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ تیری جان کی قسم محمد امین کسی امر سے جس کے اندر وہ توجہ کرتا ہے۔ غائب نہیں ہوتا۔ جب کہ فضل حاضر ہو (یعنی سب امور اس فضل کی امداد سے طے ہو جاتے ہیں)
۲۔ اگر خلافت کا ورثہ نہ ہوتا جس کے لحاظ سے وہ فضل یقینی طور پر امین سے کم ہے۔ تو ان دونو میں کسی کو فضیلت نہ ہوتی۔ ۳۔ کیونکہ اگرچہ ان دونو کے اجسام اس خلافت کے اندر مختلف ہیں۔ لیکن ان دونو کا قول و فعل برابر ہے۔ ۴۔ میں فضل کو دین و دنیا کا جامع دیکھتا ہوں جس طرح کہ ایک ہی تیر میں پر۔ سوفار اور پیکان ہوتے ہیں۔

(۳۵) یہ قصیدہ امین کو لکھا جبکہ اس پر دوسری بار قید واقع ہوئی تھی

پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ ابو نواس نہایت عیاش اور بے دین تھا۔ اسی وجہ سے امین نے کئی بار اسکو قید کیا تھا

۱۔ اے امین اللہ تو یاد کر کیونکہ عہد یاد کرنے ہی کیلئے ہوا کرتے ہیں۔ کہ میں تیرے سامنے پھرتا تھا۔ اور تجھ کو قصائد سنایا کرتا تھا جب کہ لوگ حاضر ہوتے تھے۔

۱-۲ اے بنی ہاشم کے خاندان کے موتی، میرا تجھ پر موتی (جیسا قصیدہ) بکھیرنا یاد کر اللہ رے وہ شخص جس نے موتیوں کو موتی پر بکھیرتا ہوا دیکھا۔

۳- تیرا باپ وہ ہے کہ اس جیسا سرزمین دنیا کا مالک اور کوئی نہیں ہوا۔ اور تیرا چچا موسیٰ ایسا ہے کہ تیرے باپ کا برگزیدہ بھائی ہے (صنو بمعنی پسر و پسر عم بھی مستعمل ہوتا ہے نیز بمعنی مثل ۱)

۴- تیرا دادا امام مہدی مجسم ہدایت ہے۔ اور اس کا سگا بھائی یعنی تیرا چھوٹا نانا ابوالفضل جعفر ہے

۵- تیرے دو تو منصور ایک تو بنی ہاشم کا منصور (اسکا پردادا) اور دوسرا بنی قحطان (قبیلہ یمن جہاں سے امین کا مادری سلسلہ چلتا تھا جس کا ذکر آچکا ہے) والا منصور جیسا کوئی نہیں جبکہ فخر شمار ہونے لگے۔

۶- پس وہ کون ہے جو تیرے دو تو تیروں جیسا مخلوق میں تیر مارتا ہے (یا دو حصوں کا مالک ہے) جبکہ تیرے دو تو جد امجد عبد المناف (جہاں پدری سلسلہ منتہی ہوتا ہے) اور حمیر (بن سبا بن یشجب بن قحطان قبیلہ یمن جہاں اس کا مادری سلسلہ پہنچتا ہے) ہیں۔

۷- دنیا خلیفہ کے چہرہ سے آراستہ ہے۔ وہ خود (یا اس کا چہرہ) صبح کی طرح ہے، مگر ہاں زمانہ وہ چیز ہے جو اس چہرے سے ظاہر و روشن ہوتا ہے۔ ۸- یہ ایسا امام ہے جو نوے سال تک (یعنی بہت عرصہ) ملک کی سیاست کریگا۔ اس پر اس ملک کی چادر اور شلوار ہے (یعنی حکومت کو لازم پکڑا ہے)

۹- سخاوت اسکے رخساروں سے اس کی طرف اشارہ کرتی ہے اور اس کے پہلوؤں سے ہی دیکھتی ہے جب کہ وہ دیکھتا ہے۔ ۱۰- اے وہ جو امن دیئے ہوئے آدمیوں میں سے بہتر ہے بطور صنعت شعری کے دونو معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ معلوم رہے کہ امین و مامون میں سخت دشمنی تھی، اسکی طرف امید کی جاتی ہے۔ میں ایک آدمی ہوں جو تیرے قید خانوں میں قیدی ہوں اور گویا قبر میں دفن شدہ ہوں۔ ۱۱- جب تو نے قید کیا ہے۔ تب سے مجھے تین ماہ گذر گئے ہیں گویا میں نے ایسا گناہ کیا ہے جس کی مغفرت ہی نہیں ہوتی۔ ۱۲- اگر میں نے گناہ نہیں کیا (یعنی بے قصور ہوں) تو یہ سختی و ظلم بھلا کس لئے ہے۔ اور اگر گنہگار ہوں۔ تو تیری معافی تو بہت بڑی ہے (پھر رہائی کیوں نہیں ہوتی)۔

(۳۶) یہ فضل بن ربیع کی طرف لکھا تھا (غالباً قید کی حالت میں)

۱- اے فضل تو نے اب مجھے وہ نصیحت کرنی چھوڑ دی ہے جس کے بعد کوئی غلطی اور سہو نہیں ہوتی

تھی ۔۲۔ جس بات کا تو شک (یا کھٹکا) رکھتا تھا ۔ میں (یا تو) اس سے تندرست ہو گیا پس تیری رستی
میری طرف سے مجھے مبارکباد دے ۔۳۔ اے ابوالعباس تو مجھ جیسے لڑکے کی کلام سے جسکی قوت
ذائقہ حلوہ چاہتی ہے ۔ (یعنی میٹھی باتیں) میرا عذر قبول کرے ۔

۴۔ اگر تیری وسیع عفو مجھ سے تنگ آ گئی ہے (یعنی تو مجھے معاف کرنے سے تنگ آ گیا ہے) تو پھر
تیری عفو وسیع نہیں ۵۔ تو وہی ہے ۔ جو سخاوت سے مانوس ہو گیا ہے ۔ پس اسکے دل کیلئے سوائے سخاوت
کے اور کوئی لہو لعب (یعنی بہلاوے) کی بات نہیں ہے ۔

۶۔ تو اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ تیری تمام عزت و آبرو وافر ہوئی ہے اور مال ایسا ہے کہ گٹھلی
تک نچوڑا ہوتا ہے ۔ (یا اسکی حاجت پوری کی جاتی ہے ۔) اور لاغر اونٹ کی طرح ہوتا ہے ۔

(۳۷) اسی فضل بن ربیع کو یہ لکھنا ۔

۱۔ اے ابوالعباس ۔ میرے شکریہ کا بھلا کیا گمان ہوگا (یعنی بے انداز شکر بجا لاؤنگا) جبکہ تو مجھ
ندامت کردہ آدمی کو معاف کر دے ۔۲۔ بیشک ۔ مجھے قسم ہے اس چیز کی (یعنی زندگی کی) جس کا تو نے
مجھ سے قصد کیا تھا ۔ کہ میں ٹیڑھا تھا ۔ اور تو نے مجھے سیدھا کرنے والے (قید خانہ) کی طرف دفع کیا ۔

۳۔ تو میرے لئے شفیق بلکہ اس سے بھی زیادہ شفیق باپ کی مثل تھا ۔ بجز اس بات کے کہ تو نے
مجھے پیدا نہیں کیا تھا ۔۴۔ میں سورہ یٰسین طٰہٰ فاتحہ بلکہ کل قرآن محکم کے خدا کی قسم کھاتا ہوں
(یہ تینوں قرآن کی مشہور سورتیں ہیں) ۵۔ کہ اگر میں بڑا گنہ گار ہوں ۔ تو آخر تو بھی بڑی معافی والا ہے

۶۔ میرا ایک حرم ہے (یعنی تو خود یا اپنے گھر و اہل و عیال) پس تو مجھے وہاں سے علیحدہ نہ کرتا کہ
قرضخواہ کو جس طرح قرض واپس دیا جاتا ہے اسی طرح تو اس کو نہ دفع کرے ۔

۷۔ تو مجھ سے ایسا غافل ہے کہ گویا شہر واسط (پہلے مذکور ہو چکا ہے) کا رہنے والا ہے (یعنی بہت دور
ہے) اور یہ کہ تیرا گھر چاہ زمزم (جو کعبۃ اللہ کے پاس مشہور کنواں ہے) اور حطیم (گرا ہوا ٹکڑہ مراد رکن حطیم ہے
جو حجر اسود و مقام ابراہیمی کے مابین ہے) کے مابین ہے ۔

(۳۸) قید خانے سے رہائی پانے کے بعد اسی فضل کو لکھتا ہے

۱- تو ایسا ہے کہ تیرا آقا (یعنی خلیفہ) بغیر کسی کے مقابلہ کئے جانے کے ہے (یعنی بے مثل ہے) اور میرا بخت بھی یہی ہے۔ کہ میں بھی ایسا ہی ہو جاؤں (کہ کوئی مجھے دفع نہ کرے)

۲- اللہ ہے۔ (لفظی معنی میرا درد یعنی نیکی اللہ کیواسطے ہے۔ کلمۂ تعجب ہے) کل گذشتہ میں کیسی موت کے گرو تھا۔ میں ہلاک ہو جاتا اگر تو نہ ہوتا۔ ۳۔ تو نے مجھ پر وہ نعمت وارد کی جو مجھ پر سوائے ترے اور کوئی نہ کرتا۔

(۳۹) اسی کی طرف (رہائی کے بعد) لکھتا ہے

۱- اے خوبصورت چہرہ والے مالک اور رخسار کشیدہ کے اندر خال والے (در اصل ربہ مالکہ خانہ کو کہتے ہیں یہاں بوجہ حسن کے امین کو خوبصورت عورت سے تشبیہ دی ہے۔ گو یہ قابل اعتراض ہے)

۲- تو مجھ پر سخاوت کر خواہ وہ بچے کھچے کھانے سے ہی ہو جو بخیل آدمی بھی دیدیا کرتا ہے۔

۳- تو تھوڑا سا عطیہ ہی دیدے۔ کیونکہ تھوڑے سے ہی بہت ہو جاتا ہے

۴- اللہ تعالے اور فضل کی رائے نے مجھے بیڑیوں کے حلقوں سے خلاص کیا ہے۔

۵- اور زمانہ کی سختی سے نکالا ہے (یا اسکی ناراضگی معاف کرائی ہے) حالانکہ میں آرام و راحت سے ابو العباس [illegible] تھا

(۴۰) اپنے گھر کی طرف لکھتا ہے جبکہ اس فضل نے اسکی رہائی کا حکم دیا

۱- میں تمہارے پاس (قید خانے کی) قبر سے آتا ہوں۔ حالانکہ باقی لوگ تو وقتِ حشر (قیامت کے دن جمع ہوتا) تک قید میں ہیں (یعنی تعجب ہے کہ میں قبر سے کس طرح زندہ واپس آگیا ہوں)

۲- اگر ابو العباس نہ ہوتا۔ تو میری آنکھ اپنے بال بچوں اور مال کو نہ دیکھتی۔

۳- اللہ تعالے نے اسی کے ذریعہ سے مجھے ایسی نعمتوں کا لباس پہنا دیا ہے جنکی عظمت نے میرے شکریہ کے دونوں ہاتھوں کو مشغول کر رکھا ہے۔

۴- میں نے ان نعمتوں کو ایسے شخص سے سیکھا ہے (اور حاصل کیا ہے) جو دوسروں کو سمجھانے

والا ہے اور خوب بجھنے والا ہے۔ پس میں نے ان نعمتوں کو اپنی دس انگلیوں میں بند کر دیا ہے۔ (یعنی مضبوط کر لیا ہے۔ یا بہت دفعہ شمار کر لیا ہے یا بہت دفعہ شمار کیا ہے جیسے عقد انامل کا طریقہ مشہور ہے)

(۴۱) تمام برامکہ کی تعریف میں کہتا ہے

۱۔ بے شک برمکی خاندان والوں نے خود آداب ملوک کو سیکھا اور لوگوں کو سکھایا۔
۲۔ جب وہ پودا (سخاوت کا غالباً) گاڑتے تھے۔ تو اسکو سیراب کرتے اور جب وہ مکان بناتے تو ان کی بنیادیں ہرگز منہدم نہ ہوتیں۔ ۳۔ جب وہ مخلوق کے اندر کوئی نیکی کا کام کرتے تو وہ اس کو زمانہ دراز تک بطور لباس کے (لازم) بنا رکھتے۔ ۴۔ پس اب تو (غالباً فضل بن یحیی برمکی کو مخاطب کرتا ہے) مجھ پر کیوں عیب لگاتا ہے حالانکہ تو نے ہی اپنے بڑے بڑے پیالوں میں سے محبت و دوستی کا پیالہ پلایا ہے
۵۔ تو نے اپنے فضل و کرم سے مجھ سے انس کیا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ قطع تعلقی انس کو وحشت میں ڈالتی ہے۔

(۴۲) یحیی بن خالد بن برمک کی مدح میں کہتا ہے

۱۔ میں نے سخاوت سے سوال کیا۔ کہ آیا تو آزاد ہے۔ کہنے لگی نہیں۔ بلکہ میں تو یحیی بن خالد کی لونڈی ہوں
۲۔ اس پر میں نے کہا۔ کہ کیا یہ بطور خرید و فروخت کے ہوا ہے۔ کہنے لگی کہ نہیں بلکہ وراثت کے طور پر۔ اس نے اپنے باپ دادا سے میرا ورثہ پایا ہے۔

(۴۳) ابو نواس یحیی بن خالد کے پاس آیا تھا اس نے کہا کہ کچھ اپنے نئے (تلوار کی طرح صیقل کردہ) اشعار مجھے سنا۔ اس پر اس نے یہ فی البدیہہ کہے

۱۔ سنیے میں ایک ایسا آدمی ہوں جو فطرت ہی سے علم و ادب والا ہے۔ حکایت کرنیوالے کی حکایت (اور نقل و روایت) میرے علم کو زیادہ کرتی ہے۔ ۲۔ میں خوش طبع آدمیوں کی پیروی کیا کرتا ہوں اور انہی سے سیکھتا ہوں۔ تاکہ میں اپنے پسندیدہ آدمی (اشارہ ہے یحیی بن خالد کی طرف) کو بات بیان کروں جس سے وہ ہنس پڑے۔ اس پر یحیی نے کہا۔ کہ خدائے عظیم کی قسم۔ تیرا چقماق پہلے ہی دفعہ مارنے سے آگ دیتا ہے۔

(یعنی تو فوراً فی البدیہہ شعر کہتا ہے۔) اسپر ابونواس نے یحیی کی اس کلام کے معنی میں فی البدیہہ کہا ہے

۱۔ آگاہ ہو (یا حق بات ہے) کہ ابو علی (غالباً اپنی طرف اشارہ کرتا ہے ممکن ہے کہ یہی اسکی کنیت ہو اسکا اصلی نام تو حسن بن ہانی تھا۔ ابونواس جو اسکی کنیت ہے بیٹے کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ سر کے عجیب بالوں کے باعث) کا چقماق ایسا ہے کہ جب تو اس سے آگ نکالنا چاہے تو وہ آسانی سے دیگا۔

۲۔ میری ہمت اور عزت دوسرے سخی اور نیک لوگوں کی سخاوت اور نیکی سے انکار کرتی ہیں۔ (اور ناخوش ہوتی ہیں) وہ صرف تیری ہی مدح کو پسند کرتی ہیں۔

۳۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالے نے بوجہ اس علم کے جو اسکو اپنے لوگوں کی بابت ہے تیرے بخت کو سننے (یعنی ذکر خیر) کیلئے پیدا کیا ہے۔ اور اس کو مضبوط کیا ہے یا وہ اسکے مشابہ ہو گیا ہے۔ حکائے کئی معنی ہیں۔ یہاں اس لفظ کے پہلے قد چھپا ہوا ہے۔)

(۲۵) فضل بن یحیی بن خالد برمکی کی مدح میں کہتا ہے

۱۔ اس کا فکر یا بے فکری سے سوچنا برابر ہے۔ جبکہ امور لوگوں پر مشتبہ اور مشکل ہو جائیں۔

۲۔ وہ زمانے سے بھی رائے میں زیادہ دور اندیش ہے جسوقت کہ مشورہ لینے والے اور دینے والا ہر دو اندھے ہو جائیں۔ (یعنی مشکل حل نہ کر سکیں۔)

۳۔ اسکا ایسا سینہ ہے جسکے اندر فکر و غم (یا قصد) کو فراخی اور وسعت ہے۔ جبکہ اور سینے اس سے تنگ آ جائیں۔

(۲۶) یحیی بن خالد بن برمک کی تعریف میں کہتا ہے

یہ قصیدہ بھی کچھ فضول اور مہمل سا ہے۔ بالکل بے مطلب ہے ایک دو شعر اسکے بعد علم نجوم کو بھر دیا ہے

۱۔ میں یحیی بن خالد جو بہت ہی بخشش کرنیوالا ہے۔ کو چھوڑ کر کسی دوسرے مرد کے ماہ آستین کے پاس اسکی اطاعت کیلئے نہیں جاونگا۔ ۲۔ پس جب میں ابوالفضل یحیی کے سمندر (سخاوت والے) میں داخل ہونگا۔ تو اپنے کپڑوں سے نحوست کو دور کروں گا (چونکہ نحوست و سعادت کا اثر ستارگان کیوجہ سے مانا گیا ہے اسلئے اگلے اشعار میں ان کا ذکر کرتا ہے۔) ۳۔ ستارہ مشتری[۱] (جس کے برج حوت اور قوس ہیں۔ حوت کا تو ابھی ذکر کریگا) جب کہ وہ رات کے نور یعنی چاند اور سورج[۳] کے گھر[۲] یعنی منزل کے نزدیک ہوتا ہے۔ تو گھر کے

ہوتے (اور امور کو سر انجام کرنے) کے وقت اسکی صورت کی مانند ہے (ستارہ مشتری کو سعدِ اکبر کہتے ہیں کیونکہ سعادت میں اس کا نہایت ہی اثر ہے) ۴۔ ستارہ زادشبس (یہ لفظ لغت میں مجھے نہیں ملا۔ غالباً ستارہ ہی ہوگا۔ واللہ اعلم) جب وہ برج حوت کے آگے آگے چلتا ہے۔ اور نیز چاند جب وہ (اپنے برج سرطان میں ٹھیرنے کیلئے) گرتا ہے تجھ سے زیادہ سخی نہیں ہے۔ (ان سیاروں کا بھی سعادت میں بہت دخل ہے)

۵۔ یہ تجھ سے بدیں وجہ سخی نہیں ہے۔ کہ لوگوں کے دل نہایت ہی بخیل ہیں۔ اور دود کو دیتے ہیں (سخاوت کرنے میں) کمی کرتے ہیں۔ (لیکن تو ایسا نہیں ہے)

۶۔ نہ ہی بہرام (یہ ستارہ مریخ کا چرخ ہے۔ سرخ رنگ کا فلک پنجم میں ہے۔ برج عقرب جسکا ذکر آگے آتا ہے۔ اس کا گھر ہے۔ لڑائیوں وقتل وخون کرانے میں اس کی تاثیر مانی گئی ہے۔) جسکو برج عقرب رات کے وقت اٹھائے ہوئے ہے۔ اور وہ حساب نجوم میں نگاہ بوکھتا ہے۔ لڑائیوں میں تجھ سے زیادہ چلنے والا (اور لڑنے والا ہے) اور نہ گردن مارنے کیوقت لوگوں کی آنکھوں میں وہ زیادہ ہولناک ہے

(۴۷) فضل بن ربیع کی مدح میں کہتا ہے اور اس سے معافی چاہتا ہے

۱۔ مجھے معاف کردے میں گناہوں سے نادم ہوں اور انکار سے اقرار کیطرف لوٹ آیا ہوں۔

۲۔ اب تو بہت قریب ہی سے تیری معافی کا طلبگار ہوں جیسے میں دور سے تیرے غصے سے (بچنے کیلئے) معافی طلب کیا کرتا تھا۔ ۳۔ اگر تونے مجھے سزا دی ہے تو یہ بسبب میرے فعل بد کے ہے پھر بھی تونے قیدی جیسی سزا دینے میں ظلم نہیں کیا۔

۴۔ اگر تو معاف کردے تو یہ تیرا نیا احسان ہے جس کی طرف میں تازہ شکریہ سے سبقت لے جاونگا۔

(۴۸) یہ بھی اسی کے حق میں کہا

۱۔ اے (اس سے پہلے) مجھ پر راضی ہونے اور سخاوت پر غصہ کرنے والے تو مجھ سے نہ ہی راضی ہوا حالانکہ میں تجھ پر تکیہ دھرے ہوئے تیرے نزدیک ہوا۔ ۲۔ بلکہ تو میرے لیے بشاشت وخوشنودی ظاہر کرکے ایسا چھپ گیا جیسے آگ عود کی لکڑی میں (یا انگیٹھی میں جس کے اندر عود جلاتے ہیں یا سجیان وغیرہ) حالانکہ تیرا بشرہ اور چہرہ خوش ہوا کرتا تھا۔

(۴۹) اسی فضل بن ربیع کی مدح میں کہتا ہے اور اپنے گناہ سے بیزاری ظاہر کرتا ہے

۱۔ اے فضل بن ربیع تو نے ہی مجھے طریقہ عبادت سکھایا اور اس کا عادی بنایا۔ اور حق یہ ہے کہ نیکی و عبادت تو صرف عادت ہی کا نام ہے۔ (یعنی عادت سے ہی آدمی عابد بن جاتا ہے۔)

۲۔ پس میری برائی رُک گئی ہے۔ اور جہالت کم ہو گئی (یا ختم ہو چکی ہے) اور میں نے (الٹے بدلے) پاکی اور پرہیزگاری اختیار کی ہے۔ ۳۔ اگر تو آج کل مجھے دیکھے تو میری وجہ سے تو امام حسن بصری کو حالت عبادت میں یا امام قتادہ رح کو پائیگا (امام حسن بصری مشہور تابعی ہیں جلیل القدر محدث تھے حضرت علیؓ کے شاگرد تھے تصوف کی ابتدا زیادہ تر انہی سے ہے اکثر سلسلے بزرگوں کے انہی تک جاتے ہیں۔ سن وفات ۱۱۰ھ امام قتادہ رح بھی ان کے ہمعصر تھے بڑے فقیہ تھے روایت و درایت کے امام ہیں۔ یہ بھی بصرہ کے تھے سن وفات ۱۱۷ھ) ۴۔ یہ میری حاجت تو بوجہ اس عاجزی کے دیکھتا جس کو میں نے اپنی زینت بنایا ہے۔ بوجہ لاغری جسم اور ایسی زردی کے جو مکڑی کی طرح ہے۔

۵۔ میرے بازو میں تو تسبیح ہے سینے پر قرآن پاک ہے جہاں پہلے قلادہ یعنی ہار (مراد سونے کی زنجیر) تھا

۶۔ اگر تو چاہے کہ کوئی طرفہ بات دیکھے جس سے تو متعجب ہو اور وہ بات ملاحت (یعنی خوش طبعی) اور فاعدے والی ہو۔ ۷۔ تو خدا کرے کہ تو کبھی زایل نہ ہو (یہ درمیان میں دعائیہ فقرہ رکھدیا ہے) مجھ جیسے آدمی کی یعنی میری دعوت کر اور سجادہ (یعنی مصلّٰی یا خود سجدہ) کی جگہ کو خوب تاڑ۔

۸۔ تو نماز کا اثر میرے چہرے میں دیکھیگا (جسے عرف عام میں محراب کہتے ہیں) جو تیرے دل کو یقین دلائیگا کہ یہ عبادت ہی سے ہے۔ ۹۔ اگر کوئی ریاکار (یعنی دکھانے کیلئے عبادت کرنے والا) کسی دن دیکھ لے تو اسے خرید لیگا۔ اور اسکو مقام شہادت سے شمار کریگا۔

۱۰۔ فی الواقع میں بہت دیر تک شقاوت میں رہا۔ لیکن آخرکار تیرے ہاتھوں پر سعادت نے مجھے پکڑ لیا

انتخاب از دیوان سقط الزند مصنفہ ابو العلاء المعری

۱۔ یہ قصیدہ ابو العلاء احمد بن عبد اللہ بن سلیمان مدح کے بارے میں کہتا ہے۔ لیکن خود وہ طویل اللسان کے زمرہ میں سے نہیں تھا۔ (جیسے عام شاعر لوگ ہوتے ہیں) اس کا وزن بحر وافر ضرب اول کی ہے اور قافیہ متواتر ہے

نوٹ - چونکہ اس انتخاب میں ہر قصیدہ کے اول میں اس کا بحر و قافیہ دیا گیا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ جس قدر بحر مع ضروب و اقسام قافیہ یہاں بیان ہوئے ہیں۔ ان کا ذکر یکجا کر دیا جائے۔ گو چند ایک بحروں کا وزن کتاب العروض میں لکھ دیا گیا ہے۔ سو واضح ہو کہ بحر تو یہاں چھ آئے ہیں وافر (ضرب اول) بسیط (ضرب اول) خفیف (ضرب اول) کامل (ضرب اول) طویل (ضرب اول دوم و سوم) رجز (ضرب اول) اور قافیہ کے تین اقسام آئے ہیں۔ متواتر۔ متراکب و متدارک۔ (ضرب شعر کے اخیر جزو کو کہتے ہیں۔ (جیسے مفاعلن یا مفاعلتن وغیرہ)

(۱) وزن بحر وافر (ضرب اول) = مفاعلتن چھ دفعہ (گاہے مفاعلتن بروزن مفاعیلن ہو جائیگا)

(۲) " بسیط " = مستفعلن فاعلن ۴ دفعہ (گاہے مستفعلن بروزن مفاعلن اور فاعلن بروزن فعلن یا فعلن ہو جائیگا)

(۳) " خفیف " = فاعلاتن مستفع لن فاعلاتن دو دفعہ (گاہے فاعلاتن بروزن فعلن اور مستفع لن ہمیشہ مفاعلن بن جائیگا۔)

(۴) " کامل " = متفاعلن چھ دفعہ (گاہے مُتفاعلن بروزن مستفعلن ہو جائیگا)

(۵) " طویل (ضرب اول) = فعولن مفاعیلن چار دفعہ۔

" " (ضرب دوم) فعولن مفاعیلن " (یہاں ضرب میں مفاعیلن بروزن مفاعلن بن جائیگا)

" " (ضرب سوم) = " " (یہاں ضرب میں مفاعیلن فعولن بن جائیگا)

(۶) " رجز (ضرب اول) = مستفعلن چھ دفعہ (یہاں گاہے مستفعلن مفاعلن یا متفعلن بن جائیگا)

قافیہ شعر کے اخیر کے ہم وزن الفاظ میں جو حروف مشترک ہوں مع اول حرف مشترک کے ماقبل حرکت کے ان کو قافیہ کہتے ہیں۔ جیسے کامل و کاہل میں حرف ا م اور کسرہ ماقبل یا کامل و عامل میں ا م ل و فتحہ ماقبل وغیرہ)

۱۔ متواتر: وہ قافیہ ہے جس کے دو ساکنوں کے درمیان یک حرف متحرک ہو جیسے حالا و مالا پہلے و پچھلے حرف کے درمیان لام متحرک ہے۔ صفحہ ۲۲۷۔

۲۔ متراکب: وہ قافیہ ہے جس کے دو ساکنوں کے درمیان تین حرف متحرک ہوں جیسے رافدالسَّمَرُ (جو دراصل رافدالسمری ہے) اور علی الشَّہَرُ (جو دراصل علی الشہری ہے) صفحہ ۲۳۲۔

۳۔ متدارک: وہ قافیہ ہے جس کے دو ساکنوں میں دو متحرک ہوں جیسے مُخْتَم و تکرم صفحہ ۲۴۷

۱۔ (اپنے آپ کو کہتا ہے) کیا تو جوان اونٹنیوں کے تیز دوڑانے سے تو نے اپنی حالت کو کھو ڈالا اور دور کردیا ہے۔ اور تاریکی سے مال طلب کرتا ہے (یعنی شب تاریک میں تو کسی صاحب سخاوت سے مال طلب کرنے کیلئے اپنی اونٹنی کو دوڑاتا ہے۔ اور اتنی تکلیف سفر برداشت کرتا ہے۔ یہ صرف تیرا بیہودہ خیال ہے کیونکہ رزق مقدر چیز ہے)

۲۔ اس تاریکی کے ستاروں کو تو نے اس تاریکی پر (یعنی جو ستارے شب تاریک میں روشن ہیں انکو) بڑے بڑے موتی خیال کئے ہیں۔ بھلا کیوں نہ ان کو مشعل کا بلبلہ گمان کیا (یعنی ان ستاروں کو قیمتی موتی گمان کرکے تو گویا ساری رات ان کی امید میں سفر کرتا ہے۔ کیوں نہ ایسا کرتا کہ ان کو بتیاں شمار کرلیتا۔ تاکہ سفر کرنے سے باز آجاتا۔ کیونکہ یہ بے قیمت اور حقیر چیزیں ہیں)

۳۔ اور کیوں نہ تو کہتا کہ صاف میدان میں جو سورج چمک رہا ہے وہ سونا ہے (بوجہ اسکے کہ اسکی زرد شعاع اسکے مشابہ ہے) اس بارے میں تیرا حال اس آدمی کا سا ہے جس نے بطور تخیل کے کسی چیز کا خیال کیا اور پھر اس کو (دل میں جگہ دیکر) سچا گمان کیا۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح تو نے ستاروں کو موتی شمار کیا ہے۔ بوجہ ان کی مشابہت کے اسی طرح یہاں بھی ایسا گمان باطل رکھتا ہے۔

۴۔ اسی طرح جسوقت تو نے سراب بیابان ریگ پر پھیلے ہوئے تھا۔ کو دیکھا۔ تو اس میں گھلی ہوئی چاندی کا طمع کیا۔ یعنی چونکہ ان دو میں مشابہت تھی اسلئے تو نے سفر کی تکلیف برداشت کرکے اس کے اکٹھا کرنے کا قصد کیا۔ ۵۔ (اب اپنے نفس سے ہٹکر اونٹنی سے مخاطب ہوتا ہے۔) اے اونٹنی لیلد لتعالے تجھ پر ایسے قحط کے سال پھینکے (اور وارد کرے) جو درندے کی طرح لمبے دانتوں والے یعنی شدید ہوں اور وہ تیرے بچوں کو ماردیں (اونٹنی پر یہ بددعا اس لئے کی ہے کہ وہ سفر کا ذریعہ ہے۔ جس سفر کی وجہ سے ندامت اٹھانی پڑی ہے)

۶۔ کیوں تو نے ہماری اکثر بار نقل مکانی کرائی (آگے اس بددعا و ملامت پر اس کا عذر بیان کرتا ہے) لیکن کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ چھوٹے چھوٹے زیادہ روشن ستارے (زہرہ عطارد۔ قمر جو تمام ستاروں میں زیادہ تیز ہیں۔ کیونکہ قمر اپنے فلک کو ایک ماہ میں قطع کرلیتا ہے برخلاف زحل کے کہ تیس سال میں کرتا ہے) نقل مکانی اور تیز روی میں زیادہ ہوتے ہیں۔ (اور یہ جوان اونٹنی بھی ان کے مشابہ ہے اسلئے یہ کیوں نہ تیز جائے)

۷۔ مقام ثندگی سے تیر ثویۃ کو یاد کرنا محض گمراہی اور بے عقلی ہے (ثویۃ کوفہ میں ایک موضع ہے جہاں امام موسٰے اشعری رض کی قبر ہے اور ثندگی شام میں موضع ہے۔ ان ہر دو مواضع کے بین بہت

فاصلہ ہے ندی سے مراد خود اپنا وطن معرۃ النعمان ہے۔ اور کوفہ و بغداد چونکہ اس وقت بڑے علمی و شاہی مرکز تھے۔ لہذا اس کا ذکر کیا ہے۔ آگے بطور استدراک کے کہتا ہے۔) لیکن نہیں تو اس نے یاد آوری اور سفر سے کوئی گمراہی اور بے عقلی کا ارادہ نہیں کیا۔ (کیونکہ تیرے اندر تو عقل ہی نہیں پھر گمراہی اور ہدایت کا نام لینا ہی نازیبا ہے جیسے آگے کہتا ہے۔)

۸۔ اگر سواریوں کو کوئی عقل ہوتا (تو اے مخاطب) تیرے بخت کی قسم ہم ان کو رسی سے نہ باندھ سکتے (اور اپنے سفر نہ کر سکتے۔ بلکہ یہ ہمارا ان کو مسخر کر لینا بوجہ ان کی طبعی خلقت کے ہے)

۹۔ اور حال یہ ہے کہ میرا کوچ ہمیشہ پے درپے رہتا ہے گویا ان سواریوں کے ذریعہ سے میں دنیا سے علیحدہ ہونا چاہتا ہوں۔ ۱۰۔ انہوں نے (جبکہ میں نے بار بار سفر کیلئے ان کو تکلیف دی) پوچھا (کہاں جاتے ہو) میں نے کہا کہ ہمارا مقصد باسعادت ہے جس سے اس امیر (سعید نام یا باسعادت) کے نام کی انہوں نے نیک فال نکالی (مقصد نا سعید سے مراد یہ ہو سکتا ہے کہ جسکے پاس ہم قصد کر کے جا رہے ہیں اس کا نام سعید ہے۔ ۱۱۔ وہ ممدوح اپنے گھوڑوں کو دشمنوں کے شکار کیلئے تکلیف دیتا ہے اور لمبے لچکدار نیزوں کو اپنے ارد گرد بطور بیشۂ شیر کے بناتا ہے۔

۱۲۔ قریب ہے کہ اسکی کمانیں بغیر اسکے کہ کوئی ان کا کھینچنے والا (یعنی تیر انداز) ہو ان دشمنوں کے دلوں میں بیکانہائے تیر کو جا بٹھائیں۔ (یعنی وہ نہایت ہی باسعادت آدمی ہے۔ اور تقدیر اسکے موافق ہے۔)

۱۳۔ اسی طرح قریب ہے کہ اسکی تلواریں بغیر اسکے کہ وہ نیاموں سے باہر کھینچی جائیں۔ ایسی طرح زور سے کام کریں کہ ان دشمنوں کی گردنوں میں جا لگیں۔

۱۴۔ ویسا ہی قریب ہے کہ اسکے سبقت کرنیوالے گھوڑے جو اسکو اٹھائے ہوئے ہیں تقدیر (کے حوادث) سے بے پروا کر دیں۔ جس سے وہ اپنی مہنگ صیانت (جسکی حفاظت مطلوب ہے) جو حرمت سے محفوظ رہ سکے۔

۱۵۔ وہ گھوڑے (جو خالص عربی نسل کے ہیں اور نہایت تیز ہیں) ہر ایک بے آب و گیاہ میدان میں شترمرغوں کے پاس نشو و نما پاتے رہے ہیں۔ اس لئے انکے بچے ان شترمرغوں کے بچوں سے مالوف ہو گئے ہیں (چٹیل میدان کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ شترمرغ ہمیشہ وہاں ہی ہوتا ہے۔)

۱۶۔ اب چونکہ حیوانات میں سے کوئی بھی ان سے سبقت نہیں لیجاتا۔ تو وہ اپنے سایوں سے ہی سبقت لیجاتے ہیں۔ (یعنی سرعت رفتار میں انکے سائے چونکہ ہر وقت ان سے لازم رہتے ہیں۔ ان کی مثل بن گئے ہیں)

۱۷۔ تو ان کے پہلو یا گردن کو دیکھیگا کہ وہ سفید رنگ کا پسینہ بہاتے ہیں۔ اور یہ بازوؤں کے باہر کے بالوں کی طرح ہوتا ہے جو (اڑتے وقت سفید رنگ کے پر اڑاتا ہے اور پھینکتا ہے۔

۱۸۔ گویا ان کی لگاموں کے لوہے کے دندانے بوجہ اس غصہ کی آگ کے جو وہ ممدوح کے دشمنوں سے رکھتے ہیں پگھل گئے ہیں۔ پس وہ ان کے لعاب دہن سے مل گئے ہیں۔

۱۹۔ وہ گھوڑے نافرمانبرداروں (یعنی ممدوح کے دشمنوں) کو خالص یتیمی کا مزا چکھاتے ہیں اگر وہ ان دشتی اور ہرنوں کے بچوں کو چھوڑ دیتے ہیں (یعنی وہ گھوڑے ہرنوں اور گاوؤں وغیرہ کا شکار نہیں کرتے بلکہ دشمنوں کا شکار کرتے ہیں۔ اور سوائے بچوں کے ان کے والدین واقارب تمام کو مار ڈالتے ہیں جس سے وہ یتیم رہ جاتے ہیں)۔ ۲۰۔ پس وہ گھوڑے گاوان دشتی کے گلوں کا شکار نہیں کرتے۔ بلکہ گھوڑوں (یعنی انکے سواروں) کے بڑے بڑے گروہوں کا شکار کرتے ہیں۔ (مقنب اور رعلہ قریباً ہم معنی ہیں۔ تیس سے چالیس تک گھوڑوں کے گلّے کو کہتے ہیں۔) ۲۱۔ وہ گھوڑے نارپستان عورتوں کو ننگے منہ (حسرت و ماتم کرنے والا کر دیتے ہیں۔ (کیونکہ ان کے خاوند و دیگر سب مردوں کو مار ڈالتے ہیں) اور دشمنوں سے جو شخص کوئی چیز ان سے مانگے۔ وہ (بوجہ کمزوری و ذلت کے) اس کو دے ڈالتی ہیں۔

۲۲۔ وہ عورتیں اپنے بزرگ آباو اجداد کی میراث (یعنی ہتھیار وغیرہ) کو بیچ ڈالتی ہیں۔ (کیونکہ ان کے استعمال کنندہ مر گئے ہیں۔ اور یہ خود استعمال نہیں کر سکتیں) اور انکے بدلے جھانجھر یا زینت والے برقعے اور پردے خریدتی ہیں۔ ۲۳۔ وہ (بوجہ کثرت خرید کے) قمیصوں اور بالوں کی مانگ نکالنے والے آلوں کو گراں کر دیتی ہیں اور (بوجہ کثرت فروخت کے) تلواروں اور نیزوں کے پیکانوں کو ارزاں۔

۲۴۔ وہ جوانمرد ممدوح ان گھوڑوں کے باعث چٹیل میدانوں اور صاف جنگلوں کو تھکا دیتا ہے لیکن اسکی اپنی ہمت اور ملال اور تھکان سے بے خوف ہے۔

۲۵۔ وہ ایسا تیز دل یعنی عقل والا ہے کہ ان گھوڑوں کو جنگی جل اس نے (لڑائی سے باہر دقتوں میں) ریشم سے بنائی تھی اب جنگ میں انکے بدلے خالص خون سے خضاب لگاتا ہے (یعنی خون آلودہ کرتا ہے)

۲۶۔ جب وہ چابک (جو آلات حرب میں سے ایک ضعیف ہتھیار ہے) کے ذریعے سے کسی علاقے کو امان دیتا ہے تو وہ راست کردہ اور پیاسے نیزوں سے بے خوف ہو جاتا ہے (راست کردہ نیزے قوی و طویل ہوتے ہیں)

۲۷۔ جب آسمان زمین کو ایک ڈول بھرے (یعنی تھوڑے سے) پانی سے سیراب کرتا ہے۔ تو وہ اپنی ارندہ

تلواروں (کے خون) کے کئی ڈولوں سے سیراب کرتا ہے۔

۲۸۔ وہ روزانہ چاشت اس حالت میں کرتا ہے کہ ہتھیار کامل طور سے (یا شوکت کیساتھ) اس پر ہوتے ہیں۔ اور اس کی ہیبت اس کو اس بات سے کافی ہوتی ہے۔ کہ کوئی جنگ کیلئے (لڑنے کو) بلائے (مطلب یہ ہے کہ باوجود ہیبت کے جس سے اس کو ہتھیاروں کی حاجت نہیں ہوتی پھر بھی ہمیشہ ان کا پہنے رکھنا پسند کرتا ہے) ۲۹۔ اپنی زرہ وہ جس کو پہنے رکھتا ہے یمنی تلوار جو ہر وقت اسکے ساتھ رہتی ہے اور ردینہ عورت کا نیزہ جو اس کے ساتھ بندھا رہتا ہے ان چیزوں کو (بوجہ کثرت استعمال کے) فنا کر دیتا ہے۔

۳۰۔ وہ ساری رات بیداری میں (بوجہ لشکر کشی کے) گزارتا ہے اور رات اپنے پروردگار سے گڑگڑا کر صبح کی روشنی کیلئے دعا کرتی ہے (تا کہ جلدی اس سے خلاصی ہو۔)

۳۱۔ جب بہت دیر تک اٹھائے رہنے کی وجہ سے ان کا دائیں ہاتھ اسکی ہندی تلوار سے تھک جاتا ہے تو وہ اسکو بائیں ہاتھ کی طرف بدل دیتا ہے۔ (بوجہ محبت کے اسے چھوڑتا ہرگز نہیں)

۳۲۔ اس نے تیز دھاروں والی تلواروں کو اپنے عزم وقصد کی روشنی سے فائدہ (اور تاثیر) پہنچایا ہے پس وہی روشنی ان تلواروں کے جوہر پر بطور صیقل کے ہو گئی ہے۔ (یعنی اس کے عزم کا نور تلواروں میں بصورت صیقل کے اتر گیا ہے پس تلواریں بھی اسکے عزم بالجزم کی مانند قطع و برید کرتی ہیں)

۳۳۔ لچکدار نیزوں نے جو اس سے عدل کا معائنہ کیا۔ تو (پیکان کے سوا) ان کی لکڑیوں میں بھی اعتدال واستقامت والا بن گیا۔ ۳۴۔ کئی ایک ایسی راتیں ہیں جو (بوجہ ہول وشدت طول) سر کی دونوں طرفوں کو بڑھاپے سے بھر دیتی ہیں۔ (یعنی انسان کو بوڑھا کر دیتی ہیں) لیکن صحرا کو خال جیسا (یہ باعث شدت ظلمت) بنا دیتی ہیں۔ (یعنی ان کا عجیب فعل ہے کہ ایک طرف سے تو سفیدی اور دوسری طرف سے سیاہی پیدا کرتی ہیں)

۳۵۔ ایسی ایک رات میں ہم نے ارادہ کیا تھا۔ کہ ایک گاو دشتی (یعنی اپنی محبوبہ) کا شکار کریں۔ (اور اس کی زیارت کریں) لیکن اس نے اپنی رسیوں اور جالوں کو توڑ دیا۔ (غرض یہ ہے کہ میں ایسی ایک رات میں سویا ہوا تھا۔ اور خواب میں محبوبہ کا خیال پھر رہا تھا لیکن اس وقت اپنے گھوڑے کی ہنہناہٹ سے جاگ اٹھا۔ اور وہ خیال چلا گیا۔ نیند اور خیال محبوبہ کو حبالہ وحبائل سے تشبیہ دی اور ان کے چلے جانے کو ان کے قطع کرنے سے۔ تفصیل آگے آتی ہے۔)

٣٦۔ میرا گھوڑے نے اس پھیرنے والے خیال کی چغلخوری کی (یعنی جھٹ اسی وقت جبکہ میں خواب دیکھ رہا تھا۔ وہ ہنہنایا۔ گو اس کی صداقت میں مبالغہ کرتا ہے۔ کہ اسکو یہ حال مکشوف ہو گیا تھا۔) پس اس نے ہمیں زیارت اور وصال سے باز رکھا۔ ٣٧۔ اس نے اپنی ہنہناہٹ سے سواروں (یا قافلہ والوں کو) جگا دیا۔ یہاں تک کہ ہم نے اسکی ہنہناہٹ کو لوگوں کی نیل و فال گمان کیا (جو وہ ہمارے بارے میں کر رہے تھے)

٣٨۔ اگر یہ اعوج (بنی ہلال کا مشہور سانڈ تھا نذر ہو چکا ہے) نسل کا گھوڑا ہمارے اس خیال پر لوٹ مار نہ کرتا۔ تو وہ سورج اور ہرنی کے بچے (یعنی خیال محبوبہ جو حسن میں ان کی مانند تھی) کا ساری رات مشاہدہ کرتا رہتا

٣٩۔ (اب کہتا ہے کہ گھوڑے کی ایسی ہی عادت ہوا کرتی ہے کہ) وہ جسوقت کہ خیال محبوبہ ہمارے نزدیک آتا ہے تو اسکی زیارت کا احساس کرتا ہے۔ ازاں بعد اس خیال کی ملاقات کے (پرسش حال) سے ہمیں روک دیتا ہے۔

٤٠۔ معرۃ النعمان کی طرف سے رات کے کچھ حصہ گزرنے کے بعد بجلی چمکتی ہوئی آئی پس اس نے مقام آمہ (جہاں یہ شاعر ٹھیرا ہوا ہے) (تک پہنچ کر ہمیں) رات گذری اور وہ (مسافت بعیدہ کی) تھکان کی شکایت بیان کرتی تھی۔ (مطلب یہ ہے کہ جب میں مقام آمہ میں تھا تو اپنے گھر سے ایک بجلی دیکھی جو وہاں تک آپہنچی)

٤١۔ اس نے ہمارے قافلے گھوڑے اور اونٹوں کو غمگین کر دیا۔ اور اس سے بھی وہ غم واندہ میں زیادہ ہو گئی یہاں تک کہ قریب تھا کہ ہمارے کجاووں کو (جو بالکل بے حس و حرکت تھے) بھی غم میں ڈال دے (اپنے وطن کی طرف کا شوق ظاہر کرتا ہے۔)

٤٢۔ (اب اس شوق کا عذر پیش کرتا ہے۔) کیوں نہ ہو کیونکہ وہاں معرہ ہی میں ان لوگوں کے گھوڑوں کے بچے رہے۔ وہ خود وہاں بے ریش و جوان تھے۔ اور انکے اسوقت کے نوجوان اونٹ وہاں چھوٹے چھوٹے بچے تھے

٤٣۔ سچ ہے جو شخص گردشہائے ایام کے ساتھ رہے۔ وہ اسکو دوستوں کے ساتھ مکر و فریب اور قول محال سکھا دیتی ہیں (یعنی امور عجیبہ دکھاتی ہیں۔ جیسے ان گھوڑوں اور اونٹوں کو جو محض بے عقل ہیں۔ گویہ سکھا دیا کہ یہ بھی ہمارے وطن سے آرہی ہے اور امر غیر مالوف ہے مکر و فریب سے مراد کسی امر متعاد سے برعکس کام ہے)

٤٤۔ اور وہ گردشیں اس انسان پر احوال کو شدائد کی صورت میں متغیر کر دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ اسکو مثل ذرہ یا چیونٹی کے (کمزور) بنا دیتی ہیں۔ جو پہاڑوں کو اٹھائے ہوئے ہوں (جو اسکے لئے ناممکن ہے) دوسرے مصرع کا در اصل ترجمہ یہ ہے کہ اس انسان کو ذرہ بنا کر دکھاتی ہیں۔ جو پہاڑوں کو اٹھائے۔

٤٥۔ کاش لوگوں کی جوانی بڑھاپا ہو جاتا اور ان کا بچپن ادھیڑ عمر (٣٢ سے ٥٠ سال تک) ہوتا (یعنی انکو

ان حوادث کے برداشت کرنے سے تجربہ اور عقل زیادہ ہو)

۴۶۔ اب اپنے حوادث کا ذکر کرتا ہے) ہم موضع بدیہ (در شام) میں حصین وحصن نامی آدمیوں کی صحبت میں رہے۔ (لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ) وہ آدمی برا ہے جو لوگوں کی صحبت میں رہا ہے (غرض یہ کہ ہمیں ان دو آدمیوں کے قرب جوار سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا)

۴۷۔ جب دوسرے لوگوں کے مہمان خالص دودھ سے سیراب کئے جاتے تھے تو یہ لوگ (مراد ان دو موصوں سے ہے) اپنے مہمانوں کو بس ٹھنڈے اور شیریں پانی سے ہی (بغیر کھانا کھائے) سیراب کر دیتے تھے

۴۸۔ لیکن مقامات عواصم (حلب اور حماۃ کے مابین چند قلعے ہیں) میں عدی قوم کا ایک امیر (جس کا ذکر پہلے آچکا ہے) رہتا ہے جو ہمیں سوال کی تکلیف ہی نہیں دیتا۔ (بلکہ قبل سوال عطا کر دیتا ہے)

۴۹۔ جب پروین ستارے مغرب میں غائب ہوتے ہیں۔ (یا اپنی غروب کی جگہ میں گم ہوتے ہیں) تو ممدوح کے نیزوں کے ناگہان حملے اور ہلاکت سے ڈرتے ہیں (مطلب یہ کہ اسکی ہیبت وقدرت سے ہر ایک چیز ڈرتی ہے حتیٰ کہ ستارے بھی)

۵۰۔ اگر چاشت کے وقت کا سورج (یعنی نہایت ہی روشن) قادر ہوتا۔ تو (ممدوح کی محبت کی وجہ سے) جب وقت وہ اپنا زوال و غروب ہوتا دیکھتا۔ تو پھر مشرق کی طرف لوٹ کر نکلتا۔

۵۱۔ پس (اے مخاطب) تو اس آدمی کو جو دشمنوں کے اوپر (انکو پامال کرنے کیلئے) اپنا گھوڑا جولانی دیکر دوڑاتا ہے جبکہ وہ گھوڑا زمین میں اپنا رستہ نہیں پاتا (بادشاہ سواری کی دانائی کا وصف بیان کرتا ہے۔)

۵۲۔ تو ہمیشہ اپنے عمدہ گھوڑے کو بڑے اہم امور کی طرف تکلیف دیتا ہے۔ پس وہ گھوڑا اپنی چاروں ٹانگوں کو عجلت کے ساتھ (دوڑنے کی) تکلیف دیتا ہے۔

۵۳۔ اس گھوڑے کی رفتار ایسے زبرجد پتھر جیسے (سبزی مائل وسخت) اسم کو ذلیل وخوار کر دیتی ہے اور حق یہ ہے کہ زبرجد جیسے قیمتی جوہر کو ذلیل کرنا ٹھیک نہیں ہے)

۵۴۔ کبھی بھی وہ زبرجد سا سُم عقیق جیسا سرخ بن جاتا ہے جبکہ اس گھوڑے کو لیکر وہ امیر لڑائی میں جائے (یعنی قتل اعدا کے باعث اسے خون آلودہ کرتا ہے)

۵۵۔ وہ گھوڑا اپنے پاؤں کے لحاظ سے درجہ جیسے قدیم سانڈ سے زیادہ خفیف الحرکت و تیز ہے اور باقی تمام اعلے گھوڑوں سے باپ و ماموں (یعنی پدری و مادری نسب) کے لحاظ سے زیادہ شریف ہے۔

۵۶۔ حسین و باحیا عورت کے سر میں جو گیسو ہوتے ہیں۔ وہ سب چاہتے ہیں کہ وہ اس گھوڑے کیلئے بٹ کر

بطور زیور کے ہوں۔ (شکل ڈیبے ایک موتیوں کا زیور ہوتا ہے جو عورتیں کانوں میں پہنتی ہیں مراد یہ ہے۔ کہ گیسو اپنے آپ کو ایسے شریف واصیل گھوڑے سے مشرف کریں)

۵۷۔ اسی طرح سونا چاہتا ہے کہ کاش وہ لوہا بن جائے جبکہ اس گھوڑے کو نعل باندھے جائیں۔

۵۸۔ اے ممدوح جب بادل نے علاقوں کو بارش سے سیراب نہیں کیا۔ تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اسکو تیرے ہاتھ پر توکل واعتماد ہے۔ (یعنی تو ہی اسکی طرف سے لوگوں کے لئے کافی ہوگا۔)

۵۹۔ اگر ہوائیں مغرب کی طرف چلیں اور تو ان کو تنبیہ کرے۔ تو وہ شمال کی طرف چلنے لگتی ہیں۔

۶۰۔ میں قسم کھاتا ہوں۔ کہ اگر تو کوہ ثبیر (مکہ میں ہے۔ کئی بار مذکور ہو چکا ہے) پر غضبناک ہو۔ تو وہ اپنی جگہ سے پورے عزم کیساتھ کوچ کر جائے

۶۱۔ اگر تیری برندہ تلواریں (دشمنوں کی) گردنوں کی عاشق ہیں۔ تو وہ ہمیشہ اس آدمی کے وصال میں ہیں جسکی وہ عاشق ہیں۔ (مطلب یہ کہ ان کی گردنیں ان تلواروں کے لئے بطور نیاموں کے ہیں۔)

۶۲۔ اگر اس تیری تلوار میں یہ دبلاپن (جو عاشق میں ہوتا ہے تلوار کا دبلاپن اس کی دھار کا پتلا ہونا ہے جو اعلےٰ صفت ہے) نہ ہوتا تو ہم البتہ کہتے۔ کہ اس نے اپنا یہ رنج وغم (اور دبلاپن) یونہی جھوٹے اور بناوٹی طور پر ظاہر کیا ہے (گویا اس شعر میں پچھلی بات کی دلیل ہے۔ کہ یہ تلواریں واقعی عاشق ہیں)

۶۳۔ یہ تلوار آگ کی پیدا کی ہوئی ہے۔ اور دقیق ورقیق ہے (یعنی دھار پتلی رکھتی ہے) گویا اسکے باپ نے سل (یا تپ دق جس سے انسان نہایت ہی پتلا ہو جاتا ہے) کی بیماری اسکو ورثے میں دی ہے

۶۴۔ یہ تلوار مزین چادر والی ہے (یعنی نیام والی ہے جو چاندی سے آراستہ ہے۔ اور جس کے نیچے چاندی کا نعل ہے) جس کو تو ایسا گمان کریگا کہ رات کے ستاروں کی اس نے چادر پہنی ہوئی ہے اور ہلال کو نعل بنایا ہوا ہے۔ ۶۵۔ وہ اپنے پھل کو دو متضاد طرفوں میں قائم رکھتی ہے (یعنی پانی جیسی چمک اور آگ جیسی شعاع) لیکن یہ فرق ہم شکل اور مشابہ ہے (کیونکہ دونوں میں اجتماع ہے)

۶۶۔ اسکے اوپر تو رقیق پانی دیکھیگا۔ اور اس کے اندر ایک آگ کا شعلہ (پچھلے شعر کی تفسیر ہے)

۶۷۔ اسکی دونوں دھاریں مشرقی (یمن میں اونچی اٹھی ہوئی پستان ہیں۔ ان کی طرف منسوب) تلوار کی دو زبانیں ہیں وہ فی البدیہہ موت کے عجائب اقوال بیان کرتی ہے۔ (یعنی فوراً قتل کرتی ہے۔

۶۸۔ جب امیر اس حالت میں دیکھا جاتا ہے کہ اس نے وہ تلوار کھینچی ہوئی ہے تو یہ گمان کیا جاتا ہے۔ کہ جو

آسمان کے اوپر کے حصے میں سراب ہی سراب ہے (جو تلوار کی چمک سے پوری مشابہت رکھتا ہے)

۶۹۔ (اب کہتا ہے کہ نہیں یہ وہم ہے بلکہ) اس کے اوپر تو سرخ اور شدید موتیں آہستہ سے چلی ہیں لیکن بعد اس کے کہ وہ چیونٹیوں کی صورت میں مسخ ہو گئی ہیں۔ (شاعر لوگ عام طور پر تلوار کے اندر کے جوہر کو چیونٹی کی چال سے تشبیہ دیتے ہیں۔ گویا چیونٹی اس کی سطح پر چلی ہے اور اپنے پاؤں کے نشان وہاں چھوڑ گئی ہے۔ جن سے وہ جوہر مشابہ ہے)

۷۰۔ اس تلوار کا رعب ہر ایک برہنہ تلوار کو پگھلا ڈالتا ہے اگر اس دوسری تلوار کا نیام نہ ہوتا جو اسکو اپنے اندر بند کئے ہوئے ہے۔ تو وہ پگھلنے سے بہہ پڑتی ہے۔

۷۱۔ تلوار کے سوا جو کوئی دوست والا ہوگا وہ ضرور اس کی دوستی میں خلل پائیگا۔

۷۲۔ کئی ایک پیاسے نیزے ہیں۔ جنہوں نے حالانکہ ان کے اندر حیات نہیں ہیں۔ اپنے اٹھانے والے کی سخاوت اور مہربانی کا یقین کیا ہوا ہے۔ پس انہوں نے بھی (اپنے اٹھانے والے کی سخاوت سے متشابہ ہو کر سخاوت کی۔ (یا طویل ہو گئے کیونکہ طول نیزہ ممدوح ہے)

۷۳۔ اس قسم کے نیزے نے ہر ایک زرہ کو (بوجہ اسکی رونق اور چمک کے) تالاب گمان کیا پس اسکے ارد گرد (پانی کیلئے پرندہ کی طرح) منڈلاتا رہا۔ تاکہ اسکے حلقوں سے جو ایک دوسرے کے اندر داخل شدہ تھے پانی پئے

۷۴۔ اس نیزے سے تو نے لوگوں (یعنی دشمنوں) کے سینوں کو (اپنے رعب سے) بھر دیا پس انہوں نے اپنے اندر کے کینوں کو نکال دیا (کیونکہ رعب کی وجہ سے سینے میں اور کسی چیز کی جگہ نہیں رہی تھی۔

۷۵۔ چاہیئے کہ تیرا کمال جو چاند کو بھی کمال سکھاتا ہے (حالانکہ وہ خود کمی کے بعد پورا ہو جاتا ہے) تو بزرگیوں اور بلندیوں میں تجھے مبارکباد دے (یعنی تو غایت مرتبہ کو پہنچ گیا ہے۔)

۷۶۔ تو وہ ہے کہ اگر مصیبتیں تیری جوتی سے متعلق ہوں۔ تو وہ اسکے اس تسمے کو جو دو انگلیوں کے درمیان اس کے سامنے ہوتا ہے نہ قطع کر سکیں (یعنی مصیبتوں اور حوادث کا تجھ پر اتنا بھی اثر نہیں کہ تیرے جوتی کے تسمے کو کاٹ سکیں)

۷۷۔ تو نے مسلمانوں کی اسوقت حفاظت کی جبکہ پے در پے ان پر وہ بادل برسے جو اپنے اندر بار دار مصیبتوں کو اٹھائے ہوئے تھے

۷۸۔ اور تو نے انکے عیال کی اسوقت حمایت کی جب کہ ہر ایک آنکھ اپنی پتلی (جو اسکو نہایت ہی عزیز ہے) کو بھی (عیال کی طرح) وبال خیال کرے۔ (یعنی جب سخت مصیبت کا وقت ہو)

۷۹۔ ایسے وقت میں جبکہ شیر بیشہ بھی حملہ کرنیکی طاقت نہ رکھے اور نہ بھیڑیا ناگہاں جھپٹا مارنے کی۔

۸۰۔ تو اس بات سے بالاتر ہے کہ تجھ کو عید کے لباس لوٹنے کی مبارکبادی دی جائے تو تو لباس جلال کی مبارکباد دیا جائے (جس سے اللہ تعالےٰ نے تجھے مخصوص کیا ہے)

۸۱۔ اگر تو گردشہائے ایام کو حکم دے کہ وہ اپنی عادتوں کو چھوڑ دیں تاکہ وہ تیرے ارادے کو قبول کرکے اس کی پیروی کریں۔

(۲) نیز یہ قصیدہ کہا ہے جو بحر بسیط ضرب اول سے ہے اور جسکا قافیہ متراکب ہے

۱۔ اے رات کو جگانے والی بجلی (یعنی بجلی جسکی وجہ سے رات کو بیداری رہنی ہے) تو اس سونیوالے (یعنی خشک) خار دار درخت مثل کیکر کو بیدار کر (یعنی بارش برسا کر اسکو سرسبز کر) کیونکہ شاید اس وادی کے موڑ پر لوگ ہیں جو اس بیداری کے خلاف تیری اعانت کرنیوالے ہیں۔ (اور بوجہ قحط سالی کے بارش کی امید پر بیداری کر رہے ہیں)

۲۔ اگر بالفرض تو نے تمام قبیلوں سے (بارش برسانے کیلئے) بخل کیا۔ تو کم از کم بنی مطر (مطر ایک آدمی کا نام ہے) جیسے قبیلے پر بارشیں برسا کر انہیں سیراب کر (کیونکہ تم دونو میں لفظی اشتیاق ہے مطر بمعنی باران و نام مرد جس پر قبیلے کا نام پڑ گیا ہے)

۳۔ اے وہ محبوبہ جو اپنی جھانجھر کی قیدی ہے (یعنی اسقدر نازک بدن ہے کہ اسکو نہیں اٹھاتی پس وہ پاؤں میں پڑا رہتا ہے اب آگے اس کا عذر پیش کرتا ہے) بیشک اس شخص کیلئے جو نگاہ سے ہی تھک جاتا ہو (یعنی نگاہ کے اثر کی برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ بوجہ لطیف مزاج ہونیکے) زیوروں کا بار اٹھانا عقل کی کمی (اور نازیبا) ہے۔

۴۔ رات کو جب میں چلا رہا جہاں کہیں میں گیا۔ تیرا گھومنے والا خیال میرے ساتھ رہا۔ رات کو تو آگے اور تمام دن کی سیر کیوقت میرے نشان قدم پر۔

۵۔ اگر ستاروں (یا پروین) کے اٹھانے اور بند کرنیوالا (حق سبحانہ وتعالےٰ) میرے کجاوے کو (جس کے ذریعے سفر کرتا ہوں) ان کے اوپر ڈال دے۔ تب بھی وہاں میں تیرے خیال کو اپنا منتظر دیکھتا ہوں (یعنی دور سے دور جگہوں میں تیرا خیال میرے ساتھ ہے۔)

۶۔ وہ خیال (بوجہ فرط محبت میری کے) یہ پسند کرتا ہے۔ کہ تاریکئ شب ہمیشہ اسکے لئے رہے اور یہ کہ دل کی سیاہی (یعنی خالِ دل) اور آنکھ کی سیاہی (یعنی پتلی جن ہیں سے ہر دو انسان کو نہایت ہی عزیز ہیں) ہر دو اس شبِ تاریک میں زیادہ ہو جائیں۔ (تاکہ دوام وصال کا موقع ملے)

۷۔ اگر تم انتہے احسان کو مختصر اور کم کرو۔ تو بھی میں تمہاری زیارت کروں (یعنی احسانات کا بارِ گراں مجھے تمہارے پاس آنے سے مانع ہے) سچ ہے کہ شیریں پانی جب حد سے زیادہ سرد ہو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

۸۔ کیا (وطن یا محبوبہ کی جدائی کے) ایک سال کے بعد میری تیز رو اونٹنی اپنی تیز رفتاری سے مجھے شوق دلاتی ہے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہم کو درخت عشر سے (جو ہمارے وطن میں ہے یا دیارِ محبوبہ میں) دس راتوں کے سفر کے فاصلے پر ہیں (لہذا بُعدِ مسافت کی وجہ سے ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔

۹۔ اے محبوبہ تیرے اردگرد کئی ایک خالص سفیدی والی ہرنیاں اور جنگلی گائیں رہی ہیں جبکہ وہ تجھے خوبیِ نازک چال وبیاضِ چشم مع شدت سیاہی کی سخاوت کی درخواست کرتی تھیں (یعنی تو ان دو چیزوں سے مخصوص ہے۔ اسلئے یہ جانور بھی تجھ سے ان کا سوال کرتے ہیں)

۱۰۔ پس تو نے انکو وہ حسن ہیئت وخلقت تو بخش دی جو ان کے ہاں معروف و موجود ہے (بوجہ عطیہ الٰہی کے) ہاں تو نے نفیس موتیوں کی سخاوت کی جبکہ وہ انکار کرتے تھے (اور ان سے ناآشنا تھے)

۱۱۔ موضع ذات الضال (ضال ایک درخت کا نام ہے یہ موضع جنگلی ہے) میں تو کسی ہرن اور گاؤ دشتی کو عاری اور بے زیور چھوڑا (بلکہ ہر ایک کو اپنے حسن سے کچھ نہ کچھ دیدیا ہے یا اشارہ اسطرف ہے کہ انکی سفید جسم کی کھالیں اور آنکھوں کی خوبی وغیرہ وغیرہ یہ سب تیرے عطیے ہیں)

۱۲۔ تو نے ہر ایک گاؤ دشتی کو اس عورت والا ہار پہنا دیا ہے (جو بوجہ اپنے ذاتی حسن کے زیور سے) مستغنی ہوتی ہے۔ اور خالص سفید اور خاکستری گون ہر دو قسم کے ہرنوں سے شکریہ لینے میں کامیاب ہوئی ہے۔

۱۳۔ ان گاوان دشتی میں کئی ایک ایسی ہیں۔ جو اب اپنے مزین چادر کے دامن) کو کھینچنے والی ہیں (جو تو نے ان کو پہنائی ہے) حالانکہ اس سے پہلے وہ انکے لباس میں خراماں ہو کر چلتی تھیں (یعنی اب انکی بجائے قیمتی ریشم پہنا ہوا ہے)

۱۴۔ تو نے کلام کی نظم وحسن کو جس سے تو موصوف ہے۔ زیادہ زینت دار بنا دیا ہے اور بوجہ حیا کے (جو لازم ہے اس بات کو کہ وہ ہمیشہ گھر میں رہے) اپنی منزل کو آباد کیا ہے۔

۱۵۔ پس حسن کی رونق دو چیزوں میں ظاہر ہے ایک تو قصیدہ کے اشعار کا ہر ایک بیت (کیونکہ محبوبہ شاعرہ ہے) اور دوسرا بالوں کا بنا ہوا گھر یعنی خیمہ (جیسے عرب میں ہوا کرتا تھا) جس میں وہ رہتی ہے۔ سبحان اللہ کیا بلیغ کلام ہے گویا بلبل ہزار داستان بول رہا ہے۔ فی الواقع ابو العلاء اپنی شاعری میں سینکڑوں سے بڑھ گیا ہے۔

۱۶۔ میں اس حالت میں کہتا ہوں (جس کو کہا گیا ہو وہ دوسرے شعر میں ہے۔ جہاں کہا گیا وہ تیسرے میں اور جو کچھ کہا گیا وہ چوتھے میں) جبکہ وحشی جانور (حیرت کے مارے مجھے دیکھتے ہیں اور رنبر یہ بھی مجھ سے تعجب کرتے ہیں کہ میں کیوں نہیں اُڑ جاتا۔

(مطلب یہ کہ میں ایسے جنگل میں ہوں جہاں مجھے ہر وقت وحشی جانور اور پرندے ہی دیکھتے ہیں۔ وحشی جانور تو اسلئے حیران ہیں۔ کہ میں انکی طرح کیوں اکیلا ہو کر وہاں رہتا ہوں اور پرندے اسلئے کہ بوجہ نفوذِ امر اور اپنے عزم میں جاری ہونے کے میں ان سے زیادہ ہوں۔ اس لئے کیوں نہ انکی طرح اڑتا ہوں)۔

۱۷۔ میں اپنے دو تیز رفتار دوستوں کو کہتا ہوں جو (امور کو طے اور قطع کرتے ہیں) دو تلواروں کی مانند ہیں جھکے نیچے ایسی دو اونٹنیاں ہیں۔ جو بوجہ تھکان اور لاغری کے دو نیزوں کی مانند ہیں۔

۱۸۔ میں نے ایسے صاف ننگے میدان میں کہا جو ہرن کی پیٹھ کی مانند (صاف ہموار) تھا جہاں میں نے رات گذاری (اور وہاں ہموار زمین کیوجہ سے آرام و قرار سے نیند کرنے کی امید تھی) لیکن بوجہ خوفِ دشمن کے میں ایسا تھا کہ گویا اسی ہرن کے سینگ پر (بے قرار) ہوں۔

۱۹۔ (مقولہ یہ ہے کہ) اے دوستو تم مصیبت کے نازل ہونیکے دن مجھ سے اپنا راز نہ چھپایا کرو۔ کیونکہ یہ (اصلاح شریعت محبت میں) ایسا گناہ ہے جو نہیں معاف ہو سکتا۔

۲۰۔ دوست پانی کی طرح ہوتا ہے۔ (جس میں صفائی بھی ہوتی ہے اور کیچڑ اور گدلا پن بھی) جو اپنی ضمیر کو صفائی کے وقت تو مجھے ظاہر کرتا ہے۔ اور کدورت کیوقت اسکو چھپا دیتا ہے۔

۲۱۔ میرے چابک نے جو اونٹنی کے ہانکنے اور سفر طویل کرنیکا ذریعہ ہے) کو خدا تعالے خوف زدہ کرے کب تک میں اس سے اپنی اونٹنی کے دل کے جو طائر خوف زدہ کی طرح ہے ڈراتا ہوں۔

۲۲۔ اس نے بنی عذمان (جو عرب کا سب سے بڑا آدمی تھا جہاں سے سب قبیلے نکلتے ہیں) کہ قبیلہ مہرہ (ابن حیدان جو پہلے مذکور ہو چکا ہے جسکی طرف اونٹ منسوب ہوتے ہیں) پر فخر و مباہات کیا۔ پس میں نے اس سے کہا کہ اگر یہ مہرہ فرح بنی قصیص (من تنوخ من قضاعہ جہاں سے قبیلہ مہرہ نکلتا ہے۔) کا نہ ہوتا تو بزرگی اور فخر قبیلہ مضر (ابن نزار بن معد بن عذمان) ہی میں رہتا۔ (اور معلوم ہے کہ بنی مضر کو یہ فخر کافی ہے کہ انہیں نبوت و خلافت رہی ہے)

۲۳۔ اس بات نے میری قدر (یعنی موجودہ حالت) کو ظاہر کر دیا ہے۔ کہ میرا اس آدمی کو شناخت کرنا جسکو تو جانتی ہے (اور جسکا قصد کر رہی ہے) عنقریب مجھے قضا و قدر سے راضی کریگا (یعنی مجھے حسب منشا اسکی صحبت کی برکت حاصل ہوگی)

۲۴۔ وہ اس وقت قحط کو قتل کرنیوالا ہے جب کہ آسمان ہمارے لئے ایسا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ گویا وہ خشک سالی کے تازہ و خالص خون سے بنا ہوا ہے جو چادروں میں ہو (یعنی آسمان خون آلودہ سا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ان دنوں میں آفاقِ آسمان ایسا رنگ اختیار کرتے ہیں۔

۲۵۔ وہ سخاوت کو پست و بلند یعنی امیر و غریب میں ایسا تقسیم کرنے والا ہے جیسے بارش بیل اور درخت ہیں۔

۲۶۔ اگر وہ زمانہ گذشتہ میں ہوتا (یعنی اس کا وجود پہلے ہوتا) تو اسکی وصف میں قرآن کی آیتوں اور سورتوں کے معجزے نازل ہوتے ہیں (جو اسکے فضائل پر دلالت کرتے یا یہ کہ وہ نبی ہوتا جس پر کتاب الٰہی نازل ہوتی۔)

۲۷۔ وہ اپنے بشرے اور دانثمی ایسے احسان کو ظاہر کرتا ہے جو (لوگوں میں) خوبی پھیلاتا ہے جیسے کہ تلوار اپنے جوہر سے اپنی تاثیر کا پتہ دیتی ہے۔

۲۸۔ پس (اے مخاطب) تجھے اس کے سوا کسی دوسرے کا بشرہ دھوکے میں نہ ڈالے خواہ وہ نور کیطرح چمکے کیونکہ کئی ایک (درختوں کے) شگوفے اور پھول ہیں جنکے ساتھ پھل نہیں ہوتے (یعنی وہ لوگ سخاوت وغیرہ نہیں کرتے)

۲۹۔ ان لوگوں کے بیٹے جو سوائے گھوڑوں کے ہانکنے (اور ان پر سوار ہونے) کے اور کچھ نہیں جانتے تھے جیسے کہ عرب لوگ صرف اونٹوں اور بکریوں کے گلوں (ساٹھ سے اسی تک) کو ہانکنا ہی جانتے ہیں۔ (یعنی وہ لوگ بادشاہی خاندان سے ہیں۔ کوئی گڈریے ہیں)

۳۰۔ وہ لوگ اپنے مہمانوں کے ساتھ ان کو کھینچنے والے تھے اور ان گھوڑوں کے پیچھے پیچھے انکے پیارے پیارے بچے غلام (یا زرہیں) اور بڑی بڑی تھیلیاں ہوا کرتی تھیں۔ (یعنی یہ سب چیزیں مہمانوں کو بخش دیتے تھے)

۳۱۔ زندگی میں تو وہ زمین والوں کی زینت تھے۔ لیکن موت کے بعد کتابوں اور تاریخوں کی زینت جا بنے

۳۲۔ اے ممدوح تونے باوجود انکے زمانے کے اختلاف کے ان کی موافقت کی سچ ہے کہ کچھ حصہ رات کے گذرنے کیوقت بدر ویسا ہوتا ہے جیسا کہ وقت سحر میں۔ (یعنی صاحب کمال کو کبھی نقصان نہیں ہوتا)

۳۳۔ وہ اونچی زمین ظاہر ہونیوالی (یا جنگل میں رہکر) آگ جلایا کرتے تھے۔ جیسے کہ ملوک عرب کی عادت تھی تاکہ کوئی رات کا مسافر راہ گم کردہ وہاں آگ کی روشنی دیکھ کر آئے اور کھانا وغیرہ کھائے) آبادی اور شہر میں نہیں جایا کرتے تھے کیونکہ آبادی میں عزت (آگ روشن کرنے اور ضیافت کرنے کی) مفقود ہوتی ہے۔

۳۴۔ جسوقت بارش کے قطرے جاری ہوتے تھے تو ان لوگو نکے نوکر بادلوں کے نیچے ہی رات کے آنیوالوں کیلئے بذریعہ عود کی لکڑی (یعنی لوبان وغیرہ) کے اس آگ کو بھڑکایا کرتے (تاکہ مسافر اس کی خوشبو سونگھ کر وہاں آجائیں)

۳۵۔ وہ لوگ ہر ایک ایسے روشن روئے انیک خصال) آدمی کی جنس سے تھے جسکا دل (خوبصورت عورتوں کے رخساروں اور چمکدار دانتوں کو چومنے پر خوش نہیں ہوتا تھا۔ (یعنی عیش و عشرت میں مبتلا نہیں تھے)

۳۶۔ بلکہ اس آدمی کا منہ بوجہ گھوڑے کی خوبیوں کے) اپنے گھوڑے کے دو کانوں کو (بمطابق رسم شاہسواران

بوسہ دیا کرتا تھا جسکی خلقت سورج و چاند کے نام سے مقابلہ کی گئی تھی۔ (یعنی سورج کی طرف اپنا رنگ لیا ہوا تھا اور چاند سے سفیدی و چمک جو ماتھے اور ٹانگوں میں ہوتی ہے)

۳۷۔ گویا کہ اسکے کانوں نے اسکے دل آسمان سے لاکر وہ خبر دی ہے کہ کیا کیا گردشیں اسکو لاحق ہونگی (کانوں کی جودت سماعت کا وصف کرتا ہے کہ ان کو غیب کی خبریں معلوم ہوتی ہیں۔)

۳۸۔ وہ نازل ہونیوالی مصیبتوں کا احساس کر لیتا ہے پس ٹکر کرنیوالے حادثے کے نفس کو اپنی رفتار میں پامال کر دیتا ہے۔

۳۹۔ یہ گھوڑا ان اعلے اور قیمتی گھوڑوں کی جنس سے ہے جن کو بنی قصیص (قوم ممدوح) نے سانپوں پر تیروں کے زخم کھانیکا عادی بنایا تھا۔

۴۰۔ وہ گھوڑے گھاٹ پر اترنے سے (پیاس بجھانے کیلئے) بے پروا تھے جبکہ وہ لوگ اپنی تلواریں ان کے آگے کھینچے ہوئے تھے۔ اور یہ بے پروائی اسلئے تھی کہ وہ تلواروں کو (بوجہ ان کی صفائی و رونق کے) تالاب خیال کرتے تھے۔

۴۱۔ اے خدا کے (پیارے) بندے! خالقِ حقیقی تیری بزرگی کو روشن ستاروں کی آنکھوں یعنی نظر بد سے پناہ میں رکھے (کیونکہ بوجہ رفعت مرتبہ کے سوائے ان بلند ستاروں کے اور کوئی تیرا مقابلہ نہیں کر سکتا جنکی نظر بد کا خوف ہو)۔ نہ کہ لوگوں کی آنکھوں سے (اس لئے کہ بوجہ ان کی کمئی رتبہ کے ان کے مقابلے کا اندیشہ نہیں)

۴۲۔ کیونکہ آنکھ کی یہ خاصیت ہے کہ جسکو دیکھتی ہے اور اس سے (بوجہ محبت نہ رکھنے کے) اچک جاتی ہے تو اسکو تو چھوڑ دیتی ہے۔ اور جن صورتوں کو پسند کر لیتی ہے۔ ان سے مل جاتی ہے (یعنی چشم زخم پہنچاتی ہے)

۴۳۔ کئی ایک شیران بیشہ کے شکار ہیں جن پر تو نے کامیابی حاصل کر کے انکو لے لیا۔ جبکہ وہ ڈاڑھوں اور پنجوں کے درمیان میں تھے یعنی اور شیروں کے قبضے میں آئے ہوئے تھے۔ غرض یہ کہ دشمنوں کے مال کو سخت مصیبت کے وقت کو ان سے چھڑا کر اپنے قبضے میں زور سے لے لیا۔)

۴۴۔ بنی نمیر (پدر قبیلہ از قیس) نے (تیری مخالفت میں) حرکت کی پس تجھ جیسے آدمی کو جو شیر کی طرح شانہ کے بالوں والا ہے، غصہ میں ڈالا۔ لیکن (یاد رہے کہ) شیر اپنے افعال میں چیتے سے زیادہ سخت حملہ کرنیوالا ہے (ممدوح کو شیر سے تشبیہ دی اور بنی نمیر کو چیتے سے کیونکہ نمیر میں نمر بمعنی پلنگ کا اشتقاق موجود ہے)

۴۵۔ انہوں نے دل میں (مخالفت کا) خیال کیا پھر اس کا قصد کیا پس جب (اس کی حالت پر) مطلع ہوئے تو ایسے متحیر ہو کر ٹھیر گئے جیسے گھاٹ پر اترنے اور نکلنے کے درمیان گورخر ٹھیرا کرتا ہے۔

۴۶۔ تیرے رعب نے ان کے ہاتھوں کو ضعیف کر دیا ہے۔ پس ان کا سمہری نیزوں کا زخم کھانا (بوجہ قلت احساس کے) سوئی کے زخم سے بھی کم ہے۔

۴۷۔ ان دشمنوں کی خوبصورت عورتیں (جو ذاتی حسن سے متصف ہو کر زیوروں سے مستغنی ہیں) اپنے ہاں سے بوجہ گھبراہٹ کے اپنے محفوظ و نفیس موتیوں کو گرا دیتی ہیں اور انکے مرد بھی ضعف کے باعث زرہوں کو اتار دیتے ہیں۔

۴۸۔ اسی وجہ سے کئی ایک زرہیں سنگلاخ زمین پر گری پڑی ہیں۔ اور کئی ایک بڑے بڑے موتی سنگریزوں کے ملے ہوئے پراگندہ پڑے ہیں۔

۴۹۔ اے ممدوح تو قلم کو ان لوگوں کے لئے چھوڑ دے جو اس پر فخر کرتے ہیں۔ (ممدوح کے اہل قلم نہ ہونے کا عذر پیش کرتا ہے)۔ تو بس لمبے رُدینی نیزوں پر ہی فخر کر (تجھے اہل حرب میں سے ہونا چاہیئے نہ کہ اہل قلم سے)

۵۰۔ کیونکہ یہ نیزے وہ قلمیں ہیں کہ جب وہ کوئی بزرگی (کا واقعہ) لکھتی ہیں۔ تو اس خون کی جس کا گرانا مباح کر دیا ہے سیاہی پیدا کرتی ہیں۔

۵۱۔ نیز تو ہر ایک صیقل کردہ ہندی تلوار پر فخر کر جس کی سطح کی لکیریں اور دھاریاں اس شکن کی مانند ہوتی ہیں۔ جو جاری پانی وقت کے اندر کسی اونچی جگہ پر جہاں سے نیچے پانی گر رہا ہو موجود ہوں (معلوم ہو کہ جب پانی اوپر سے نیچے گرتا ہے۔ تو اسکے اندر ایک گونہ چمک اور دھاریاں سی معلوم ہوتی ہیں)۔

۵۲۔ شیران بیشہ۔ شاہسواراں۔ اور (مہمانوں کیلئے ذبح کرنے کی) اونٹنیوں کے جب روحیں اس تلوار کے ذریعہ سے مرتی ہیں۔ تو وہ اسکے بارے میں ایک دوسرے پر غارت کرتی ہیں۔ (تاکہ جو چیز اس تلوار سے قتل ہوئی ہے اس سے وہ شرف حاصل کریں۔ جو اسکو تلوار سے قتل ہونے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے)

۵۳۔ وہ تلوار (بوجہ اپنے مختلف رنگوں اور خوبیوں کے) باغ کی مانند ہے لیکن ہمیں موافق ہیں۔ مگر فرق صرف اس قدر ہے کہ ان مختلف چیزوں (شیر، سوار، اونٹ) کے خون شگوفوں کے بدلے میں ہیں۔

۵۴۔ اس تلوار کے اپنے نیام میں ساکن ہونے سے پہلے میں ہرگز گمان نہیں کرتا تھا کہ کوئی نیام آگ اور نہر کے پانی پر لپیٹا جاتا ہے (یعنی اس میں یہ دو چیزیں ہوتی ہیں۔ تلوار کا آگ اور پانی پر حاوی ہونا پہلے آچکا ہے)

۵۵۔ نہ ہی مجھے یہ وہم تھا۔ کہ چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کو نہر والوں کے اوپر چلنا اور جلتی ہوئی آگوں پر دوڑنا ممکن ہوتا ہو (یہ اشارہ بھی پہلے مذکور ہو چکا ہے)

۵۶۔ تیرے دشمن کہتے ہیں کہ بزرگی اور شرافت کوئی اکتسابی چیز نہیں ہے کہ انسان ذاتی لیاقت سے اسے حاصل کرے

بلکہ عطیۂ ایزدی ہے) اور یہ ان کا کہنا ایک ملحوظ النسل اونٹ (یا گھوڑے) کا ہے جو کہے کہ دوڑ میں سبقت لیجانا شدتِ رفتار کی وجہ سے نہیں ہے (بلکہ ایک مقدر شے ہے۔ گویا شاعر ممدوح کے رتبہ سے جو اُن کو کوتاہی حاصل ہے اس کا عذر ایک نفیس پیرایہ میں بیان کرتا ہے۔)

۵۷۔ انہوں نے تجھے (ظاہری) آنکھ سے ہی دیکھا ہے۔ اسلیئے انکے وہم و گمان نے انکو جاہل و گمراہ بنا رکھا ہے انہوں نے تجھے اس قوت فکریہ کے ساتھ جو سچی خبر دینے والی ہے۔ نہیں دیکھا۔

۵۸۔ آنکھیں ستارے کی صورت کو چھوٹا ہی دیکھتی ہیں۔ اس چھوٹا دیکھنے میں قصور آنکھ کا ہے نہ کہ ستارے کا (یہی حال ممدوح کا ہے جو مشابہ نجم کے ہے)

۵۹۔ اے بنی فہم (قبیلہ از تنوخ جس سے ممدوح متعلق ہے) ہاراں جو فہم و عقل والے ہیں۔ اگر میرے اونٹ (کثرت سفر کی وجہ سے) حیران و بیمار ہو جائیں۔ تو انکو تیرا دیدار اس حیرانی و بیماری سے شفا ہے۔

۶۰۔ (یہ اونٹ سفر کرتے ہی رہتے ہیں کیونکہ) انسان کو جب اسکی اقامت نفع نہ بخشے۔ تو وہ ایسے بادل کی مانند ہے جس نے سورج کو چھپا رکھا ہے۔ نہ وہ برستا ہے نہ چلتا ہے۔

۶۱۔ سو اللہ تعالے اس زینت کے بدلے جو اعوج کی نسل کے بچوں کو ماتھے اور ٹانگوں کی سفیدی کی صورت میں ہوتی ہے۔ ان اونٹوں کو تیری ملاقات کی زینت بخشے۔

۶۲۔ ہمیشہ کی رفتار نے گو وہ قلیل سی ہے اس کی قوتوں کو فنا کر دیا ہے سچ ہے کہ چھوٹے چھوٹے پیالوں میں پانی پینا بہت مقدار والے پانی کو ختم کر دیتا ہے۔

۶۳۔ حتی کہ ان اونٹوں کو (سطروں کی طرح) قطار میں لیکر ہم وسیع جنگل کے ایک گوشہ میں سے گزرے اسی حالت میں ہماری ہر ایک تیز رفتار ایسی (لکمزور و درماندہ) تھی۔ جیسے سطر میں حرف نون ہو۔

۶۴۔ اے ممدوح کی قوم کے لوگو! تم بلند رتبہ ہو کر بھروسہ کیساتھ (کہ تواضع تمہاری شان میں کمی نہیں کریگی) تواضع کرتے ہو جبکہ اور لوگ تواضع مغرور ہو کر (بغیر بھروسہ کے کیونکہ نہ ایسا شرف حاصل ہے۔ دوسرا وہ خیال کرتے ہیں کہ تواضع سے شان میں کمی آجائیگی۔) کرتے ہیں۔

۶۵۔ تکبر اور تعریف دو باہمی مخالف چیزیں ہیں (کیونکہ جو تکبر کریگا اسکی کوئی حمد و ثنا نہیں کریگا) انکا متفق ہونا ایسا ہے جیسا جوانی اور بڑھاپے کا (کہ ہر ایک اکٹھے نہیں مل سکتے)

۶۶۔ اس تکبر کی زیادتی اس تعریف کی کمی سے ہوتی جاتی ہے۔ جیسے کہ رات اگر لمبی ہو جائے۔ تو وہ دن پر چھوٹے

بن میں حملہ کرتی اور اسکو ملاکت کرتی ہے (یعنی اس کی وجہ سے دن چھوٹا ہوتا جاتا ہے)

۶۷۔ اور مخلوق تو خفیف مزاج اور بے وقار ہے لیکن تمہارے حلم و وقار تمہیں قرار دیئے ہوئے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ چنگاریوں کی خفت اور ہلکا پن بڑے انگاروں کے سامنے معدوم ہو جاتا ہے۔

۶۸۔ تو وہ شخص ہے کہ اگر انسان نیند ہی میں اسکی پیشانی کو دیکھ لے تو کسی حادثہ کے خطرہ پر نہ گزرے۔

۶۹۔ تیرے سوا جو بندے ہیں۔ وہ اپنی خدمت کیلئے مجبور کئے جاتے ہیں جیسے نیام کہ جوہر دار تیز تلوار کی حفاظت اسے بوسیدہ کر دیتی ہے۔

۷۰۔ اگر عید لقر سے پہلے تیری سفر سے واپسی نہ ہوتی (ممدوح کسی سفر پر گیا ہوا تھا اور عید لقر سے پہلے گھر پہنچ گیا تھا) تو نفع و نقصان والے لوگ (جنکو تیری ملاقات سے نفع تھا اور عدم ملاقات سے نقصان) اسکو تیری واپسی تک ملتوی کر دیتے۔

۷۱۔ اگر تو نے ہم سے علیحدہ ہو کر سفر کیا۔ تو تمام لوگ سفر سے عید رجب کے تو مشابہ تھا گویا تو خود ہی عید تھا کہ واپسی کا انتظار کرتے تھے۔

۷۲۔ اگر تو اپنے مہینہ (جس میں تو نے سفر کیا تھا یعنی ذوالحج) کے ساتھ اس کا دوسرا متصل مہینہ (یعنی محرم) ملا دیتا اور پھر واپس (صفر میں آتا) تب بھی لوگ عید الضحیٰ کو صفر تک منتقل کر دیتے۔

۷۳۔ پس تو اپنی بزرگی اور یوم عید سے سعادت حاصل کر کیونکہ جب تو ہمارے پاس صحیح و سالم ہو۔ تو یہ یوم عید ہمارے دوسرے ایام پر (جن میں ہم تیری زیارت کریں) کوئی زیادتی نہیں رکھتا (کیونکہ ہمارا ہر ایک دن عید کا دن ہے)

۷۴۔ زمانہ ہمیشہ کیلئے تجھے اپنی آل، اولاد، اپنی حالت، بلندی رتبہ اور عمر سے متمتع اور کامیاب کرے۔

(۳) یہ قصیدہ بحر وافر ضرب اول میں کہا ہے اس کا قافیہ متواتر ہے

موضع معان (براہ حاجیاں شام) ہمارے احباب کی منزل ہے۔ جہاں سرود گو لونڈیاں ہنہنانے والے گھوڑوں کو جواب دیتی ہیں۔ (یعنی وہاں گھوڑے ہیں جو ہر وقت ہنہناتے ہیں۔ اور ان کی ہنہناہٹ کے بعد لونڈیاں گاتی ہیں غرض کہ وہ شاہی خاندان کے آدمی ہیں جن کے پاس آلات حرب اور عیش و عشرت کے سامان موجود ہیں)

۲۔ میں وہاں اپنی محبت کی حفاظت و رعایت کی خاطر ٹھہرا جہاں میں نے اپنی پلکوں کے آنسو کو جن کی صیانت و حفاظت نہیں کی جا سکتی تھی۔ نہایت ذلت کے ساتھ بہایا۔

۳۔ بدر کی منازل یعنی ان خوبصورت عورتوں کے مکان جو منازل بدر جیسے تھے۔ اسے جہاں دوری تھی (یعنی

اُن عورتوں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔) گاوانِ دشتی کے بدر (یعنی خوبصورت عورتیں مثل گاوانِ دشتی و بدر) ظاہر ہوئے لیکن ان کی زیب و زینت (اور ظاہر ہونا) پردے میں پوشیدگی تھی (یعنی گاوانِ دشتی جیسی ظاہری زینت نہیں رکھتی تھیں کہ بے پردہ باہر پھرتی رہیں۔)

۴۔ پس اگر زمانہ ان کا وصال (کسی کیلئے) مقدر کرے (اور کسی کو امیں کامیاب کرے) تو وہ اس وصال میں بخل کرتی ہیں۔ اور وہ کسی کو اجازت دے دیں۔ تو زمانہ اس اجازت میں اس سے بخل کرتا ہے۔ (یعنی وصال نہیں ہونے دیتا۔ سبحان اللہ کیا نازک خیالی ہے۔)

۵۔ ہر ایک دل میں انہوں نے تمکن اور اقتدار حاصل کیا ہوا ہے۔ پس دل میں سوائے انکے کسی کے لئے جگہ ہی نہیں

۶۔ میں نے (محبوبہ سے عہد دوستی میں) وفا کی اور فعلِ وفا جیسی جزا بھی دیا گیا۔ پس اب نہ تو کہ نہ میں نے کسی سے خیانت کی ہے اور نہ کسی نے مجھ سے۔

۷۔ میری زندگی (جس کو میں قابل تعریف سمجھتا ہوں) تو جوانی کا عالم ہے۔ میرے لڑکپن کا زمانہ اور سفید بال کا وقت تو ذرا بھی اس زندگی سے (قابل شمار) نہیں ہے۔

۸۔ زندگی تو آگ کی مثل ہے جس کے اول میں دھواں (مثل لڑکپن) ہے اور اخیر میں خاکستر (مثل پیری) ہے

۹۔ یہ اونٹنیوں کی سواریاں بھلا (متعجب ہو کر کہتا ہے کہ) ہمیں کس طرف اور کس کام کے بارے میں لئے جاتی ہیں اور وہ یہ امید کرتی ہیں کہ ہمارے لئے کوئی وقت ہو (جسمیں ہم ان کے ان احسانات کا بدلہ دے سکیں۔)

۱۰۔ تاکہ ہم ان کو اس احسان کی جزا دے سکیں۔ (جو وہ ہمیں تیرے پاس اے ممدوح پہنچانیکی صورت میں کرتی ہیں) اور تیرے عمدہ اخلاق ان کی اس امید کے سزاوار ہیں۔ (یعنی تیرے عمدہ اخلاق سے ان کی امید پوری ہو جائیگی)

۱۱۔ یہ سواریاں (عظمت و جسامت میں) درخت خرما کی مانند تھیں پس تمام کی تمام اس حالت میں ہو گئیں کہ بوجہ لاغری کے اس درخت کے اس تنہ کی مانند تھیں جسکی شاخیں اور اوپر کا حصہ کاٹ دیا جاوے۔

۱۲۔ انہوں نے (جنگل میں جاتے ہوئے پاس کیوقت) صبح کی روشنی کو جاری پانی خیال کیا لیکن اس بات میں انہوں نے سچ نہیں کہا (کیونکہ درحقیقت وہ پانی نہیں تھا) اور نہ ہی یہ مشاہدہ جھوٹا نکلا (کیونکہ آخر سفیدی میں دونو کے اندر مشابہت تھی)

۱۳۔ پس (بوجہ اس تخیل کے مضبوط ہونے کے) قریب تھا کہ فجر (مشابہ باب جاری) کو سواریاں پی جائیں اور اس سے پرانی مشکیں بھر لی جائیں۔

۱۴۔ ان کی گردنیں (بوجہ کثرت اسفار) دقیق ولاغر ہوگئی تھیں گویا کہ وہ درخت بید (جسکی ساخیں نہایت ہی نرم ہوتی ہیں) کی مانند ہیں۔

۱۵۔ جب وہ پانی پیتی تھیں تو پانی صاف طور پر ان کے (حلقوں کے) اندر تو دیکھ سکتا تھا گردنوں کا اندر کا حصہ بھی اسکو نہیں چھپاتا تھا۔

۱۶۔ عنقریب وہ سواریاں تجھ سے انعام واکرام لینے کے بعد) اس حالت میں واپس لوٹیں گی کہ وہ تمام دوسرے اونٹوں کی سواریوں سے باعزت ہونگی۔ جب کہ ان کو ذلت وخواری مجبور کئے ہوگی۔

۱۷۔ بوجہ خوشی کے انکو زمین پر چلنے کیوقت) لرزہ ہوگیا ہے (یعنی کمال نشاط وسرور سے ایسا چلتی ہیں کہ گویا کوئی کانپ رہا ہو) لیکن چاندی (روپے وغیرہ) کے بار کے نیچے (ہونیکی وجہ سے) انکی رفتار سست ہے (سبحان اللہ کیا ہی بلیغ شعر ہے۔ ارض وارض۔ فوق وتحت۔ لجین ولجان۔ مترح یعنی جودت دلجابان یعنی نقل رفتار جیسی اعلےٰ تجنیسیں ایک ہی شعر میں جمع کردی ہیں۔)

۱۸۔ اے ممدوح جو کچھ تیرے مہمان حاصل کرتے ہیں۔ تو اسکو قلیل شمار کرتا ہے خواہ بڑے بڑے پیالے بھی (گوشت وغیرہ کے بدلے میں) ان کو سونے سے بھر دیئے جائیں۔

۱۹۔ تجھ سے وہی کچھ مطلب کیا جاتا ہے جو تیرے اندر طبعًا وفطرتًا ہے (یعنی جود وکرم) سچ ہے۔ فصیح زبان آدمیوں سے فصاحت وبیان ہی مطلوب ہوتا ہے۔

۲۰۔ کئی ایسے آدمی (تیرے دشمن) ہیں جو (لڑائی میں) تیری ملاقات ومقابلہ جو ایک مجسم موت ہوتا ہے کا امتحان کرنیوالے ہوتے ہیں (یعنی مقابلہ میں آکر قتل کئے جاتے ہیں۔ پس جب زندگی نہ رہی جس سے کسی چیز کا علم ہوتا ہے تو موت کے علم کا حاصل ہونا محال ٹھیرا) بھلا کبھی امتحان بھی موت کی خبر دے سکتا ہے (یعنی نہیں)

۲۱۔ کئی ایک تیرے بارے میں بغض وکینہ رکھنے والے ہیں جو ان کو ہرگز فائدہ نہیں دیتا۔ سچ ہے سورج پر کینہ رکھنے سے اس کا بدلہ نہیں لیا جاسکتا۔ (بلکہ اس کی چمک دمک اور بلندی ویسی رہے گی)

۲۲۔ کئی ایک تیری محبت کو اپنے اندر (بطور پردہ) کے چھپانے والے ہیں۔ پس انکی ضمیر پر اور دل باعزت ہیں حالانکہ دوسری تمام محبت محض ذلت ہے۔

۲۳۔ انہوں نے اپنے اندر تیری محبت کو چھپایا۔ لیکن پھر خیال کیا کہ بہتر یہ ہے کہ اس ظاہر کیا جائے (کیونکہ ظاہر کرنے سے حصول مراد ہوتا ہے) مگر اس ظاہر کرنیکا وقت فوت ہوگیا تھا۔

مم

٢٤۔ اس وقت اس کا حال گویا یوں تھا کہ) اس نے نماز پڑھی پھر (جو نماز سے قبل اذان نہ دینے کا خیال آیا تو) قبلہ رو ہو کر اذان دی۔ حالانکہ اذان نماز سے پہلے ہی واجب ہوتی ہے۔

٢٥۔ یہ دنیا جیسے بادشاہ کی ضامن ہے (جو تمام نیکیوں کا ذمہ دار ہے) اسی پر تمام بزرگیوں کی ضمانت و ذمہ داری ہے۔

٢٦۔ گویا (اس ضمانت دینے میں) اس دنیا کے تمام سمندر آب حیات (خواہ لغوی معنی مراد ہو خواہ وہ نہر جو بہشت میں ہے۔) بن گئے ہیں۔ اور نیز (اس دنیا میں) قرب ہمیشگی ہے۔ اور وہ دنیا خود بہشت ہے۔

٢٧۔ اس دنیا پر ملامت کی جاتی ہے کہ کیوں تیری خوشی کے مارے مجنون نہیں ہوگئی لیکن ساتھ ہی معذور سمجھی جاتی ہے کیونکہ اس کا دل نہیں ہے (کہ خوشی کا ادراک کر کے مجنون ہو جائے۔)

٢٨۔ اگر جمادات (مثلاً دنیا کے) خوشی کرتے تو شراب کے مٹکے (جن میں ہر وقت شراب موجود رہتی ہے) شراب بیچنے میں خوشی کرنیکے زیادہ لائق ہوتے۔

٢٩۔ جس وقت عرب کے لوگوں کو چھان کر دولت و حکومت مل گئی اور (اس حالت میں) انکی بڑی سی بڑی اطاعت خوشامد اور چکنی چپڑی باتیں ہو گئیں۔

٣٠۔ اور ان کا زمانۂ جاہلیت پھر انکی طرف لوٹ آیا۔ تو وہ ایسے ہو گئے کہ نہ تو کسی بادشاہ کی طاعت کرتے تھے۔ اور نہ کوئی دوسرا (بادشاہ بوجہ قدرت نہ رکھنے کے) ان کو اس سرکشی کی دیسکتا ہے۔

٣١۔ تو نے ان پر حملہ کیا پس ان میں سے جو سرکش تھا اس کی ٹھنڈی کے اوپر کی جگہ میں بباعث اس سرکشی کے رسی باندھ دی اور اس کے نتھنوں میں (اونٹ کی طرح) نکیل ڈال دی (یعنی پورے مطیع کر لیا)

٣٢۔ بیشک کبھی کبھی چھوٹی چیز سے بڑی چیز بڑھ کر بن جاتی ہے۔ جیسکہ خرمائے خشک جو منہ میں ذرہ بن جائے کی گٹھلی سے بڑے کھجور کا درخت اگ پڑتا ہے۔

٣٣۔ بنی عدی (نام قبیلہ ممدوح) کے آسمان (عزت و شرافت والے) ایسے ستارے (اشراف لوگ) ظاہر ہوتے ہیں جن کو بادل (باوجود وہ عام ستاروں کو پوشیدہ کر لیا کرتے ہیں) نہیں چھپا سکتے۔ (بادل سے مراد دشمن)

٣٤۔ پس (اسی قبیلہ کی بدولت) یہ عرب لوگ خدائے رحیم کو رب مان کر عبادت کرنے لگے جب کہ اور لوگوں کے معبود بت نسر (نوح علیہ السلام کی قوم کا) اور مدان (یہ بھی ایک بت کا نام ہے) تھے۔

٣٥۔ جس وقت مشتری (جو سعادت کے اثر میں کامل ہے) اور مریخ (جو شقاوت و نحوست میں پوری تاثیر رکھتا ہے) تیرے قصد کے سوا کوئی دوسرا قصد کریں تو ان کی حالت ان سے خیانت کرتی ہے (اور ان کی امداد نہیں کرتی)

۳۶۔ یہ دونو تیرے غلام ہیں۔ (کہ تیرے حکم کی پیروی کرنے والے ہیں۔) اگر یہ غدر و فریب کر کے بغاوت کریں تو انکا فعل ایسا شمار ہوگا۔ جیسے (غلام کا) بھاگ جانا یا اپنے آپ کو (آقا کے خوف کے مارے) چھپا دینا۔

۳۷۔ تو بذریعہ ایسی ضرب تلوار کے جس کی خوبی کو قرآن (یعنی دو ستاروں کا اکٹھا جمع ہونا۔ وہ وقت نہایت ہی سعد سمجھا جاتا ہے۔ جیسے قرآن السعیدین مشہور ہے یعنی مشتری و زہرہ اکٹھا ہونا) بھی نہیں پہنچ سکتا۔ مختلف موتوں کو جمع کرتا ہے (یعنی دشمنوں کو مختلف مکانوں سے نکال کر ایک میدان میں لاتا ہے اور وہاں ہی سب کو قتل کرتا ہے۔

۳۸۔ اگر تیرا یہ قول نہ ہوتا۔ کہ میرا پروردگار وہی ایک خالق حقیقی ہے (یعنی قائل توحید باری تعالے و عبودیت نفس خود نہ ہوتا) تو ضرور تیرے ماتھے سے ہم لوگ فتنہ میں پڑ جاتے (یعنی بوجہ تیرے اندر ایسی صفات عالیہ دیکھنے کے جو بشر میں نہیں ہوتیں ہم تجھے ہی خدا ماننے لگ جاتے۔ جیسے کہ قوم عیسے کا حال ہوا۔ کیا شاعرانہ مبالغہ ہے۔)

۳۹۔ تجھے اعلے گھوڑے پویہ چال کے ساتھ (میدان حرب میں آگے آگے) لیجاتے ہیں (ان کا حال ایسا ہوگیا ہے کہ) گویا انکے سینوں میں زعفرانی رنگ کا سرخ خون ہے

۴۰۔ وہ گھوڑے (گھوڑدوڑ میں دوڑنے کی وجہ سے) لاغر جسم بنائے گئے ہیں۔ اور ایسے ہیں کہ گویا ان میں سے اسپ مادہ جب وہ کسی خوف کو محسوس کرے۔ اسپ نر ہے۔ (جو قوت احساس زیادہ رکھتا ہے)

۴۱۔ یہ ایسے گھوڑوں کی اولاد ہیں جن کو مقامات دلوک (بہ حلب) صارخہ۔ لقمان (بلاد روم میں شہر ہیں) اور آلش (بلاد روم میں نہر ہے سمندر کے نزدیک) جانتے ہیں۔ (یعنی وہ قیمتی اور گرامی قدر ہیں کیونکہ روم کی لڑائیوں میں وہ اکثر موجود رہے ہیں)

۴۲۔ گویا ان گھوڑوں میں جو نہایت ہی سست چال ہے۔ اس کی سرین کی جگہ سنگخوار پرندے کی مانند (تیزی رفتار میں بھی) ہے جبکے ہر دو گوشہ چشم میں گویا زعفران ملا کر لیپ دیا گیا ہے (یہ زردی پرندہ قطا سے مخصوص ہے)

۴۳۔ گویا اس زمانے کا باز (و سرعت رفتار میں) اس آدمی کا دل ہے جو تیرے دوست سے دشمنی کرتا ہے (بوجہ اسکے کہ اسکی طرف سے اسکو خوف عظیم لاحق ہے) جب کہ شب تاریک پہلو موڑتی ہے۔ (دوبارہ آتی ہے)

۴۴۔ تو پہلے پہل (عطا و سخا کی) ابتدا کرتا ہے اور پھر اس کو دوبارہ لوٹا کر دیتا ہے۔ پس تیرے افعال میں اول فعل تو بطور ماں کے ہے۔ اور دوسرا فعل اس کی بیٹی ہے۔ (حالانکہ بکر فاعل کے فعل اول کو کہتے ہیں اور عوان فعل ثانی کو۔ لیکن یہاں معاملہ الٹا ہے۔ مثلاً ایکدفعہ تو نے سخاوت کی تو وہ چونکہ اصل ہے اس لئے وہ تو ماں کے بطور ہو گئی پھر دوبارہ سخاوت کی۔ اب یہ دوسری سخاوت کی۔ اس اصل کے بعد ظہور میں آئی ہے اس واسطے یہ بطور بیٹی کے ہوگی)

۴۵۔ کبھی بار تو ان گھوڑوں کو تالاب کے گھاٹ پر پانی پینے کیلئے لیگیا (جہاں پر جانا سخت مشکل کام تھا کیونکہ سیراب کرنے میں انسانوں کی جانوں کیلئے سخت مشکل ہوتی ہے (گویا وہ رہن رکھی ہوئی ہیں)

۴۶۔ اس تالاب پر گویا دو قسم کے ستارے غرق تھے (یعنی صفائیِ آب کے باعث ستاروں کا وہاں عکس پڑتا تھا۔ گویا وہ اس کے اندر ڈوبے ہوئے ہیں) پس اس میں بعض تو پانی کی سطح کے اوپر پھرنے والے ظاہر ہوتے تھے اور بعض تہ کے اوپر قایم دکھائی دیتے تھے۔

۴۷۔ گویا شبِ تاریک کے وقت کی حسین عورتیں (یا نوجوان حسین عورتیں) اس تالاب میں کھیل کود میں مشغول تھیں کہ جلدی سے انپر وقت صبح آگیا اور اس تالاب میں انکے ہار (یا کنگن) رہ گئے۔

۴۸۔ گویا زیور دو حصوں میں تقسیم شدہ ہے۔ آدھا تو پانی میں ظاہر ہے اور دوسرا آدھا وہ ہے جس سے آسمان کی زینت ہے۔ (یعنی ہلال اسکے اندر نظر آتا ہے)

۴۹۔ گو ممدوح رات سے لڑائی کرتا ہے پس اس رات میں ہلال گویا رات کے اس پہلو کا پھل ہے (جو نیزہ زنی کے باعث ٹوٹ گیا ہے)

۵۰۔ اس رات نے (نیزہ زنی سے بچنے کیلئے) کہکشاں کی زرہ پہنی ہوئی ہے۔ لیکن پھر بھی ڈرتی ہے کہ کہیں نیزہ زنی اس کو پارہ پارہ نہ کرے۔

۵۱۔ یہ شعر مشکل ہے اصطلاحاتِ نجوم سے واقفیت کی ضرورت ہے۔ ثریا کے اردگرد دو ستارے مانے گئے ہیں۔ ایک کف الخضیب جو بجانب شمال ہے سرخ رنگ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے لغظی معنی رنگین ہتھیلی اور کفِ الجذماء جو مغرب میں ہے لفظی معنی کٹا ہوا ہاتھ کف الخضیب کی شکل تو ایسی ہے جیسے کھلی ہتھیلی اور کف الجذماء کی ایسی جیسے بند ہتھیلی۔ اب اس شعر کا مطلب سنئے۔

۵۲۔ گویا اس کے دائیں ہاتھ نے اے ممدوح تیری کوئی چیز چرائی ہے۔ اسلئے سرقہ کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹا گیا ہے (یہ اشارہ ہے کف الجذماء کی طرف جس کے لغوی معنی ہے کٹا ہوا ہاتھ)

۵۳۔ جب کسی جگہ تیرے خیمے لگائے جاتے ہیں۔ تو وہاں (علاوہ اور بہت ساری سخاوت کی چیز دینے کے) بڑے بڑے موتی بھی پھینکے جاتے ہیں۔ (قوت جنگ کے بعد قوت سخاوت بیان کرنے لگا ہے)

۵۴۔ نارلسپتان عورتیں وہاں کے نفیس جواہرات کو جمع کرلیتی ہیں۔ واقعی زیبا یہی ہے کہ ان جواہرات کو جمع کر دیا جائے اور محفوظ رکھدیا جائے۔ (تاکہ ان کے مکانوں کو ان جواہرات سے شرف حاصل ہو)

۵۵۔ صلح و لڑائی کے اندر اسکی دو تو ہتھیلیوں سے امان و خوف ہوتا ہے (صنعت لف و نشر غیر مرتب رکھی ہے)

۵۶۔ اس کی تلوار (جو دائیں ہاتھ میں ہوتی ہے) دائیں ہاتھ کو (دوسری چیزوں مثلاً عطا، دیگر اسلحہ سے) نہیں

روک دیتی ہے یعنی اس کی باگ (جو بائیں ہاتھ میں ہوتی ہے) بائیں ہاتھ کو (دوسری چیزوں سے) روکتی ہے

۵۷۔ پس تو ہر ایک حادثہ کے اندر دلیری سے صحیح راستے اور ہدایت کو حاصل کرلیگا جبکہ اور بزدل غلطی کریں گے۔

۵۸۔ تو اس آدمی سے جو اپنے آپ کو بچانے میں بہت مبالغہ کیا کرتا تھا۔ پوچھ کہ بھلا کس سبب سے بزدل مرگیا (مطلب یہ کہ بزدلی کام نہیں آتی۔ موت تو ضرور ہی آئیگی)۔

۵۹۔ کیونکہ اور بادشاہوں کا تجھ جیسے بادشاہ کے برخلاف جمع ہونا جسکی خالق حقیقی سے اعانت کیجاتی ہے محض جہالت ہے۔

۶۰۔ اس کی تلوار (بوقت ضرب کے) لفظ موت کی تعبیر اور ترجمانی کرتی ہے۔ جیسے کہ ترجمان کسی کلام کی شرح کیا کرتا ہے

۶۱۔ ہر ایک باغی کے اندر ایسا نیزہ ایسا گھس جاتا ہے۔ جیسے افعی سانپ تنگ بل میں گھس جاتا ہے۔

۶۲۔ تیرے نام سے ہر ایک بزرگی کا کنایہ و اشارہ ہوتا ہے۔ حالانکہ باقی (لوگوں کے) نام کا کنایہ یہ ہوتا ہے کہ یہ فلاں ہے (مطلب یہ کہ تیرے اندر تمام بزرگیاں جمع ہیں اور دوسروں میں نہیں)۔

۶۳۔ سخاوت کبوقت دیر و درنگ اس کے ہاں معدوم ہے۔ جیسے کہ شریف و اصیل گھوڑوں کے ساتھ سرکش گھوڑا نہیں پایا جاتا۔ (بلکہ وہ خراب گھوڑوں کے ساتھ ہوتا ہے)

۶۴۔ جب تو کسی قحط زدہ زمین کے اندر نازل ہو کر اسکا نام لیکر پکارے۔ تو (دیکھیگا) کہ ہر ایک اونچی زمین پر دسترخوان ہے

۶۵۔ پست زمینیں اسکی محبت و شوق کے مارے دراز ہو گئی ہیں۔ جیسے کہ پہاڑ کے اگلے نکلے ہوئے حصے کوتاہ ہو گئے ہیں۔ (بوجہ تواضع و نیاز کے)

۶۶۔ قریب ہے کہ بزرگیاں رضامندی کیحالت میں تجھ پر فدا ہوں اور یہ ان کا تجھ پر فدا ہونا کوئی تجھ پر احسان نہیں ہے۔

۶۷۔ جب وہ (بخل کو دور کرنیکے لئے) حملہ کریں تو تو ہی ان کا دایاں بازو بنتا ہے اور جب (اپنی خوبیاں بیان کرنیکو) بولیں تو تو ہی ان کی زبان ہوتا ہے (یعنی تیری ہی خوبیاں بیان کرتی ہیں مطلب یہ کہ انہی بزرگیوں کی صورت تیرے ہاتھ اور زبان ہیں)

(۴) یہ قصیدہ بھی مدح میں کہا ہے جبکہ ممدوح لے جسکی طرف یہ رقعہ یعنی قصیدہ بھیجا گیا ہی شادی کی تھی اور اسکے گھر میں نوکروں کا ایک گروہ تھا

پس وہاں سے اپنی زوجہ کے پاس آنے کے وقت انکو دوسرے مکان میں منتقل کر دیا تھا بحر خفیف ضرب اول قافیہ متواتر سے

۱۔ اے ممدوح تو سارا زمانہ ناز و نعمت میں باقی رہ۔ اور تمام امور میں تیرا حکم نافذ ہو۔

۲۔ ستارے تیرے مطیع ہوں اور تیرے دوستوں کو برگزیدہ جگہ میں خاص طور پر رکھیں۔

۳۔ وہ ستارے تیرے دوست یا حسد کے بارے میں (سعادت یا شقاوت کی) اپنی تاثیر نہ ڈالیں یہانتک کے تو انکو تاثیر کا اشارہ نہ کرے۔

۴۔ خدا تجھے یہ بزرگ نعمت مبارک کرے اور زندگی اور بزرگ کاموں کے قیمتی لباس پہنائے۔ (صیغہ امر کو دعا کے طور پر استعمال کیا ہے)

۵۔ تو اپنے اس تازہ و بارونق عیش سے فائدہ اٹھا جو تیرے پاس ترو تازہ و بارونق وقت (الربیع) میں آیا ہے

۶۔ یہ دنیا والوں کے نزدیک زمانہ کی تمام نعمتوں سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ بہتر سے بہتر مہینے کے وقت میں آیا ہے۔

۷۔ تو حضرت موسیٰ کی مانند تھا۔ کہ تیرے پاس حضرت شعیب کی (نکاح میں) آئی۔ ہاں فرق یہ ہے کہ تم دونوں کے اندر کوئی فقیر و محتاج نہیں ہے (حضرت موسیٰ کا بی بی صفورا بنت شعیب علیہ السلام جو قوم مدین کے رسول تھے کے ساتھ شادی کرنا معلوم ہے۔ مکمل قصہ قرآن شریف میں سورہ قصص میں مذکور ہے۔ فقیر کا اشارہ موسیٰ علیہ السلام کی کلام کی طرف ہے جو انہوں نے بھوک سے تنگ آکر فرمائی تھی۔ رب انی لما انزلت علیّ من خیر فقیر یعنی اے اللہ تعالےٰ میں اس بھلائی یعنی کھانے وغیرہ کا محتاج ہوں جو تو نے مجھ پر نازل کی۔)

۸۔ تیرا بلند محل محل کی اعلےٰ لڑکیوں (یعنی شہزادیوں) کو ہی اتارا کرتا ہے۔

۹۔ ممدوح کے گھر کے آنگن سے روشن فجر کی روشنی کے خوف کے مارے اسکے غلام جو چمکدار ستاروں جیسے تھے (دوسرے مکان میں) چلے گئے (دلہن کو فجر سے تشبیہ دی ہے۔ اور ان نوکروں کو ستاروں سے۔ قاعدہ ہے کہ صبح کے نمودار ہونے کے وقت ستارے چھپ جایا کرتے ہیں۔)

۱۰۔ اس کا محل افق آسمان کی طرح تھا۔ اب جبوقت سورج نے اس کا قصد کیا۔ تو تمام افق آسمان کے ستارے غائب ہو گئے (شمس سے مراد دہی منکوحہ بی بی ہے)

۱۱۔ اللہ رے یہ کیسی نعمت ہے۔ یہ کوئی بدعت اور عجیب کی بات نہیں ہے کہ سورج چاند کو اپنا تمام [illegible]

چاند اپنی روشنی کا استفادہ سورج ہی سے کرتا ہے۔ یہاں اس عورت کو سورج سے تشبیہ دی اور نوکروں کو چاند سے)

۱۲۔ وہ بی بی مثل موتی بڑے کے ہے جو نیز بے بلند مرتبہ کی وجہ سے سمندر میں ساکن ہے (اور یہ کوئی تعجب انگیز نہیں موتی ہمیشہ سمندروں ہی میں رہتے ہیں۔ (دریا بحر سے مراد ممدوح کی وسعت حالت وکثرتِ سخاوت ہے)

۱۳۔ تو چاشت کے وقت کا سورج ہے۔ پس تجھ سے صبح اپنی روشنی و نور کا فائدہ حاصل کرتی ہے (گویا اب اس بی بی کو صبح سے تشبیہ دی)

۱۴۔ تیرے پاس وقتِ ربیع آیا ہے۔ وہ حکم کردہ غلام کی طرح تیرے حکم کو پورا کرتا ہے۔

۱۵۔ اس ربیع نے۔ اے اسکے آقا! باقی بادشاہوں کو چھوڑ کر صرف تیری ہی خدمت کی غرض سے زمین کو سبز مخمل کا لباس پہنایا ہوا ہے۔

۱۶۔ پس زمین اپنے سبز زبرجدی لباس کو پہن کر ناز سے چلتی ہے وہی صبح کے وقت (شبنم کے قطروں کے پڑنے سے) پراگندہ موتی ہو جاتا ہے۔

۱۷۔ ہر ایک اونچی زمین نباتات کے چھوٹے سے کپڑے میں (ربیع میں سبزی چھوٹے ہی قد کی ہوتی ہے) ناچنا چاہتی ہے۔

۱۸۔ جس دن تیرے اس امر کا عقد (یعنی نکاح) ہوا۔ وہ یوم عید ہو گیا۔ اسلئے لوگوں نے اس کا نام عید سرور رکھا

۱۹۔ اگر اسکی عید بغیر ہلال کے ہو گئی ہے (جیسے کہ متعارف ہے کہ ہلال کے دیکھنے سے ہی عید ہوتی ہے) تو اس امیر کا چہرہ ہلال روشن ہے۔

۲۰۔ ممدوح لوگوں کو آنکھ سے خوش آیند کرتا ہے حالانکہ وہ اسکے خوف سے ہیبت کھاتے ہیں۔ پس گویا وہ آنکھوں میں (بوجہ محبت کے) اور سینوں میں (بوجہ خوف کے) بسا ہے۔

۲۱۔ اس نے شہر و جنگل والوں کو خوش کیا ہے۔ یہاں تک ان سے تجاوز کر کے اہل قبور کا قصد کیا ہے۔

۲۲۔ ان کی روحوں کو واپس لوٹایا ہے۔ (بوجہ کمال خوشی کے) پس اگر خدا کا خوف نہ ہوتا تو وہ یوم نشور (جب تمام مخلوق قبروں سے زندہ اٹھیگی) سے پہلے ہی زندہ کھڑے ہو جاتے (خدا پناہ اسقدر مبالغہ ہے۔)

۲۳۔ تو اپنے دشمنوں کی بابت نہ پوچھ کہ وہ کہاں ٹھکانا رکھتے ہیں (یعنی دوزخ ہی میں ہیں) وہ تو خدائے پاک جو لطیف و خبیر ہے۔ سے مل گئے ہیں (یعنی ان کی خبر اسکو ہی بخوبی معلوم ہے۔)

۲۴۔ مقام حلب (وطن ممدوح) دوستوں کیلئے تو جنت عدن ہے اور عہد توڑنے والے دشمنوں کیواسطے دوزخ کی

آگ

۲۵- یہ شہر بڑے سے بھی بڑا ہے۔ اسکی آنکھوں میں چھوٹے چھوٹے آدمی کی قدر بڑی ہوتی ہے۔

۲۶- پس توبق (دروازہ حلب پر ایک نہر ہے) لوگوں کے دلوں میں ایسی ہے جیسے سمندر۔ اور اسکے سنگریزے کوہ ثبیر (مکہ میں پہاڑ ہے۔ مذکور ہو چکا ہے) جیسے ہیں

۲۷- تو کل گذشتہ کے آنے تک (ہمیشہ) زندہ رہے کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ ایک دفعہ گزرنے کے پھر کبھی نہیں آئیگا۔

۲۸- پس تیرے سوا دوسرے بادشاہوں کا بلند کارناموں کے حاصل کرنیکا دعوے محض بے بنیاد اور جھوٹ ہے

(۵) یہ قصیدہ شریف ابو ابراہیم موسیٰ بن اسحاق کے اس قصیدے کے جواب میں کہا تھا جس کا اول شعر یہ ہے "تیری جدائی نے میری زخمی پلک کو بیدار کر رکھا ہے اور تیرا مکان دور ہی دور ہوتا جاتا ہے۔

بحر وافر ضرب اول و قصیدہ متواتر

یہ شریف وہی علوی خاندان کا ہے جس کو رسائل میں رسالہ نمبر ۹ لکھا تھا۔ اس کا باقی حال اس کے قصیدہ نمبر ۱۵ میں آئے گا۔

اسعد (میرا دوست) ڈر گیا جب کہ اس نے چمکنے والی بجلی کو دیکھا کہ وہ رات کو چل کر مقام حمی (یا محفوظ چراگاہ) لاعز حسیم اور رورمانده (مثل اونٹ کے) آئی ہے

۲ (اس بجلی کی ایسی حالت تھی) جیسے کوئی نوجوان آنکھ کو بند کرے تاکہ اونگھ کا مزا چکھے پس اسکی پلک دوسری زخمی پلک سے مل جائے تو گو وہ بند نہیں ہوگی بلکہ دوبارہ کھل پڑیگی یہی حال اس بجلی کا تھا۔ کہ کبھی چمکتی تھی اور کبھی معدوم ہو جاتی تھی

۳- وہ جب سرخ اور نشہ حالت میں حرکت کرتی تھی تو تو اس رات کو (جسمیں اس بجلی کی سرخی نظر آتی تھی) ایسے آدمی کی مانند گمان کریگا۔ جو زخمی شدہ ہو (اور اسلیئے اسکے رخساروں پر خون بہ رہا ہو۔)

۴- ہم میں اپنے ساتھی سے اسوقت یہ کہتا ہوں (مقولہ تیسرے شعر میں آئیگا۔) جبکہ بوجہ غم کے اس بجلی کو دیکھ کر وہ سرگردان تھا جس کا اثبات اور تحقیق بوجہ اسکی دوری کے نہیں کر سکتا تھا۔

۵۔ نیز میرے اس ساتھی کو باد جنوب اپنے قبیلہ سے ملنے کا شوق ابھارتی تھی۔ وہ بیچارہ (نوانی جگہ) متغیر تھا۔ اور وہ لوگ ایک بعید جگہ کا قصد کئے ہوئے تھے۔

۶۔ (میں نے کہا کہ) ایک علاقہ نجد کے رہنے والے کا سوز دل (ظاہر کرنا) بیعقلی ہے جبکہ وہ شام کی طرف کو کی ہوا کا جھونکا سونگھنے (یعنی تیرے اور قبیلہ کے درمیان بہت فاصلہ ہے۔ لہذا تمہیں ان کی ملاقات کا خیال ترک کرنا چاہئے)

۷۔ نیز تیرا نجد کی طرف آنکھوں کا جھپکانا (اور اس طرف گناہ کرنا) گمراہی ہے جبکہ وہ اس طرف چمکنے والی بجلی دیکھیں۔ ۸۔ وعادوں کی بیماریوں (یعنی جن وعادوں کی ایفا کی نیت نہ ہو۔) نے مجھے یہ سکھایا ہے۔ کہ ان (بجلی کے چمکنے اور ہوا کے چلنے) کے پیچھے صحیح بیماری ہے۔ (یعنی یہ علم کہ ایفائے وعدہ نہ ہوگا۔ غرض یہ کہ صرف میرا تخیل ہی ہے۔ ورنہ ملاقات کہاں؟)

۹۔ جب ہم (کچھ وقت رات کا سفر کرنے کے بعد) دشمنوں سے گزر گئے (اور ان سے بے خوف ہو گئے) تو ہم (طلوع آفتاب تک کسی منزل پر) اتر پڑے۔ حتی کہ صبح ہونے سورج نے کہا کہ بس اب چل پڑو۔

۱۰۔ ہم ایسی زمین میں اتر پڑے جہاں کبوتری کو گانے کا (یعنی خوش بشاش آدمی کو سرور و طرب کرنے کا) موقع تھا

۱۱۔ کیا بھلا میرے دشمنوں کو بندگان مسیح (عیسائیان روم جو ان دنوں مسلمانوں پر حملہ کرتے تھے) کا خوف ہو سکتا ہے جبکہ ہم اس ذات پاک کے غلام ہیں جس نے مسیح کو پیدا کیا۔ (بدیں طرف اشارہ ہے کہ عیسائیوں نے عیسیٰ کو خدا بنا لیا ہے)

۱۲۔ میں نے تمہیں واحد و بے نظیر دیکھا کہ تو نے اپنے عزم میں دوسروں کو حیران کر دیا جو شخص تجھ جیسی کامیاب رائے رکھتا ہو۔ وہ تو ہی ہو سکتا ہے۔ (اور کوئی نہیں ہو سکتا۔)

۱۳۔ پس (اسی کامیاب رائے کی وجہ سے) تو نے بچھڑے پر اونٹنی کے بچہ کو ترجیح نہیں دی۔ (یعنی جنگ اختیار کی جس میں گھوڑے کی ضرورت ہوتی ہے) اور نہ ہی گرامی قدر گھوڑی پر دودھ والی اونٹنی (جس نے بچہ جنا ہو) کو اختیار کیا۔ (یعنی اونٹنی کا دودھ اسکے بچے سے روک دیا بلکہ اسکی بجائے بچھیرے کو پلایا)

۱۴۔ تو رات جیسے سیاہ گھوڑے پر دشمنوں کے بکر (توڑنے) کے لئے چڑھا اور (صبح جیسے) دودھ کو اسکے لئے بجائے پانی کے تیار کیا۔ ۱۵۔ سب سے بڑا حادثہ (اور واقعہ) یہ ہے۔ کہ گرامی قدر گھوڑا ہو۔ اور اس کا مالک ایک بخیل مرد ہو (یعنی اس گھوڑے کو دودھ نہ پلائے۔ بلکہ زیادتی مال کی خاطر اونٹنی کے بچے کو پلا دے)

۱۶۔ اس گھوڑے کی ٹانگوں کے مابین کا فاصلہ جو کرہ ہوائی کی مانند ہے تجھے زمین کے اوپر آسمان دکھائیگا (وہ اتنا چوڑا ہے کہ اس کا ادھر کا حصہ تو آسمان جیسا ہے۔ اور نیچے کا زمین)

۱۷۔ وہ گھوڑا اصیل نسب ہے اور اپنی نسل میں سب سے سبقت لیجانے والا ہے۔ باوجود بار بار کی تھکان کے تو اسکو راحت و آرام والا دیکھیگا

۱۸۔ گویا اس کے جسم نے کثرت سے سیر ہو جانے کی وجہ سے اس کے شاہ کے پانی کا الکار کیا اور اندر سے باہر نکال دیا۔ پس وہ پسینہ ہو کر نکلا (چونکہ پسینہ سفید رنگ کا ہوتا ہے اسلئے کہتا ہے کہ جو دودھ اس گھوڑے نے کیوقت پیا تھا۔ گویا وہی پسینہ کی صورت میں باہر نکل آیا ہے۔ جیسے آگے کہتا ہے۔

۱۹۔ گویا ایڑی لگانے نے اس سے خالص دودھ کو ظاہر کر دیا ہے۔ پس اسکے دودھ نے اور صاف دودھ (یعنی پسینہ کو باہر نکال دیا ہے۔ ۲۰۔ حضرت علیؓ کی اولاد (جس سے ممدوح ہے) اعلےٰ گھوڑوں والے ہیں۔ لچکدار نیزوں اور چوڑی تلواروں کی زیارت کرانے والے ہیں۔

۲۱۔ عمدہ سے عمدہ گھوڑے تو وہی ہیں جن پر یہ سوار ہیں۔ غراب (غنی کا گھوڑا) لقامہ (حارث بن عباد کی گھوڑی جس کا ذکر رسائل میں آچکا ہے) اور جموح (اسلم باہلی بن عمرو کی گھوڑی) کو چھوڑے (اور ان کا ذکر نہ کر۔ غراب کوے کو کہتے ہیں۔ لقامہ شترمرغ کو اور جموع سرکش گھوڑے کو)

۲۲۔ بنی اسحاف (ممدوح اسحاف کا بیٹا ہے) نے جبکہ بزرگی (کی ہتک حرمت) مباح و جائز ہو گئی تھی اسکی ذمہ داری سے جہان والوں کی حمایت کی۔

۲۳۔ ابن احمد (ممدوح۔ غالباً احمد اسکے دادا کا نام ہے۔ کیونکہ باپ کا نام تو اسحاف ہے) کی شناخت اور دوستی نے مجھے امن و امان دیدیا ہے۔ پس میں اس جانور سے خوف نہیں کھاتا جو پیچھے سے نہ آئے۔ اور نہ ہی اس سے جو آگے آئے (یعنی بدشگون اور مکروہات سے کیونکہ ایسے دونو جانور بدفال خیال کئے جاتے ہیں)

۲۴۔ جب بزرگی کے گھوڑے کسی دن دسبقت میں مقابلہ کریں۔ تو سب ان شکاروں کی طرح (نحوست سے یعنی پیچھے) چلتے ہیں۔ جو شکاری کو اپنی بائیں جانب پیش کریں۔ (ایسا شکار نحوس و بدشگون سمجھا جاتا ہے) اور وہ تیرا گھوڑا اس شکار کیطرح (سعادت سے یعنی آگے) چلتا ہے۔ جو شکاری کو اپنی دائیں جانب پیش کرے (ایسا شکار نیک فال خیال کیا جاتا ہے)

۲۵۔ اگر کوئی شکست کھایا بادشاہ اپنے جھنڈوں پر اسکے نام کو لکھدے۔ تو (اسکی برکت سے) پے در پے فتوحات حاصل کریگا

۲۶۔ اے ابن محمد (پہلے احمد کہہ چکا ہے اور یہاں محمد۔ اسلئے کہ یہ نام دراصل ایک ہے یا ممکن ہے نبی علیہ السلام کے نام پاک کی طرف اشارہ ہو۔ کیونکہ یہ شخص علوی خاندان سے ہے تو گویا ابن احمد یا ابن محمد سے مراد اولاد نبی علیہ الصلوٰۃ ہے) گو مجد و سیادت رزق الٰہی (اور مقدر چیز) ہے۔ لیکن تو نے اپنی قدر و منزلت سے یہ مجد و سیادت حاصل کی نہ کہ

قضاو قدر سے (یعنی قضاو قدر تیرے انداز کے موافق ہی ثابت ہوئے ہیں۔)

۲۷ جس صاحب ہدایت نے تجھے اپنا ناصح دیکھا۔ (یعنی جس کی تو نے ہدایت اور نصیحت کی)۔ اس نے امام علی و حسین علیہما السلام کو گم نہیں کیا۔ (بلکہ تیری ہدایت و نصیحت سے گویا ان کی ہدایت و نصیحت حاصل کرتا ہے۔)

۲۸۔ اے ابن رسول (میری) یہ سواریاں (تیری طرف شوق کے مارے برانگیختہ کی گئی ہیں۔ اور جلدی کرنے کی وجہ سے نعل نہیں پہنائی گئیں۔ (جس سے پاؤں کو تکلیف نہ ہوتی۔)

۲۹۔ انہوں نے اول شب میں سفر کیا۔ (تاکہ دن کی تکلیف سے بچ رہیں) لیکن وسط شب کا خوف کھائی تھیں۔ (کہ کمین آجائے جس سے وہ اپنی منزل پر نہ پہنچ سکیں)۔ پس ان کی کجاووں کے اوپر مائل ہوکر (اپنی نیند کے اثر سے) رات گزاری۔

۳۰۔ وہ ڈرتی تھیں اور اسلئے تیز رفتاری سے جاتی تھیں) پس برابر تین راتوں تک وہ اپنی تیز رفتاری کی حالت میں قائم رہیں۔ اور اس حالت میں دکشیح گھاس ہی چرتی تھیں۔

۳۱ ان راتوں کی تاریکیاں ایسی تھیں کہ لوگوں کے اجسام ان کے اندر متشابہ اور بلا تمیز معلوم ہوتے تھے، سو جبتک ان اجسام کی جنس (یعنی مرد یا عورت وغیرہ) آواز نہ دیتی تھی۔ اسکو کوئی معلوم نہیں کرسکتا تھا۔

۳۲ پس (ان سواریوں پر) سال قحط گزرا (یعنی ایسے علاقے یا جنگل سے گزریں جو قحط زدہ تھے)۔ جہاں انہوں نے قحط زدہ لوگوں کے گھروں میں نہ کوئی صاحب انس پایا۔ اور نہ کتے کے بھونکنے کی آواز سنی (جو ہمیشہ آبادی میں ہوتی ہے)

۳۳۔ نہ ان سواریوں نے موسم ربیع والی ترگھاس سے کھیل کود کی۔ اور نہ ہی پیاس کی حالت میں حوضوں پر ورود کیا۔ (یعنی اپنی تیز رفتاری سے چلتی رہیں)

۳۴۔ پس میں قسم کھاتا ہوں کہ (اس تیز رفتاری کیوجہ سے) ان کی مثل نہ تو کرہ ہوائی کے سیاہ پرندے یعنی عقاب تھے۔ اور نہ جنگل کے وہ شتر مرغ جو چوڑی ٹانگوں والے ہوتے ہیں۔

۳۵ تیری ملاقات کے اس طرف (یعنی وہاں پہنچنے تک) بلند پہاڑ ہیں۔ جو نظر سے فوت ہو جاتے ہیں۔ (یعنی بہت ہی بلند ہیں۔) اور وسیع جنگل

۳۶ پس تمام سواریاں تیرے پاس (لاغری جسم کی وجہ سے گویا) روح بن کر آئی ہیں۔ حالانکہ ہم نے ان کو روح و جسم کی حالت میں چلایا تھا۔

۳۷۔ دنیا تیری فضیلت یا فضل و کرم کو ظاہر کرتی ہے۔ تاکہ وہ اس سے خلود دائمی حاصل کرے لیکن تو اس اظہار کو مکروہ جانتا ہے

۳۸۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ) بیشک اگر مہک اٹھے تو اسکو کوئی حصہ حظ حاصل نہیں ہے۔ ہاں البتہ اسکے مہک اٹھنے میں ہمیں حظ حاصل ہوگا)

۳۹۔ تیری خبر تو بیت المعمور (چوتھے آسمان میں مقابل خانہ کعبہ ایک مقام ہے جہاں ہر وقت طواف کرتے ہیں) کی چھت اور وہاں کے رہنے والوں تک پہنچ گئی ہے اور وہاں کے ساکنوں کی اس نے زیارت کی ہے (یعنی بلند رتبہ ہے)

۴۰۔ زمین کے اندر کا پانی شوق کے مارے تیری طرف بہتا ہے۔ اور اپنے آپ کو (تیری ملاقات کیلئے) بہنے کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔

۴۱۔ اگر تیرے گھوڑوں کے پاس سے مخلوط النسل گھوڑے گذریں تو وہ تیرے گھوڑے ان کو ان کی نامعلوم اور خراب نسل کے بدلے خالص نسل بخشدیں۔

۴۲۔ اگر تیری زینیں تاریکی کے اندر سیاہ گھوڑوں پر رکھدی جائیں تو وہ انکو صاف چمکدار بنادیں۔

۴۳۔ اگر بازل (جس کے دندان نیش نکلے ہوں یعنی ۹ سال کا) اونٹ تیری کلام کو سنیں تو ان کی آواز ایسی ہو جائے جیسے وہ کمزوری آواز جو سانپ کے منہ سے نکلتی ہے (یعنی تیری بلیغ کلام کے مقابلہ میں ان کو اپنی کلام بالکل ضعیف اور رکیک معلوم ہو)

۴۴۔ تو نے بیشک مجھے مشرف بخشا ہے اور میرا نام ہمیں بلند کیا ہے۔ اور مجھے حظ وافر دلایا ہے (ممدوح نے اس قصیدے میں جس کا جواب یہ قصیدہ ہے شاعر کا ذکر کیا تھا)

۴۵۔ ہاں اگر مجھے علم غیب ہوتا۔ تو میں تجھے کہتا کہ تو مجھے عمر دراز کا زاد دیتا۔ (یعنی چونکہ تو نے مجھے ہر ایک خوبی بخشی ہے اس لیے یہ بھی طلب کرتا)

۴۶۔ اس قصیدے کا ایک ہی وزن میں جواب ہونا ہی گناہ ہے لیکن کوئی مضائقہ نہیں میرا آقا معاف کرنیوالا ہے

۴۷۔ اور یہ گناہ اسلئے ہے کہ تیرے اشعار بہت اشعار سے بڑھے ہوئے ہیں۔ بس (تجھ جیسی) نہ میں نے مدح اور نہ تشبیب (جسے تشبیب کہتے ہیں یعنی آغاز قصیدہ میں محبوب کی جدائی اور لوازمات وغیرہ کا حال بیان کرنا) حاصل کی۔

۴۸۔ جو شخص کوہ رضوی (از مدینہ) کی بعض چوٹیوں پر اترنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ ضرور اس پہاڑ کے دامن میں اترےگا (یعنی تیری کلام ایسی بلند مرتبہ ہے کہ گویا اس کا مقابلہ کرنا کوہ رضوی پر چڑھنا ہے)

۴۹۔ تو نے علم ادب و دانش کے بحر کو چیر ڈالا۔ اور تیرے فکر نے (دوسرے لوگوں کے) سرکش فکروں کو اس بحر میں غرق کردیا۔

۵۰۔ شاعری ایک جادوگری کا نام ہے۔ تو نے ہمارا یہ باطل جادو سے (یعنی ناقص شاعری سے اپنی کامل شاعری کیوجہ سے) کھیل کود کی لیس اسی نے ہم نے خالص توبہ کی (کہ کبھی تمہارے مقابلے میں نہیں لکھیں گے)۔

۵۱۔ اگر عقیدہ تناسخ (مرنے کے بعد ایک روح کا دوسرے جسم میں چلے جانا جیسا اکثر ہندوں کا خیال باطل ہے) صحیح ہوتا۔ تو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوتا (کیونکہ تیرا نام خود موسیٰ ہے) اور تیرا باپ حضرت اسحاق ذبیح اللہ علیہ السلام ہوتا (یعنی تیرے اور تیرے باپ کے اندر خصائل انبیا موجود ہیں۔ اگر فی الواقع قول تناسخ درست ہوتا تو ہم تمہیں عین وہی پیغمبر سمجھتے۔ صحیح قول پر ذبیح اللہ حضرت اسحاق ہی ہیں۔ نہ کہ اسمٰعیل علیہ السلام ان کے ذبح کئے جانے کا قصہ عام مشہور ہے۔ اعادہ بے سود ہے)

۵۲۔ حضرت یوشع علیہ السلام (شاگرد موسیٰ علیہ السلام جو خود انکے بعد پیغمبر ہوئے انکی ایکدفعہ نماز عصر قضا ہو گئی تھی) خدا تعالےٰ کے حکم سے از روئے معجزہ کے انہوں نے سورج کو واپس لوٹا کر نماز ادا کی تھی) انہوں نے تو کبھی ایک دن سورج کو لوٹایا تھا۔ لیکن تو جسدن چہرہ ظاہر کرے تو اسی دن سورج کو واپس لوٹاتا ہے۔ (یعنی تیرا چہرہ سورج کی مانند ہے)

۵۳۔ خدا کرے کہ تیرا دوست دونو جہان میں کامیابی حاصل کرے اور تیرا دشمن موت کا ذائقہ چکھے جو اس کو (نا بعداوت سے) راحت دے دے۔

۵۴۔ جو شخص تیرے مکانوں میں علم حاصل کرنیکے لئے نہیں آتا۔ تو وہ تیرے سائلوں کے زمرہ میں طالب جود بن کر آتا ہے (یعنی تجھے علم و مال بہت حاصل ہیں)

۵۵۔ پس تو سلطنت میں تو حضرت سلیمان جیسا رہ اور عمر میں حضرت نوح (سلیمانؑ اور نوح علیہ السلام کا ذکر آچکا ہے)

(۶) یہ قصیدہ بھی مدح میں کہا ہے بحر وافر ضرب اول اور قافیہ متواتر ہے

۱۔ کیا میرا گھوڑا چاند کے اوپر کے رکھا جاتا ہے۔ یا جوزا (برج کا نام ہے۔ مذکور ہو چکا ہے) میرے نیچے بطور تکیہ کے ہے۔ (یہ استفہام تقریری ہے یعنی واقعی میرا رتبہ بلند ہے)

۲۔ چونکہ میں قناعت والا ہوں۔ اسلئے میں خیال کرتا ہوں کہ ستارے (یا پروین) مجھ سے کم رتبہ ہیں۔ لیکن (حق یہ ہے) کہ اظہار قناعت اور جہاد برابر ہیں۔ (یعنی بظاہر اگرچہ صفت قناعت آسان معلوم ہوتی ہے مگر درحقیقت وہ ایسی مشکل ہے جیسے جہاد

۳۔ جوانی جسوقت پیٹھ پھیر کر چلی گئی۔ تو اس نے مجھے سخت غم میں ڈال دیا۔ کاش کہ سالہا ئے جوانی ایک ایسی (رو) اگر کا

آواز ہوتے جس کو اطمینان دل کیلئے (واپس) لوٹایا جاتا ہے۔ (اور راگ ان کو کہا جاتا ہے کہ اسے پھر کہو تا کہ تسلی ہو)

۴۔ لڑکپن یعنی جوانی کا بڑھاپے کے بعد فائدہ حاصل کرنا اس صاحب اعتبار دوست کے فائدہ حاصل کرنے کی نسبت (جسکی دوستی میں خلل آگیا ہو) کوئی زیادہ محتاج و دشوار نہیں ہے (یعنی نفع نہ دینے میں ہر دو برابر ہیں)

۵۔ گویا میں اس حیثیت میں ہوں کہ بارش میرے نیچے ہے (اور میں گویا بادل کے اوپر ہوں) پس نہ تو مجھ کو باران ضعیف پہنچتا ہے اور نہ باران کثیر۔

۶۔ اے میرے پیچھے بھونکنے والے (یعنی میری کلام کے حاسد) ذرا ٹھیر جا۔ تاکہ تو مجھے یہ خبر دے کہ جمادات بھلا کب بولا کرتے ہیں۔ (یعنی تو میرے مقابلہ میں مثل جمادات ہے۔ تجھے وہ فصاحت کہاں)

۷۔ تیری وہ بے عقلی جس سے تو لوگوں کے شر کو اپنے ہاں سے دفع کرتا ہے۔ تیرے نزدیک عین عقلمندی ہے اور وہ گمراہی جس میں تو پھنسا ہے تجھے ذرا نفع ہے۔ تیرے لئے ہدایت ہے (یعنی تو اپنی بے عقلی کو عقلمندی اور گمراہی کو ہدایت مان بیٹھا ہے اس لئے کہ تجھے ان سے کچھ نہ کچھ دنیاوی نفع ہے۔)

۸۔ کیا میں بھلا گمنام ہوں جبکہ نجابت و شرافت میرا قول ہے (اور) کیا میں مفلس و نادار ہوں جبکہ عزت میرا مال ہی ہے (استغفرہم الکل علی)

۹۔ اور کیا امیر مروت کو پاؤں کا بستر لگنے کہ میری سواریاں اونٹوں و گھوڑوں کی میری حاجات کے حصول کیطرف سرعت رفتار سے چلیں۔

۱۰۔ اگر کہا جائے کہ کوئی شرف و بزرگی طلب کرو۔ تو ہم یہی کہینگے کہ ہمارا امیر ہماری خاطر زندہ ہے بس یہ ہم نہیں چاہتے

۱۱۔ وہ بیمار ہوا تو دنیا بیمار ہو گئی۔ اور نیچی اور اونچی زمینیں معہ اپنے رہنے والوں کے مضطرب ہو گئیں۔

۱۲۔ نیز اس کی (بیماری کی) دہشت و خوف کے مارے نیزے اور تیز ہندی تلواریں کانپتی تھیں۔

۱۳۔ بھلا دل پسلیوں کے اندر کیسے قرار پکڑ سکتا ہے۔ جبکہ اس کی بیماری کی وجہ سے تمام علاقے کانپ رہے ہیں

۱۴۔ اس نے بلند قیمت جواہرات سے ایک مکان بنوایا۔ جسکے ستون روشن ستارے تھے۔

۱۵۔ جس وقت چاشت کے وقت کا سورج اسکی طرف نظر کرتا تو بیقرار کرتا کہ اس کا اپنا لباس تو سیاہ ماتمی ہے یعنی اس محل کے مقابلے میں اسکی روشنی بطور سیاہی کے ہے۔)

۱۶۔ اگر اللہ تعالے (کا خوف) نہ ہوتا۔ تو لوگ کہتے کہ اس کی وجہ سے آسمان اب آٹھ ہو گئے ہیں۔ (کیا غلو کیا ہے)

۱۷۔ وہ روشن رو (اور باعزت) ہے قبیلہ غسان (جس کا ذکر آچکا ہے۔ اسی خاندان سے بہت سارے نامور بادشاہ ہو گزرے ہیں) نے اسکی نشو و نما کی جس کی عزت و غلبہ کے تابع ارم و عاد ہیں (عاد بن ارم بن سام بن نوح ع)

۱۸۔ امیر لوگ جفنہ کے بیٹے ہیں جو ابتک بھی زادو دشمنی یا سرکشی سے انکو روم کے قریب بسا دیا۔ (ملوک غسان میں دوسرا بادشاہ جبلہ بن جفنہ زبردست گزرا ہے۔ اس خاندان کا اخیر بادشاہ جبلہ بن ایہم تھا حضرت عمر کے عہد میں انکے پاس مسلمان ہوا تھا لیکن کچھ دنوں کے بعد اس نے ایک واقعہ کے باعث اسکی تفصیل لمبی ہے اس نے بنی فزارہ کے ایک آدمی کو طمانچہ مارا حضرت عمر نے اس سے قصاص لینا چاہا رات کو موقع پا کر دور نکل گیا اور ہرقل رومی سے ملکر پھر نصرانی ہو گیا لیکن ہمیشہ پشیمان رہا کہ لجاجت و شقاوت نے مجھ سے اسلام چھڑوا دیا۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے

۱۹۔ قریش (یعنی حضرت عمر جو قریش سے تھے) نے ارادہ کیا کہ ان کا قصاص لیں لیکن وہ ایسے تھے کہ کوئی انکا قصاص لے سکے۔ (یا قید کر سکے)

۲۰۔ اے گھوڑوں کے کھینچنے والے جو ہوائی کو غبار سے بھر دیتے ہیں (گویا مشک اچھال رہے ہیں) اور زمین پر انکے خون گرانے کے سبب سے گویا زعفران ہے۔

۲۱۔ نیزوں نے ان کی گردنوں کو خون آلودہ کر دیا ہے اور طوالت اور تناسب نے انکو لاغر کر دیا ہے۔

۲۲۔ دشمنوں کی کھوپریاں انکے نیزوں پر ٹنگی ہوئی ہیں۔ جیسے کہ شرمگین عورتیں موتیوں کا ہار پہنتی ہیں

۲۳۔ ان گھوڑوں پر ایسے آدمی ہیں جو ہر ایک لڑائی میں بہادروں کو پچھاڑنے والے ہیں۔ انکی نیند کم بیدار زیادہ ہے۔

۲۴۔ وہ زرہیں پہنے ہوئے ہیں سانپ کے کینچلوں (یعنی کینچلی) کی طرح جنکو اس نے پہاڑ کے نیچے پکڑ کے اپنی آنکھوں کے اندر انکو لے لیا ہے (زرہ کے حلقوں کو سانپ کی کھال سے ہر گول گول نقش ہونے میں تشبیہ دیا ہے اور اسکے بند آہن کے سروں کو گولائی اور اٹھے ہوئے ہونے میں ٹڈی کی آنکھوں سے)

۲۵۔ تمام ظلم والوں نے میری ہی طرف نظر کیا آج جنگلوں کو طے کیا ہے۔ اور گھر سے دوری نے انکو اٹھا لیا ہے۔

۲۶۔ کئی بار رات سے صبح کو ہم نے کر دیا (اور تلاش کیا یعنی رات کے سفر کی سختی کے باعث صبح کے منتظر رہے) جیسے کہ آگ سے خاکستر کر دی جاتی ہے

۲۷۔ اس صبح کے وقت سے تاریکی مرا کے بیماری سے تندرست ہو گئی لیکن ستارے ایسے ہی مریض تھے (درازی شب کے باعث) اور (مریض کی طرح) کوئی ان کی بیمار پرسی نہیں کرتا تھا۔

۲۸۔ اگر صبح طلوع کرے تو ان ستاروں کے طوق اور بیڑیاں تاریکی شب سے چھڑا دی جائیں (گویا وہ اسکے اندر قیدی تھے)

۲۹۔ سنگخوار پرندے ہمارے (طلب آب کیلئے) پیچھا لیتے تھے اور وہ چیز طلب کرتے تھے جسکو ہماری مشکیزوں نے اپنے اندر رکھا تھا یعنی پانی

۳۰۔ قریب ہے کہ وہ اونٹوں کی آنکھوں کو پانی کی جگہ تصور کر کے وہاں وارد ہوں لیکن ان جگہوں کا پانی تو ہمیشہ تھوڑا ہی ہے۔

۳۱۔ پس کسقدر انہوں نے دور دراز علاقوں کو عبور کیا۔ اور ہماری ساری کلام ہید ہید تھی۔ (اسمائے صوت ہیں جو اونٹوں کو ہانکنے کے موقع پر بولتے ہیں۔

۳۲۔ نیز اس پانی کو عبور کیا۔ جو درختوں کی جڑوں میں بہتا ہے۔ جہاں سے ہوا اس خوف کے مارے کتراتی ہے کہ وہاں کے کانٹے اسکو چیر پھاڑ نہ ڈالیں (راستہ کی دشواری کا ذکر کرتا ہے۔)

۳۳۔ سواریاں (تیزی نگاہ کے باعث گویا) چقماق سے آگ نکالتی تھیں لیکن جب چقماق نے اسکو نکالا تو وہ (شدت تاریکی شب کے سبب) اسے دیکھ نہ سکتی تھیں۔ (آنکھوں کی تیزی اور ظلمت شب میں مبالغہ کرتا ہے)

۳۴۔ اگر انسان کی آنکھ کی سفیدی صبح ہوتی تب بھی آنکھ کی سیاہی (یعنی پتلی) اس سفیدی سے روشن نہ ہوتی (گویا نہایت ہی تاریک رات تھی۔

۳۵۔ کئی ایک ایسی راتیں ہیں۔ جہاں میں وحشی جانور کو اپنی زاد راہ کھلاتا تھا۔ تاکہ وہی زاد راہ میرے لئے ان پر چھپا ہا ہے (یعنی تاکہ وہ جانور اس خوراک کو کھانے کیلئے قریب آئیں۔ اور میں ان کو کھانے کیلئے پکڑ دوں)

۳۶۔ پس میں ان جانوروں کو کھانا کھلاتا تھا۔ تاکہ میں ان کو اپنا طعام بناؤں۔ یہ ہے کہ دوستی کئی ایک جدائی کو کھینچ لاتی ہے۔ (یعنی ان کا سبب بنتی ہے جیسا ان جانوروں کے معاملے میں کہ پہلے مجھ سے جدا تھے اب مل گئے۔)

۳۷۔ وہاں میں نے نیند کو ترک کر دیا تھا۔ اور ایسی سرزمین کی زیارت کی تھی۔ جہاں نیند نازل ہونے سے ڈرتی تھی۔

۳۸۔ اے ممدوح میں تجھے دیکھتا ہوں کہ جو مال و متاع تیرے پاس سہولت سے آئے تو اس پر نادم ہوتا ہے خواہ پے در پے بارشیں تجھ پر سونا بھی برسائیں۔

۳۹۔ پس تو سوائے اس مال کے جو تجھے نیزہ زنی یا ضرب تلوار عطا کرے۔ تو کوئی مال ہی شمار نہیں کرتا۔

۴۰۔ تو ہر ایک مال وافر کو جو کبھی تو نے علاوہ اکٹھا کیا ہے۔ فنا کر دیتا ہے۔ کیونکہ تو جانتا ہے کہ اس کا انجام فنا ہے۔

۴۱۔ تو نے جنگ سے الفت کی ہے۔ یہاں تک کہ تو گویا کہتا ہے کہ دونوں کی صلح کے بعد موافقت بگڑنے میں نہیں آتی۔ (تاکہ وہ جنگ کی تکالیف سے چھوٹ جائیں۔)

۴۲۔ زرہ تیرے سوا اپنی طبعی موت (بستر پر بغیر جنگ میں قتل ہونے کے) مر جاتی ہے۔ اور تلوار کا پرتلہ تیری گردن پر ہی بوسیدہ ہو جاتا ہے (یعنی ہمیشہ آلات حرب کو ساتھ رکھتا ہے۔)

۴۳۔ (مقامات عالیہ کے باعث گویا) تو سخت تیز ہواؤں پر سوار ہے۔ پس ان سے تو مقابلہ نہیں کیا جاتا۔ تو تمام جہان

والوں کا سردار ہے۔ تیرا کوئی نہیں ہے۔

۴۴۔ جب میں شمسی (نہایت ہی ایک مخفی ستارہ ہے بنات نعش صغریٰ میں) کو تیرے نام کا تیر مارتا ہوں تو اسکو اس تیر میں پرو دیتا ہوں۔ گویا تیری محبت یا میرے تیر میں راست طور پر ہے (کہ تیر خطا ہی نہیں کرتا۔

۴۵۔ تیری بلندی رتبہ ان شعروں کو جو وحشی جانوروں کی طرح بھاگنے والے ہیں (اور جو تیرے سوا کسی کے مطیع نہیں ہو سکتے مراد اشعار) میری طرف ہانکتی ہے۔ پس اب (میرے مقابلہ میں) زہیر بن ابو سلمیٰ اور زیاد یعنی نابغہ ذبیانی (جن کا ذکر آچکا ہے) جیسے شاعر کون ہیں۔

۴۶۔ جب میں ان اشعار کا انشاد کرتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ستاروں کا شکار نہیں کیا جاتا۔ (یعنی میرے اشعار بلندی رتبہ میں ستاروں کی مانند ہیں۔ اسلئے لوگ تعجب کرتے ہیں)۔

۴۷۔ یہ منجملہ ان اشعار کے ہیں جن کی میری طبیعت نے امداد کی ہے۔ اور میری قوت فکریہ اور شناخت نے ان کو آراستہ کیا ہے۔ (یا تحقیق تدقیق کی ہے)

۴۸۔ اگر تیری محبت کی زیادتی نہ ہوتی تو پرانا دنیا مال مجھے تیری مدح کی طرف حقیر و خفیف نہ کرتا (یعنی تیری محبت کی وجہ سے میں نے یہ قصیدہ لکھا ہے۔ نہ کہ حرص مال کے لئے)

۴۹۔ زمانے کی زبانیں تجھے چھپا کر کسی اور کو ظاہر کرتی ہیں گویا انکے دل کے اندر تو ہی چھپا ہوا ہے (تشریح آگے آتی ہے)

۵۰۔ پس اگر وہ زمانہ (منجملہ اور معانی کے) کوئی معنی مراد لیتا ہے۔ تو وہ تو ہی ہے (یعنی برگزیدہ مخلوق تو ہی ہے)

۵۱۔ قریب ہے کہ وہ اجل رسیدہ جو تیری تلوار کی ضرب سے موت حاصل کرے اسکے لئے یوم البعث ہی نہ ہو (یعنی اثر ضرب کے باعث قیامت کو بھی نہ اٹھے۔ خدا پناہ کیا مبالغہ ہے خدا ایسی بے دینی سے امان دے۔)

(۷) یہ قصیدہ بھی مدح میں کہتا ہے بحر کامل ضرب اول قافیہ متدارک

۱۔ بہت اوتی اور نالائق سوار وہ ہے جو مال غنیمت کی خاطر غارت کرے۔ پس (اے دل۔ یا دوست) تو بزرگیوں کو ہی اپنی غنیمت بنا تاکہ تیری تعظیم ہو۔

۲۔ حسین عورتوں کے معاملے سے پرہیز کر کیونکہ یہ پرہیز کرنا ایسا امر ہے کہ اگر تو اس نے مخالفت کی تو پشیمان نہیں ہوگا (بلکہ بہت زیادہ ہوگا)

۳۔ میں تیرا قدیمی دوست ہوں سو تو میری نصیحت پر راضی ہوجا کیونکہ ہمیشہ پرانی تلوار کو ہی فضیلت ہوتی ہے (کہ وہ خوب لگاتی ہے)

۴۔ اس امیر کے تابع میں ہوجا تاکہ تو بلند رتبہ پر ہوجائے۔

۵۔ گویے زنگ کی (یا شریف، با عزت) حسین عورتوں کو معیوب سمجھ تیرے واسطے سوائے تلوار اور نیزے کے اور کوئی قصد ہی نہ ہو۔ (دوسرے شعر کا اعادہ کیا ہے)

۶۔ وہ امیر گھوڑوں کے ذریعے سے ہر ایک مصیبت عظیم سے اپنے آپکو بچاتا ہے۔ اور انکے باعث ہر ایک کثیر لشکر کی تڑا کھا اُٹھاتا ہے

۷۔ ان گھوڑوں کو ایسی نچلی (اور گہری) زمین میں زیارت کراتا (اور لے جاتا) ہے کہ اگر ہوا اسکے کناروں پر چلے تو سلامت نہ بچے (یعنی وہ جگہ نہایت خطرناک ہے)

۸۔ یا اگر موسم ربیع کا اول باران اس جگہ کی زمین کو طلب کرتا ہوا وہاں برسنا چاہے۔ تو موسم ربیع ختم ہو جاوے لیکن ابھی اس جگہ کی مٹی پر کوئی نشان (نباتات وغیرہ کا) ہی نہ ہو گویا وہاں سے بہت دور ہے۔

۹۔ بوجہ دوری کے ستارے اس میں ظاہر ہی نہیں ہوتے وہاں چودھویں رات کا چاند درہم کی مانند چھوٹا سا (بوجہ گہرائی کے) چمکتا ہے۔ ۱۰۔ ایسا ہی ہے (جیسا بیان ہوا) اور کئی ایک پہاڑ ہیں۔ جہاں کے لوگوں نے ان گھوڑوں کی نافرمانی کی تھی پس یہ گھوڑے اس پہاڑ پر منڈلانے والے پرندوں کے ساتھ (بلا کی طرح) نازل ہوئے۔

۱۱۔ اور ان گھوڑوں کو ہر ایک بلند پہاڑ کی چوٹیوں تک پار گزارے گیا۔ جہاں صرف عقاب کا گھونسلا ہے۔ پہاڑ بکری کا گم

۱۲۔ پس ان گھوڑوں نے وہاں انوق (مردار خوار پرندہ ہے جو اپنی نہایت ہی حفاظت و حمیت کرتا ہے) پرندوں کے گھونسلوں کو جا پامال کیا۔ جو ان سے سخت خوف زدہ ہوئے اور بچہ تو عقاب کے پرندے کا مہمان جا ٹھیرا۔

۱۳۔ ان پرندوں نے (گھوڑوں کی نزدیکی کو) جان لیا تھا لیکن خوف نے ان کو ضعیف کر دیا تھا لیس ۔۔۔ ضعف کے باعث اڑ نہ سکے۔ گویا انہوں نے جانا ہی نہیں۔

۱۴۔ کئی ایک بعید طراف والے لشکر ہیں جو صاحب مجد و شرف (یعنی ممدوح) سے ڈرلے گئے۔ اور ایسے گھوڑے ان پر جو بزرگ سیاہ سانپوں جیسے تھے۔ (یعنی زمین پر سانپوں کی طرح پھینکے گئے تھے۔) دوڑاتے تھے۔

۱۵۔ وہ گھوڑے ایسے بے آب و گیاہ میدانوں میں اشتر مرغ کے نیچے سے پوشیدہ پروں کو جو کناروں میں تھے بھوک کے مارے چیرتے تھے۔ (یعنی وہی پر جو وہاں گرے پڑے تھے کھاتے تھے) اور رات کو سونے والے سنگخوار پرندوں کو جگاتے تھے۔

۱۶۔ وہ تمام اپنے آپکو اکٹھے کرتے تھے تاکہ وہ اس مراد تک جو ممدوح چاہتا تھا پہنچ جائیں۔ پس ان میں سے جو بے بھوڑے پہلو والا گھوڑا تھا۔ وہ لاغر اندام بن گیا۔

۱۷۔ وہ بالکل دبلے ہو گئے۔ اور آگے سے ہر وقت کھینچے جانے کی وجہ سے خوب باریک پشت بن گئے اور ایسے ہو گئے گویا کہ انہیں کا ایک گرامی قدر گھوڑا جیسے سانپ کی بل (جیسی تنگ جگہ) میں ایڑی لگائے گھس جاتا ہے۔

۱۸۔ وہ گھوڑے ہر ایک سطح البنان گھوڑے کی جنس سے تھے جسکی زین ایسی تھی کہ وہاں سے پہنچنے کیلئے سوار لوگ سیڑھی لگایا کرتے تھے۔ (یعنی بلند قامت تھا)

۱۹۔ وہ روشن پیشانی اور تیز رو (یا طویل) تھے۔ گویا انکو لگام دینے والے کی انگلیاں لگام ان کو دینے سے آسمان کو جا حاصل کرتی تھیں (یعنی بہت ہی نفیس اور قابلقدر تھے۔ گویا ان کو لگام دینا ایسا تھا جیسا آسمان کو ہاتھ لگانیکا فخر حاصل کرنا)

۲۰۔ وہ گھوڑے ہر ایک اس گھوڑے کی جنس سے ہے جو وجیہ (مشہور سانڈ ہے مذکور ہو چکا ہے) اور لاحق (معاذ بن ابو سفیان کا نامور گھوڑا) کے درمیان مقابلہ کیا گیا ہے۔ (اور اُن دونوں سے مشابہ ہے) وہ تیرے پاس ان دونو کامل و نیک رو گھوڑوں کے مابین کی صفتیں لیکر آیا ہے۔

۲۱۔ گویا دن نے اس کی ٹانگوں کی اسپیدی کو بنایا ہے۔ اور شب تاریک نے انکے لئے سیاہ (جسم کا) لباس قطع کیا ہے

۲۲۔ ستارہ سماک (نہایت روشن ہے اصل ہیں دو ہیں سماک رامح و سماک اعزل۔ مذکور ہو چکا ہے) اس گھوڑے کو ایڑی لگانے سے (یعنی جب اسکو ایڑی لگائی جاتی ہے تو خوف کے مارے) مضطرب ہو جاتا ہے۔ اور دبا (وفاء مرزم یہ بھی ستارہ سر ہاہے منحوس شمار کیا جاتا ہے) کی پیشانی پر غبار جا پھینکتا ہے۔

۲۳۔ وہ دلہنوں کی مانند ہے کسی غارت سے سوا اپنے سموں کو خون آلودہ کرنے کے واپس نہیں پھرتا (عروس کا رنگین ہاتھ والا ہونا معلوم ہے)

۲۴۔ یہ گھوڑے بیدار ہے لیکن ان کا رہبر جو سانپ کی کھال جیسی زرہیں پہنے ہوئے تھے اور (مگر) شبر جیسا کام نہ آنیوالا سو گیا۔

۲۵۔ نیزوں کی دھاروں نے ان گھوڑوں کی ٹھوڑیوں (یعنی منہ کو) خون آلودہ کر دیا گویا ان کی باگوں کے لوہے کے دندانے خونِ سیاوشاں (یا مجیٹھ کی لکڑی یا رنگ) سے رنگے گئے تھے۔

۲۶۔ انہوں کے کھروں نے بلند غبار اٹھایا ہوا تھا۔ (جو گویا ایک عمارت کی صورت میں بن گیا تھا۔) اگر دشمن تیرے مطیع نہ ہوتے۔ تو وہ غبار شکستہ نہ ہوتا۔

۲۷۔ گرگسوں نے (اس غبار کو بلند پہاڑ سمجھ کر) وہاں انڈے دیئے تھے۔ اور وہیں بلندی پر خیمہ لگا دیا تھا۔ اور (انکے وہاں بچے بھی پیدا ہوئے) یہاں تک کہ وہ ان کے بچے خوب جوان ہوئے (قشعم بڑی عمر کی گدھ کو کہتے ہیں)

۲۸۔ وہ غبار بادل کے حوض کی طرف بلند ہوا (بادل کو حوض کہا گیا ہے) اسپر اسکا پانی غبار سیاہ سے ملنے کیوجہ سے میلا ہو گیا ہے۔

۲۹۔ وہ گھوڑے ایسے آدمیوں کو لائے جو (ہلکے پن میں) قمار بازی کے تیروں جیسے تھے۔ وہ بالکل غبار آلودہ تھے تلواریں رکھتے تھے۔ اور داغ دار تھے۔ (یعنی تلواروں کے نشان ان پر پڑے ہوئے تھے)

۳۰۔ پس وہ گھوڑے ترکوں کے تیروں سے جب وہ چلائے جائیں زیادہ تیز جانے والے تھے۔ اور قوم ولیم (مشہور قوم ہے) انکے بال گندھے ہوئے مثل زنجیر کے ہوا کرتے تھے۔ لڑائیوں میں کہتا تھے) کی لڑائی سے زیادہ قصد میں جانیوالے تھے۔

۳۱۔ یہاں تک (کثرت غبار سے) کہ انہوں نے پانی کو ناپاک کر دیا۔ اور مٹی کو (بوجہ خون گرنے کے) ایسا بنا دیا کہ وہ تیمم کے قابل نہیں رہی (کیونکہ خون ناپاک کر دیتا ہے)

(۸) یہ قصیدہ بھی مدح میں کہتا ہے بحر طویل ضرب دوم قافیہ متدارک

۱۔ اے ممدوح ہر ایک فخر و سیادت تیری طرف منتہی ہوتے ہیں۔ (آگے دعا کرتا ہے) پس تو زمانے اور لوگوں کو پرانا کر اور خود نیا رہ (یعنی باوجود زمانے اور لوگوں کے فناہ ہو جانے کے تو زندہ رہ)

۲۔ مجد و شرف تیرے دادا کیلئے تھے پھر تو نے ان کو حاصل کیا۔ اب قریب ہے کہ تیرے بیٹے کیلئے ان سے ایک مکان تعمیر کیا جائے (یعنی وہ بھی صاحب مجد و شرف ہوگا)

۳۔ زمانے کے سارے تین ہی دن ہیں یعنی کل گزشتہ۔ آج اور کل آنے والا۔ (اسی طرح مجد و شرف بھی تم تینوں کیلئے ہیں)

۴۔ چاند صرف ایک ہی ہے۔ لیکن وہی غائب بھی ہوتا ہے اور پھر روشنی بھی پاتا ہے۔ اسی طرح تم تینوں مجد و شرف میں ذات واحد کی مانند ہو۔ آگے پیچھے آنا کوئی اختلاف نہیں رکھتا)

۵۔ پس تو چاند کے مختلف نوروں کو بہت مخلوق خیال نہ کر کیونکہ تمام ایک ہی روشن ذات سے ہیں جو مختلف صورتوں میں آتی جاتی ہے۔ (پچھلے شعر کی تاکید کی ہے)

۶۔ ممدوح حسن کیلئے ہی احسان مخصوص ہے۔ اگر کوئی دوسرا احسان کرے تو وہ [illegible]

۷۔ اس کا جوہر ہر جگہ چلنے والا ہے جو اس کی ذات کا قصد کرتا ہے۔ [illegible] تیری طرف اصل [illegible] کر کے آیا ہے (یعنی اپنے باپ دادا کی پاک طبیعت سے صفت پائی ہے)

۸۔ اگر وہ اپنی نسب چھپا بھی لیویں تو ان کے مشہور ان کے افعال جو ہر ایک مجلس میں شاہد ہیں انکی نسبت بتلا دیں گے

۹۔ بیشک بادل کی عنایت (بارش) طلب کیجاتی ہے۔ حالانکہ اس بارے میں جو لوگ گمان کرتے ہیں [illegible] سمندر سے طلب جود کرتا ہے۔ (اسی طرح یہ لوگ اپنے باپ دادا کے نیک افعال کو وراثۃً حاصل کئے ہوئے ہیں۔

۱۰۔ قوم کا رہبر راستہ دکھاتا ہے حالانکہ رات تاریک ہوتی ہے۔ نہیں بلکہ وہ تالیسے (یا پرودین) سے روشنی پاتا ہے اور دوسروں کو دکھاتا ہے۔ (وہی پچھلا مطلب ہے)

۱۱۔ اے وہ جو بغیر ذلت کے (کیونکہ عقل بعض دفعہ ذلت دکھاتی ہے) کہ قوم سادات میں سے زیادہ عقلمند ہے۔ اور بغیر وعدہ تاخیر کے تمام سخیوں سے زیادہ سخی ہے)

۱۲۔ تو نے زمانے کی گردشوں کو پامال کیا۔ جیسے کوئی بدلہ لینے والا کیا کرتا ہے۔ پس ان میں سے اسکو جسکو تو نے بیڑیوں سے مقید نہیں کیا۔ ہلاک کر دیا (یعنی بیڑیوں والوں کو تو پہلے ہی ہلاک کر دیا تھا)

۱۳۔ اور تو نے اپنی طرف سے اس زمانہ کو تاخیر سکھا دی پس وہ اپنے جلدی کے کاموں سے) باز آگیا۔ اب جس امر کا وہ قصد کرتا ہے۔ اسکو ثبات سے اور سوچ کر کرتا ہے۔

۱۴۔ تو نے اسکو اپنی نعمتوں اور احسانات سے بوجھل کر دیا سو وہ انکو اٹھائے ہوئے ایسے سست آدمی کیطرح چلتا ہے جسکے پاؤں میں بیڑیاں ہوں

۱۵۔ اور دن (یعنی گردشیں) مجبوری سے تیرے مطیع ہو گئی ہیں۔ اور راتیں بھی تیرے ہاں اگر پناہ لیتی ہیں۔ پس اب جس کا قصد کرنا چاہے اسکو نیر بار (اور منتقل کرے)

۱۶۔ تیری نعمتوں پر شامل ہو کر قبیلہ زغاوہ (حبشیوں کا گروہ ہے) کی سات لونڈیاں (جو رات کے مشابہ ہیں) روم کے سات غلاموں (جو بوجہ خوبصورتی کے دن کے مشابہ ہیں) سے نکاح کیگئی ہیں (یعنی زمانہ جو سات دن اور سات راتوں کا بنا ہے۔ سارا کا سارا تیری نعمتوں سے بہرہ یاب ہے۔ اب جس کو چاہے تو ہلاک کر ڈال۔ تشبیہ نہایت بلیغ ہے)

۱۷۔ اگر تو نہ ہوتا تو ان امیہ (شام میں ایک شہر ہے رسائل ابو العلا کے پانچویں رسالہ میں مذکور ہوا ہے) کا قلعہ ہلاکت سے سالم نہ رہتا۔ حالانکہ اس نے اپنے جیسے دوسرے قلعے کو ہلاکت سے بچھاڑا ہوا دیکھا۔

۱۸۔ پس تو نے قامیہ سے ایسا قلعہ چھڑا لیا۔ جسکی پہاڑیاں (جس پر یہ تھا) اس حالت میں تھیں۔ کہ وہ بادل کو بطور چادر کے ڈھانپ لیتی تھیں (یعنی نہایت بلند تھیں)

۱۹۔ یہ قلعہ مسلمانوں کی سرحد پر اکیلا رہ گیا تھا گویا وہ اس کے منہ کے اندر دندان ریختہ آدمی کی ایک ہی باقی ڈاڑھ ہو

۲۰۔ تو نے اس قلعہ کو بذریعہ سمندر جیسے سبز لشکر (سبزی بوجہ کثرت استعمال اسلحہ تھی) کے چھڑا لیا جسکی سبزی پانی کی وجہ سے نہیں تھی۔ بلکہ بنے ہوئے لوہے (یعنی زرہوں) کے باعث

۲۱۔ گویا اس لشکر کے غبار کے اوپر مردار خوار پرندے جو گنگے ہوتے ہیں۔ (یعنی کم بولتے ہیں) ایسے ہیں۔ جیسے سیاہ بالوں والے آدمی کے سر میں بڑھاپے کے سفید بال نکل آتے (یعنی وہ سفید پرندے سفید بالوں جیسے باریک نظر آتے ہیں)

۲۲۔ ڈرپوک اور لڑائی سے بھاگ جانیوالے آدمی کے ہاتھ میں ہندی تلوار نرم شاخ کی طرح ہوتی ہے۔ (قضب ایک نرم گھاس کا نام ہے۔ شاخ بریدہ کو بھی کہتے ہیں۔ نیز ایک درخت ہے جس سے کمان بناتے ہیں۔)

۲۳۔ میں کب ایسے قافلے میں ہونگا۔ جو (ممدوح کی) ایسی منزل کا قصد کرے۔ جو ایسی بے نظیر ہو۔ جیسے وہاں کا رہنے والا شریف اور بے نظیر ہے۔ (شاید شریف سے مراد وہی شریف علوی ممدوح ہے۔)

۲۴۔ وہ قافلے والے رشد قم (نعمان بن منذر کا مشہور سانڈ تھا) کی نسل والے اونٹوں پر سوار تھے۔ گویا ان کے ہانکنے والے اس وقت جب کہ وہ قافلے والے رات کو آرام کرنے کیلئے اتر پڑے تھے۔ نیند لانے والی دوائی کو پینے والے تھے۔ (یعنی بہت ہی تھکان زدہ تھے۔)

۲۵۔ وہ سواریں جنگلوں کے نشانات راہ کو ایسی آنکھوں سے دیکھتی تھیں۔ جو تمام رات (کی سیاہی) کا سرمہ پہنے ہوئے تھیں۔ (یعنی وہ ساری رات چلتی رہیں۔)

۲۶۔ زمین نے بوجھ گھمانے کے ان کے انکے سموں کو خون آلودہ کر کے سونے کے رنگ جیسا بنا دیا تھا۔ اور انمیں سے ہر ایک منہ سے جھاگ نکالنے والے نے گویا چاندی کی چادر پہنی ہوئی تھی۔

۲۷۔ وہ ایسی معلوم ہوتی تھیں جیسے مرغان سمام (ایک قسم کا پرندہ ہے۔) آسمان میں جب کہ مشقت کی حالت میں انکو کسی پانی پینے کی اوپر کی جگہ ظاہر ہوتی ہے۔

۲۸۔ تو (اے مخاطب) اس جگہ کو پگھلی ہوئی چاندی گمان کریگا۔ پس اگر سورج وہاں نکل آئے تو اسکے اوپر پگھلے ہوئے سونے کی طرح بہنے لگے۔ (مطلب صاف ہے)

۲۹۔ اس جگہ کے ارد گرد روشن ستارے جبکہ وہ وہاں (اس پانی میں) داخل ہوتے ہیں۔ پراگندہ موتیوں جیسے معلوم ہوتے ہیں۔

۳۰۔ پس وہ ستارے اپنے جسموں کو جو پانی کے اوپر گرے ہوئے ہیں۔ (اور جو موتیوں کی شکل میں) لینے میں طمع کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ قریب ہے کہ وہ ان کو ہاتھ سے اٹھا لیں۔

۳۱۔ پس ان سواریوں نے اپنی گردنوں کو گویا آسمان جیسی چیز میں (کیونکہ ستارے آسمان ہی میں ہوتے ہیں) دراز کیا۔ پس ستارگان نسر اور فرقد کے درمیان سے تھوڑا سا پانی پی لیا۔ (گویا ایک طرف نسر تھا اور دوسری طرف فرقد۔ نسر اصل میں گرگس کو کہتے ہیں۔ نیز گرگس کی شکل کی آسمان میں ایک صورت ہے منطقۃ البروج سے جانب شمال کو۔ فرقد و ماہی سماک کا نام ہے۔ اس نام کے قطب کے نزدیک دو روشن ستارے ہیں۔)

۳۲۔ جب وہ سواریاں پانی پر اتری ہوئی تھیں تو ممدوح شریف کی سخاوت کی امنگ یاد آئی اسلئے وہاں سے تھوڑا سا پانی پیا۔

۴۳۔ مانو ایک آگ نظر آئی جو ممدوح کے مہمانوں کیلئے ہر ایک گہری اور اونچی زمین میں ایندھن سے بھڑکائی جاتی ہے۔

۴۴۔ یہ آگ اس وسیع جنگل میں نظر آئی جس کے اندر رات لمبے لمبے سجدے کرتی تھی۔ (بوجہ وسعت میدان اور اسکے خطرناک ہونے کے، گویا ختم ہونے میں نہیں آتی تھی۔) اور زمین تو عابد و راہب جیسا (سیاہ) لباس پہنے ہوئے تھی۔

۴۵۔ (قطب شمالی کے ارد گرد سات بڑے روشن ستارے ہیں، چار کو نعش کہتے ہیں اور تین کو بنات نعش) تمام قطب کے گرد پھرنے میں، اگر اس بات کے بنات نعش نعش ستاروں کو بلائیں۔ تو وہ بوجہ ظلمت شب کے وہاں تک نہ پہنچنے کے) مرجائیں اور بلانے والے (بنات نعش) کی آواز کو نہ سنیں (نعش جنازہ اٹھانے کو بھی کہتے ہیں۔ تو گویا موت کا لفظ ان کے عین مناسب ہے یعنی نعش کو بلانے سے اس کا خود اپنا جنازہ اٹھایا جاتا ہے)

۴۶۔ اس جگہ کے اندر زور کی تند ہوائیں، اپنے آپ کو چھپا رکھتی ہیں۔ یعنی بوجہ وسعت میدان کے وہ چلتے چلتے کمزور ہوجاتی ہیں۔ پس ان کا اثر ہی نہیں رہتا۔) اب اگر کسی سبزی یا ٹیلے پر چلیں۔ تو وہ ہرگز نہ پھرے

۴۷۔ دو تو قطب شمالی و جنوبی اس جگہ میں حیرت کی وجہ سے ثابت نہیں رہتے (بلکہ حرکت کرنے لگتے ہیں حالانکہ گول زمین کے گردش کرنے میں دو قطب ساکن رہتے ہیں۔ اور یہ حیرت بوجہ ان کی عاجزی اور سستی کے ہے کہ اپنی جگہ کو چھوڑنے سے عاجز ہیں)

۴۸۔ جسوقت سواری کے پیچھے بیٹھنے والے نے ممدوح کے ذکر کا راگ شروع کیا جبکہ یہ سواریاں تھک گئی تھیں۔ تو یہ اس شتر مرغ کیطرح جلدی سے چلیں جس کو پیچھے سے ہانکا جائے۔

۴۹۔ وہ (بوجہ تیز چلنے کی رغبت کے) اس جنگل میں پاؤں رکھنے سے بھی خوف کھاتی تھیں۔ گویا وہ یہ خیال کرتی تھیں کہ کسی متکبر بادشاہ کے سر پر چل رہی ہیں۔ (اور اسکو پامال کر رہی ہیں)

۵۰۔ وہ اس شب تاریک میں ہر ایک ندی سے ایسی بھاگتی تھیں جیسے بزدل سونتی ہوئی تلوار سے بھاگتا ہے

۵۱۔ اس ندی کے پانی پر وارد ہونے والوں کا عرصہ لمبا ہوگیا ہے (یعنی مدت سے کوئی وہاں پانی پینے نہیں آیا) اسلئے وہ بیکار پڑی ہے اور اس پر کائی پیدا ہوگئی ہے) یہاں تک کہ وہ زنگ آلود تلوار کی مانند ہے۔

۵۲۔ وہ سواریاں (اس ندی سے بھاگ کر) نہر بردی (دمشق اعظم میں ایک نہر ہے نیز طرسوس میں بھی ہے) کی طرف پھریں۔ یہاں تک کہ جب وہاں سے پانی پینے کیلئے منہ ڈالا (اور پانی کو جما ہوا پایا۔) تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوہا کی سندان چوسنے والی ہیں۔

۵۳۔ میں دیکھتا ہوں کہ بزرگی تلوار ہے۔ اور اشعار مدح اس کا پرتلہ ہیں۔ اگر تلوار کا پرتلہ نہ ہو۔ تو وہ (کمر میں) نہیں جا سکتی (کیونکہ پرتلے سے ہی تلوار کی زینت ہے اسی طرح بزرگی کی مدح سے ہے)

۴۴۔ تلوار کی عمدہ سے عمدہ پٹی وہی ہے۔ جو تازہ اور ہمیشہ رہنے والی تعریف کی بناتے ہو ۴۵۔ ممدوح کی ملاقات سے پہلے ہمیں ایسے قبیلے نظر آئے جو شکستہ نیزوں کو بار بار پیتے تھے۔ (یعنی دشمنوں کو قتل کرکے ان کا خون پیتے تھے۔)

۴۶۔ وہ گمراہ میں جب مختلف روش کی ہوا ان کے گھروں کو گھیرے۔ تو ہر ایک گھات کی جگہ میں اسکے لئے سواروں کو کھڑا کرتے ہیں۔ (تاکہ اس پر حملہ کرکے اسکو مسخر کریں)

۴۷۔ وہ ایسے گمراہ امرا (یا سردار) کی اطاعت کرتے ہیں گویا وہ زمانے کے برخلاف غلبہ والا ہے۔ جو جور و ستم کرتا ہے۔

۴۸۔ جب اسکے چرنے والے اونٹ بادل کی بجلی کی آواز (سنکر اس سے) بھاگتے ہیں تو یہ مشرقی ہندی تلواریں لیکر اس بادل کی طرف دوڑتا ہے۔

۴۹۔ یہ زمین خوب جانتی ہے کہ وہ تیرے ورثہ میں آئی ہے پس چاہیے کہ وہ اس بات سے شرف حاصل کریں بلکہ اس شرف سے بھی زیادہ۔ ۵۰۔ اگر تو چاہے تو یہ گمان کر کہ اس زمین کے اوپر رہنے والے تیرے غلام ہیں۔ اور اس بات کا گواہ اپنے پروردگار کو بنا وہ تیری ہی گواہی دیگا۔

۵۱۔ تیری یاد ہر ایک دل میں شوق بھڑکاتی ہے۔ یہاں تک کہ ٹھوس پتھر کے دل میں بھی (یہی صورت ہے)

(۹) یہ قصیدہ بھی طرح میں کہا ہے بحر طویل ضرب اول قافیہ متواتر

۱۔ اے (دوست) کیا تو نے اس بادل کو دیکھا کہ اس نے اپنے آپ کو سمندر میں (پانی پینے کے لئے) وارد کیا پس جب وہ سیراب ہو گیا۔ تو علاقہ نجد کی طرف (وہاں بارش برسانے کی خاطر) شوق کے مارے چلا

۲۔ لیکن ہواؤں کا بادشاہ اس کی طرف اپنا لشکر لیکر چڑھا پس اسکو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور اسکو اپنی مراد اور خواہش پوری نہ ہونے دی۔ ۳۔ میں اس بادل پر رو دیا۔ کیونکہ اسکی مراد اس سے فوت ہو گئی تھی۔ اس کا شوق (نجد کی طرف جانے کا) میرے شوق کی مانند نہیں تھا (یعنی میرا شوق نجد کی طرف اس سے زیادہ تھا) نہ ہی اسکا غم میرے غم جیسا تھا

۴۔ اسی طرح گردشیں مخلوق کو کوئی مقصد حاصل کرنے نہیں دیتیں نہ ہی وہ کسی چیز کو اپنے عہد (اور اصلی جگہ) پر باقی رکھتی ہیں۔ (بلکہ متغیر کر دیتی ہیں)

(۱۰) یہ قصیدہ بھی طرح میں کہا ہے بحر طویل ضرب سوم قافیہ متواتر

۱۔ میری پچھلی جانب اگلی جانب ہے اور اگلی پچھلی (یعنی میری حالت دگرگوں ہو جاتی ہے) جبوقت کہ بڑے لوگ

میری قدر نہ کریں۔ ۲۔ مجھ پر جہالت ظاہر کرنیوالا (حاسد) بھلا کس زبان سے مجھے عیب لگاتا ہے۔ حالانکہ ہوا چلنے میں میری ہی تعریف کرتی ہے۔ (یعنی جب کہ ہر جگہ میری تعریف ہے)

۳۔ حاسد نے گمراہی والے قول سے میرے بارے میں کلام کی۔ حاسدوں کا تمام کلام ہی فاسد اور خراب ہوتا ہے

۴۔ وہ بھلا کون کہ کلام میرے منہ سے اسکی طرف اٹھائی جائے اور اسکے اور میرے درمیان سفیر چلیں (یعنی اسکو میرے ساتھ ذرا سی مناسبت نہیں جسکی وجہ سے کوئی مقابلہ کی صورت ہو)

۵۔ اے رات کے بیٹے (یعنی نالایق حاسد۔ کیونکہ یہ مشہور ہے کہ جو عورت اخیر رات میں حاملہ ہو تو وہ نالایق لڑکا جنتی ہے۔ اول رات میں ہو تو ولادت عمدہ شمار کی جاتی ہے) میں صاحب دولت و ثروت ہوں اور اگر کسی وقت) مال و دولت مجھے محتاج کریں۔ تو قناعت ہی میرا مال ہے۔

۶۔ جب سے جاہلوں نے کہا کہ تجھ جیسا نالایق بھی شاعر ہے تب سے شعر اور شاعروں کا نام مٹ گیا ہے۔

۷۔ تو بھلا شعر کے سانڈ (یعنی قادر الکلام) یا شیر بیشہ پر بوجہ اپنی سفاہت کے حملہ کرنا چاہتا ہے حالانکہ تو خود دس ماہ کی حاملہ اونٹنی ہے (جو بوجہ حمل کے نہایت ہی ضعیف قوت والی ہوتی ہے)

۸۔ کیا قافیے اور اشعار ہمارے جھنڈے کے سوا کسی دوسرے کے ماتحت چل سکتے ہیں جبکہ ہم ان اشعار کے قائلین پر امیر و حاکم ہیں۔

۹۔ جو کوئی مصیبت عظیمہ ہمارے شہر والوں پر نازل ہوتی ہے ہم ہی اسکے بدلے لینے پر قادر ہیں۔

۱۰۔ کسی قبیلہ نے ہرگز ہم سے عزت کو نہیں چھینا۔ نہ ہی ان کے ہاں کوئی ہمارا قیدی رہا۔

۱۱۔ سماوہ (موضع ہے درمیان کوفہ و شام نہایت ہی خطرناک مقام ہے) کی چوڑائی میں کوئی بادل جس کے اندر بجلی چمکے نہیں چلا مگر یہ کہ ہماری قوم کا کوئی نہ کوئی بدرقہ (نگہبان) اسکے لئے تھا (یعنی اپنی قوم کی عزت میں مبالغہ کرتا ہے)

۱۲۔ اے جاہلو۔ ہم تمہارے محتاج نہیں ہیں۔ بلکہ تم ہمارے احسان کے محتاج ہو۔

(۱۲) یہ قصیدہ بھی مدح میں کہا ہے بحر کامل ضرب اول قافیہ متدارک یہ اشعار منجملہ ان اشعار کے ہیں جو اس نے ایک خیمہ کے پردہ پر جسمیں پرندوں کی صورتیں تھیں لکھے تھے

۱۔ حسن جانتا ہے کہ جس آدمی کو میں نے (یعنی پردہ نے۔ پردہ اپنی زبانی کہہ رہا ہے) چھپا رکھا ہے وہ چاند ہے۔ جو سفید بادل کے اندر چھپ گیا ہے (پردہ نشیں عورت کو پردہ کی حالت میں اسلیے چاند سے تشبیہ دی ہے جس کو

سفید رفیق بادل نے چھپایا ہوا ہو۔)

۲۔ اس پردہ نے پرندوں کو چھپایا ہوا تھا۔ (یعنی اس پر پرندوں کی صورتیں منقوش تھیں) جو اس بات سے غافل تھے بس نہ تو وہ اپنی جگہ چھوڑتے تھے اور نہ حرکت کر سکتے تھے۔ (کیونکہ بے جان چیزیں تھیں)

(۱۴) یہ قصیدہ بھی بحر میں کہا ہے بحر کامل ضرب اول قافیہ متدارک

۱۔ ہم نے اس حالت میں رات گذاری کہ ہمارا ایک رفیق تو لاغر اندام گھوڑوں کی زینوں پر تھا۔ اور دوسرا سخت قوی اونٹنیوں کے پالانوں پر (یعنی ساری رات اس حالت میں چلتے رہے)

۲۔ نیند نے ہمارے اس شخص کی عقل کو جس نے نیند چکھی چھین لیا۔ اور اونگھ لینے والی عقل کے بعض حصے اڑ لگئی

۳۔ پس وہ آدمی (اونگھ کے غلبہ کی وجہ سے) اپنی تلوار اور اسکے نیام کو چومتا تھا۔ (یعنی اسپر اسکا منہ جا لگتا تھا) اور اسکو نازک بدن و خراماں عورت کے احشاء گمان کرتا تھا۔

۴۔ یہاں تک کہ (نیند کے غلبہ کے باعث) ہمارا بایاں ہاتھ باگ کے پکڑنے سے کمزور ہو جاتا تھا۔ اور سوار کے دائیں ہاتھ سے چابک گر پڑتا تھا۔

۵۔ اے میرے اونٹ تو (اس روشنی کو جس کو دیکھ رہا ہے) تو سہیل یمن طلوع کرنیوالا گمان نہ کر بلکہ تو تو شام میں ہے جسے تو دیکھتا ہے آگ کا شعلہ ہے۔ جو آگ لینے والے کے پاس ہے۔ (گویا وہ اونٹ یمن کے رہنے والے تھے کہ سہیل دیکھنے کے وقت یمن کا شوق بھڑک اٹھا۔)

۶۔ یہ عواہم ہیں (شام کے اس نام کے کئی قطعے ہیں پہلے آچکا ہے) ہیں۔ نواحی کی بابت دریافت کر اور زرود اور دراکس کے مقاصد کو چھوڑ دے (یہ دونوں یمن میں موضع ہیں۔ دراکس تو وادی ہے۔ مطلب یہ کہ یمن کا خیال چھوڑ دے)

۷۔ جبکہ سورج ایسے آدمی کی طرح ہوتا ہے جو گوشہ چشم سے دیکھتا ہے۔ اور دیکھنے کے وقت اپنی پلکیں بند کر لیتا ہے (یعنی ڈھلنا شروع ہوتا ہے) تو مجھے اور میرے دوستوں کو گھوڑے سایہ سے ڈھانپتے ہیں۔ (ان گھوڑوں کا ذکر اگلے شعر میں آتا ہے۔ دو نو شعر قطعہ بند ہیں)

۸۔ وہ گھوڑے جل بھنے ہوئے تند خو اور سرکش ہیں۔ جب کہ ہوا چلتی رہتی ہے اور جب وہ ٹھہر جاتی ہے۔ تو وہ سرکش نہیں ہوتے (یہ سایہ کا اشارہ ان کی اس عادت کی طرف ہے کہ کسی منزل پر اترتے وقت وہ اپنی تلواروں اور کمانوں کو زمین میں گاڑ دیتے تھے اور ان پر کوئی کپڑا ڈال دیتے جس سے وہ گرمی کی تپش سے بچ جاتے)

۹۔بھیڑیا بوقت ہمارے نزول کے، ہم سے (اس کھانے میں جو ہمارے پاس تھا) مشارکت چاہتا تھا (کیونکہ نہایت بھوکا تھا۔ اور بہت لمبو کا تھا) لیکن اسکے سوا اور بھوکے اور غبار آلودہ محتاج فقیروں جیسے تھے (جنکو ہم کھانا دیتے تھے۔)

۱۰۔(ہم اس واسطے دوپہر کے وقت اترے) تاکہ وہ اونٹ اپنے سموں کو آرام دے دیں۔ کیونکہ ان کے اس طرف دن کا پچھلا حصہ (عصر کے بعد) اور شب تاریک کا اگلا حصہ تھا (یعنی شام سے انہوں نے ساری رات تک سفر کرنا تھا۔)

۱۱۔میں نے رات سے اسکے خوبصورت چمکدار ستاروں کو چھین لیا ہے۔ اور عمدہ سے عمدہ پہننے والے کیلئے ان کو ہار کی صورت میں پرو دیا ہے (یعنی میرے اشعار اس قدر بلند رتبہ ہیں کہ گویا روشن ستارے ہیں۔ جن سے میں مستحق اور قابل ممدوح کی تعریف کرتا ہوں)

۱۲۔میں نے ان اشعار (مثل ستارگان) کو قمار بازی کا تیر معلّی بخشا ہے۔ اور تیر نافس ہوتا عت نہیں کی اس حالت میں کہ میری طبیعت (ان معانی میں فائض اور جاری ہے۔ (جاہلیت کے زمانے میں قمار بازی کے دس تیر مقرر تھے تیر معلّی وہ تھا۔ جسکے سات حصے ہوتے تھے۔ اور نافس کے پانچ حصے مطلب یہ ہے کہ میں نے ممدوح کی اعلیٰ اشعار میں تعریف کی ہے۔ ادنیٰ میں نہیں کی)

(۴) یہ قصیدہ بھی مدح میں کہتا ہے بحر رجز ضرب اول قافیہ متدارک

۱۔(اے میرے دل یا دوست) کیا اس بجلی نے جو اس سنگلاخ زمین میں چمکتی ہے تیرے شوق کو بھڑکایا ہے جو نہر ضراۃ (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) اور فرات کے درمیان میں چمک رہی ہے۔ بغیر اسکے وہاں سے پانی پئے (یعنی خود بادل میں پانی کثرت سے موجود ہے)

۲۔اس کی چمک تلواروں جیسی ہے، جن کو سفید بادل نے حرکت دی ہے تلوار کا یہ حال ہے کہ وہ نہیں ڈراتی (یا تعجب میں نہیں ڈالتی) جب تک اسکو حرکت نہ دی جائے۔

۳۔وہ تلواریں ہمیں اس حال پر نظر آئیں کہ تاریکی شب کے پرتلے چھوٹے ہوئے نہیں تھے (جس طرح تلوار کا اصلی پرتلہ چمڑے سے ہوتا ہے اور بنا ہوا ہوتا ہے) انکے نیاموں کو اٹھائے ہوئے تھے (یعنی بجلی تلوار کی مانند تھی اور اس کا پرتلہ شب تاریک تھی)

۴۔ایسی وسیع جگہ میں (وہ بجلی چمکی) کہ اس کا دن بطور رات کے تھا۔ (یعنی وہ جگہ وسیع و خطرناک تھی جہاں رات لمبی ہو گئی تھی۔ گویا وہ دن سے مل گئی ہے) سوائے اسکے کہ اس رات میں ستارے تھے (جو باوجود تاریکی شب کے چمکتے تھے) ۵۔خود دن

کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ (یعنی رات بہت ہی تاریک تھی۔ ہاں کچھ ستارے تھے جو اسمیں چمکتے تھے۔)

۵۔ گویا وہ ستارے کبوتروں کا ایک گروہ ہیں۔ جو شب تاریک کے جال میں پھنس گئے ہیں۔ جہاں سے رہائی طلب کرتے ہیں۔ (لیکن اسپر قادر نہیں ہیں۔)

۶۔ سانپوں نے اس رات کے اندر اپنی کھالیں اتار دی ہیں۔ (جیسے وہ ہر سال کیا کرتے ہیں) اور ہوا کے رُخ ان کو پھینکدیا ہے۔ جیسے انسان پرانا کپڑا پھینک دیتا ہے۔

۷۔ جب باد صبا ان کے اندر پھونک مارتی ہے (تو وہ پھنکنے کی طرح ہو جاتی ہیں) اے مخاطب تو انہیں سونے کی ستون کی طرح جس میں مہرے کے آثار ہوں (جیسے تاگے میں منکے ڈالتے ہیں) کی طرح دیکھیگا (آثار مہرے سے وہ نقوش مراد ہیں جو سانپ کی کھیل میں ہوتے ہیں۔)

۸۔ اے اس رات کے چاند تو نے مجھے اچاشت کے وقت تک) سورج کے نکلنے کا وعدہ کیا تھا۔ حق یہ ہے کہ جب تک وعدہ پورا نہ کیا جائے اس کا شکریہ ادا نہیں کیا جاتا۔ (چنانچہ میں بھی تب ہی کرونگا۔)

۹۔ بھلا کس وقت میرا ایک دوست دوسرے دوست کو کہیگا کہ صبح جلدی سے ظاہر ہوگئی ہے پس تو بھی جلدی چل۔

۱۰۔ کب فجر طلوع کرے گی اور اسکے نیام (یعنی مطلع) کے اوپر ستاروں کا زیور ہوگا جبکو ابھی تک نہیں گیا (اور زیور کی طرح پرویا نہیں گیا)

۱۱۔ اپنی حاجات کو وہی شخص حاصل کیا کرتا ہے۔ جو اپنے امر میں جاری ہونے والا ہو (اور رکنے والا نہ ہو) اگر اسکی نوجوان اونٹنیاں عاجز نہ آجائیں۔ تو وہ عاجز نہ آئے۔

۱۲۔ وہ اپنے (سرخ موی سفید رنگ) اونٹوں کو دور مسافت پر قاصر گمان کرتا ہے۔ حالانکہ وہ ان ہرنوں کی مانند (تیز رفتار ہیں۔ جو دوڑتے وقت کودتے ہیں۔

۱۳۔ (وہ اونٹوں کے ذریعہ سے اسوقت حصول حاجات کیلئے سفر کرتا ہے) جبکہ چاند کے نور کا ستون دراز ہوتا ہے۔ (یعنی احرارات میں جب اسکی روشنی افق پر دراز ہوتی ہے) اور رات اس خاکستر گون گھوڑے (جس کی سیاہی سفیدی پر غالب ہو) کی مانند ہوتی ہے جس کی ٹانگیں کہنیوں تک سفید ہوں۔

۱۴۔ اے زمانہ تجھے خدا کا واسطہ ہے۔ تو اس رات کے کوے کو (یعنی رات جو کوے کی مانند ہے اسکو) صبح کے دوسرے سال والے (تجربہ کار) باز سے موت چکھا (یعنی رات کو گم کر اور صبح پیدا کر صبح کو سفیدی میں باز سے تشبیہ دی ہے)

(۱۵) یہ قصیدہ بھی مدح میں کہتا ہے جسمیں شریف ابو ابراہیم موسیٰ بن اسحاق کو اس قصیدے کا جواب دیتا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے۔ "اٹھاسٹھ سال کی عمر کے بعد حسین عورتوں کا وصال نامناسب ہے" بحر خفیف قافیہ متواتر

۱۔ اے میرے دونوں دوستو مجھے دوسری بار (صبر کا) پانی پلاؤ۔ کیونکہ میری روشن امیدیں (جن سے میری تکالیف رفع دفع ہوتی جاتی تھیں) فنا ہو گئیں۔ اور شب تاریک فنا نہیں ہوتی (درازی شب کی شکایت کرتا ہے کہ اسکے اندر میری امیدیں تو ختم ہو گئیں۔ مگر خود وہ ختم ہونے میں نہیں آتی۔)

۲۔ اگر تم نے لوگوں (اور دوستوں) کی دوستی کو بھلا دیا ہے۔ تو خیر مجھے تو ان آدمیوں میں سے مقرر کر لو جنکو تم یاد کرتے ہو۔

۳۔ کئی ایک ایسی راتیں ہیں جو اپنے حسن میں (بوجہ اس بات کے کہ ہمیں اپنے احباب کا وصل نصیب رہا) دن کی مانند تھیں۔ گو وہ سیاہ چادر (کی طرح) تھیں۔

۴۔ اس جیسی ایک رات میں لہو ولعب (عمارہ عیش) کی طرف ایڑی لگائی (یعنی اسکے حصول کی طرف گئے) جب کہ ستارے اس میں بوڑھے آدمی کی طرح ٹھیری ہوئی تھیں۔ (گویا بباعث درازی شب اسکو رستہ نہیں ملتا تھا۔

۵۔ کئی دفعہ اس (عمدگی عیش کے) وقت ہم نے اس عیش کی مدح کرنی چاہی۔ لیکن اس زمانے کی برائی کی وجہ سے ہم روک دیے گئے۔

۶۔ گویا اس زمانے کی زندگی کی برائی کہتے ہوئے (میں نے نہیں کہا۔ (مقولہ اگلے شعر میں ہے) اور چاند کا حال ہے کہ وہ ابھی بچہ ہی ہے (یعنی پہلی رات کا ہلال ہے۔ بدر بننے کی نوبت نہیں آئی۔) اور شب تاریک کی جوانی کا ابھی آغاز ہے۔ کہ مکمل رات کی تکالیف برداشت نہیں کیں۔)

۷۔ کہ یہ میری رات رنگبار کی دلہن ہے۔ جس پر بڑے بڑے موتیوں کے ہار (گلے میں) ہیں۔ (رات کو حبشی عورت سے تشبیہ دیتا ہے۔ اور ستاروں کو ان موتیوں سے)

۸۔ اس رات میں نیند میری پلکوں سے بھاگ گئی۔ جیسے کہ بزدل کے دل سے امن و سکون بھاگ جاتا ہے۔

۹۔ گویا ہلال ثریا سے محبت کرتا تھا (کہ دونوں برج حمل میں جمع ہو گئے ہیں۔) پس وہ رخصت ہونے کیوقت

ایک دوسرے کے گلے لگتے تھے۔ (جیسے عام دستور ہے۔)

۱۰۔ میرے دوستوں نے شب تاریک کی ہر دو گہرائیوں اور وسیع جنگلوں کی ہر دو گہرائیوں کے درمیان یہ کہا (مفعولاً آگے آتا ہے) جب کہ فرقد ستارے (بنات نعش صغریٰ میں دو روشن ستارے ہیں۔ مذکور ہو چکے ہیں) روشن تھے۔ (تاریکیٔ شب و بیابان کو سمندر کی تاریکی سے تشبیہ دیتا ہے۔

۱۱۔ (ان تاریکیوں کے سمندر میں) غرق ہیں۔ یہ دو ستارے جو خود تاریکی کے وسط میں غرق شدہ ہیں بمشکل ٹھہر سکتے ہیں۔ ۱۲۔ اور ستارۂ سہیل معشوق کے رخسارے کے رنگ اور عاشق کے خفقان دل کی طرح ظاہر ہوا (معلوم ہے کہ اس کا رنگ مائل بسرخی ہوتا ہے۔ جو معشوق کے رنگ کی صفت ہے اور وہ ہمیشہ حرکت ہوتا ہے جیسے عاشق کے دل کی حالت)

۱۳۔ وہ ستارہ (افق آسمان پر دوسرے ستاروں سے) مستقل اور علیحدہ ہے۔ گویا وہ نشان دار (جس کے سبب لڑائی میں پہچانا جاتا ہے۔) اسوار ہے جو دوسرے سواروں کے ساتھ مقابلہ کرنے کو باہر نکلا ہے۔ (یعنی دوسرے ستاروں سے لڑائی کرنے لگا ہے)

۱۴۔ وہ باوجود سرخی چشم کے پلک جلدی سے جھپکاتا ہے (جیسے کہ غضبناک آدمی کی آنکھ کرتی ہے۔

۱۵۔ دشمنوں کی تلواروں نے اس کو (بوجہ اس کی سرخی کے) خون میں لتھیڑ ڈالا ہے۔ اور دونوں شعریٰ بوجہ رحمت و شفقت کے اس پر روتے ہیں۔ (شعریٰ دو باریک اور اونچے ستارے ہیں۔ ایک کو شعریٰ العبور اور دوسرے کو شعریٰ الغمیصا کہتے ہیں۔ عرب لوگ دونوں کو سہیل کی بہنیں پکارتے تھے۔ عبور اسلئے کہتے ہیں کہ وہ کہکشاں سے عبور کر گیا ہے۔ یہ نہایت ہی روشن ہے۔ اور غمیصا اسلئے کہ دوری سہیل کی وجہ سے اسکی آنکھیں گویا روتی ہیں۔ اور اسی واسطے وہ کم روشن ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عبور کو اسلئے عبور کہتے ہیں۔ کہ اسکی نظر میں عنبرہ یعنی آنسو ہوتے ہیں۔ جب کہ وہ سہیل کو دیکھتا ہے۔

۱۶۔ اس کے دونو قدم پیچھے کو ہیں۔ اور وہ عاجز میں ایسے دوڑنے والے کی طرح ہے۔ جس کے دونو قدم ہی نہیں ہیں۔ (سہیل کے پیچھے دو ستارے ہیں۔ انکو قدمانِ سہیل کہتے ہیں۔ گویا کہتا ہے کہ اس کا معاملہ برعکس ہے۔)

۱۷۔ اسکے بعد شب تاریک (بوڑھے آدمی کی طرح) سفید رنگ ہو گئی (یعنی صبح نے طلوع کیا) اور چونکہ وہ ان روشن ستاروں کی جدائی سے (جن پر وہ عاشق تھی) ڈرتی تھی اسلئے اس نے اپنے بڑھاپے کے رنگ پر زعفران کا خضاب لگا دیا (تاکہ عیب چھپ جائے۔ بوڑھے آدمیوں کے ہاں خضاب کا لگانا معلوم ہی ہے۔ خضاب شب سے مراد وہ سرخی ہے جو طلوع فجر کے وقت ظاہر ہوتی ہے۔

۱۸۔ اس رات کی فجر نے اپنے نسر واقع پر تلوار کھینچی ہے پس وہ اڑنے کا قصد کرتا ہے۔ (نسر دو قسم کے ستارے ہیں۔ ایک نسر طائر کہتے ہیں جو دراصل کہکشاں کے ایک طرف اکٹھے تین ستارے ہیں۔ گویا پرندے کی مانند ہیں جس نے اڑنے کے لئے پر پھیلائے ہوں۔ دوسرے کو نسر واقع کہتے ہیں۔ وہ بھی تین ستارے ہیں کہکشاں کے دوسری طرف گویا وہ گرے ہوئے پرندے کی طرح معلوم ہوتے ہیں جس کے بال و پر اکٹھے ہوں اور پھیلے ہوئے نہ ہوں مطلب یہ کہ فجر کے نمودار ہونے سے ستارے گم ہو گئے ہیں۔)

۱۹۔ کتنے علاقے ہیں کہ گاوان وحشی اور بھیڑیوں کے درمیان میں بوقت صبح کاذب کے انکے اندر داخل ہو (یعنی ان جنگلوں میں صرف یہی وحشی جانور تھے۔ ذنب السرحان یعنی بھیڑیے کی دم۔ صبح کاذب کو کہتے ہیں وجہ تسمیہ ظاہر ہے)

۲۰۔ سواریوں کی آنکھیں ایک چشمے کو دور سے ٹکٹکی لگا کر دیکھتی تھیں۔ جسکے ارد گرد وسیع جگہ تھی (جیسے شہر کے گرد و نواح میں ہوتی ہے) لیکن وہ بغیر پلکوں کے تھی (جیسے آنکھ میں ہوتی ہے جب چشمہ کا ذکر کیا۔ جسکے ارد گرد وسیع جگہ تھی۔ تو اسکو خانہ چشم گمان کیا۔ اب یہ گمان بریں قول دور کرتا ہے۔ کہ اسکی پلکیں نہیں تھیں جسکی وجہ سے پانی لینا مشکل ہو جائے محجر کا معنی گوشہ احیسم و خانہ چشم بھی ہوتا ہے۔ لہذا ایہام واقع ہوا ہے)

۲۱۔ صفحہ روزگار پر دو شہیدوں یعنی حضرت علی اور امام حسین کے خون کے دو گواہ ہیں۔ (ان گواہوں کا ذکر آگے آتا ہے چونکہ ممدوح حضرت علی کے خاندان سے ہے اسلئے یوں ذکر کیا ہے)

۲۲۔ وہ دونو گواہ رات اخیر حصوں میں تو دونو فجریں (صبح کاذب و صادق) ہیں (جن سے مراد وہ سرخی ہے جو اول صبح نظر آتی ہے) اور اس رات کے اول ہیں دو لون شفق ہیں (جن سے مراد وہ سرخی اور زردی ہے جو غروب شمس کے بعد نمودار ہوتی ہے)

۲۳۔ وہ دونو (یعنی انکے خون) زمانے کی قمیص میں قائم ہیں۔ تاکہ یوم قیامت وہ زمانہ خدا تعالیٰ سے انصاف مانگنے کے لئے آئے۔

۲۴۔ ان بزرگوں کی اولاد ہمارے زمانے کی زینت ہے۔ جیسے انمیں کا ہر ایک بزرگ اپنے زمانے کی زینت تھا۔

۲۵۔ اے اس شخص کے بیٹے جو بمقام بدر (جس لڑائی کا ذکر رسائل میں آچکا ہے) جنگ کی صفوں کے آگے آنے والا تھا اور قبیلۂ غطفان (اولاد مضر جیسے کہ پہلے آچکا ہے۔) کی جماعات کثیرہ کو ہلاک کرنیوالا تھا۔ (مراد اس ذات سے حضور نبی علیہ السلام ہیں)

۲۶ (وہ نبی پاک) ان پنجتن میں سے ایک ہے جو ہر ایک لفظ و معنی میں مقصود بالذات ہیں (ویسے علم

منطق اور علم معانی دو مستقل فن ہیں۔)

۲۷- اور ان ذاتوں میں سے ایک ہے جو ستارہ مریخ (جس کا برج حمل ہے) اور برج میزان (سالولے برج ہے) کی پیدائش سے پہلے نور سے پیدا کی گئی ہیں۔ (ارواح کا اجسام سے پہلے موجود ہونا معلوم ہے)

۲۸- پیشتر اس کے آسمان پیدا کئے جائیں یا ان کے افلاک کو گردش کا حکم دیا جائے۔

۲۹- اگر ستاروں کا برج حمل (یعنی جس میں ایک ستارہ کی منزل ہے) ان پنجتن پاک سے مینڈھے کیطرح لڑے تو اسکے سر کے دو نو سینگ ہلاک ہو جائیں گے (برج حمل کے دو روشن ستارے ہیں جنکو قرنا حمل کہتے ہیں یعنی حمل کے دو سینگ حمل کے لغوی معنی بکری کا بچہ۔ نطح۔ حمل۔ راس۔ شرط کا مناسب الفاظ لانا مراعاۃ النظیر سے ہے۔ (وہ دونو ستارے قمر کی اٹھائیسویں منزل ہیں۔)

۳۰- یا اگر سماک (جیسے پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ اس نام کے دو ستارے ہیں۔ جو منازل قمر میں سے ہیں ایک سماک رامح اور دوسرا سماک اعزل۔ یہاں رامح ہی مراد ہے۔ جسکے معنی نیزہ مارنے والا کیونکہ اس کی شکل ایک آدمی جیسی ہوتی ہے) انکو نیزہ زنی کا ارادہ کرے۔ تو نیزہ زنی سے پہلے اس کا نیزہ شکستہ ہو جائے۔

۳۱- یا اگر ستاروں کا برج قوس ان کو تیر مارنا چاہئے تو قبضہ کمان اسے چھوٹ جائے۔ اور کمان کے دونو اطراف اسکی خیانت کرے (قوس چونکہ کمان کو کہتے ہیں۔ اسلئے یہ مناسباتِ شعریہ لایا)

۳۲- یا برج حوت انکی نافرمانی کرے۔ تو حادثوں کا شکاری اسکو شربت موت پلاوے (حوت چونکہ مچھلی کو کہتے ہیں۔ اسلئے یہ مناسبات استعمال کئے۔ ان چاروں اشعار کا مطلب یہ ہے۔ کہ گردشہائے ایام جوان برجوں اور کواکب سے پیدا ہوتی ہیں ان کا اثر ان پاک لوگوں پر ہرگز نہیں ہوتا۔)

۳۳- تو روشنی میں سورج جیسا ہے۔ گو بلندیٔ رتبہ میں زحل (جو بوجہ ساتویں فلک میں ہونے کے سب ستاروں سے بلند ہے) سے بھی تجاوز کر گیا ہے۔ (سورج کا چوتھے فلک میں ہونا معلوم ہے)

۳۴- اس ابن احمد (جس کا نام محمد بھی ہے) کا نام رسول اللہ صلعم کے نام سے موافق ہے۔ کیونکہ دونوں کی غرضیں بھی موافق ہیں۔ (ہر ایک کی غرض لوگوں کو ہدایت پہنچانا ہے۔)

۳۵- ممدوح محمد کی نیک خصلتوں نے بلحاظ وصف کے (لوگوں کے) فکروں اور ذہنوں کو بھی عاجز کر دیا ہے۔

۳۶- لوگوں میں اسکے چھ بیٹے ایسے ہیں جیسے بدنوں میں روحیں۔ (یعنی مقصود اصلی)

۳۷- پس (ممدوح سے ملکر) یہ سات طلوع کرنیوالے ستارے ہیں (قمر۔ عطارد۔ زہرہ۔ شمس۔ مریخ۔ مشتری

زحل ترتیب وار ہیں۔) اور ان میں سے کم سے کم مرتبہ والا چاند ہے (جو تمام ستاروں سے نیچے ہے۔ کیونکہ فلک اول میں وہی ہے جو اس دنیا سے زیادہ قریب ہے)

۳۸۔ انہی کی وجہ سے مالک حقیقی نے حوا علیہا السلام کی اولاد کو فضیلت دی ہے حتیٰ کہ وہ حیوانات سے بلند رتبہ ہو گئے ہیں۔

۳۹۔ بنی آدم انہی شریف آدمیوں کے باعث صاحب شرف ہوئے ہیں۔ (ورنہ ظاہر ہے کہ) گندم گون نیزے محض لکڑیاں ہی ہیں۔ جب انکو پیکان سے زینت نہ دی جائے۔

۴۰۔ جب یہ حالت ہوتی ہے کہ زمین جو (گھوڑوں کے غبار اڑانے سے) غبار آلودہ ہوتی ہے نیزہ زنی کے خون سے ایسی سرخ ہوتی ہے۔ جیسے رنگی ہوئی ادھوڑی۔

۴۱۔ تو یہ لوگ نالیوں کو (یعنی تلواروں کو جو ان سے مشابہ ہیں) کو نیاموں میں آٹھائے ہوئے اور زرہوں کو پہنے ہوئے مقابلہ کیلئے نکلتے ہیں۔

۴۲۔ وہ اپنے ہمسروں کو ایسی ضرب شمشیر مارتے ہیں جو انکی سعادت کو نحوست میں لوٹا دیتی ہے۔ جیسے ایک قرآن کا حکم اور کام ہوتا ہے۔ (دو ستاروں کے ایک ہی برج میں اور ایک ہی وقت میں اکٹھے ہونے کو قران کہتے ہیں بعض دفعہ یہ اجتماع سعادت پیدا کرتا ہے۔ جیسے زہرہ و مشتری کا اور بعض دفعہ نحوست جیسے زحل و مریخ کا)

۴۳۔ اور لڑائی کے عین گھمسان (کی شدت) کو اپنے خوبصورت منہ سے دور کرتے ہیں پس وہ منہ احسان و خوبی کا معدن اور منبع ہیں۔

۴۴۔ ہم نے شریف (ممدوح کے قول کا جواب قول سے دیا۔ (یعنی شعروں کا شعروں میں) گویا ہم نے مرجان جس سے ممدوح کے اشعار مشابہ ہیں) کے بدلے سنگریزے (خود اپنے اشعار) پائیے۔

۴۵۔ ممدوح کے الفاظ نے ہمیں ایسی بے انتہا خوشی بخشی ہے۔ جیسے عاشق لوگ راگ گانیوالی عورتوں سے خوش ہوتے ہیں۔

۴۶۔ پس ہم نے (ان الفاظ کے سننے سے گویا) خالص چاندی جیسی سفید چمکدار (شام کی) شراب پی اور ارغوانی رنگ کی نہایت سرخ شراب سے کراہت کی۔ (سفید شراب سے مراد خالص پانی ہے۔ یعنی حرام کو چھوڑ کر حلال کی طرف مائل ہوئے)

۴۷۔ اگر ہم اس منع کی ہوئی شراب کی طرف تجاوز کر جاتے۔ تو ہم ہر ایک سرخ انگوری اور پرانی (جو دیر تک

مشکوں میں مقید رہے۔ یا جوعانہ کی طرف منسوب ہو۔ کہ وہ شراب خیز جگہ ہے) شراب کے پینے کا رنج کھینچتے (یعنی اس کو پیتے رہتے)

۴۸۔ اور ہم بطور حقارت کے پیالوں سے شراب پینا چھوڑ دیتے۔ بلکہ خوشی حاصل کرنے کیلئے مٹکے کے مٹکے پی جاتے (لیکن تیری کلام نے ہمیں ممنوع شراب سے روک دیا)

۴۹۔ اے موتی (یعنی کلام ممدوح)! تو ایسے سمندر (طبیعت روان ممدوح) سے روان ہوا ہے۔ جس کی روانی کا رستہ خالی چھوڑ دیا گیا ہے۔ (یعنی روانی طبیعت میں کوئی روکاوٹ نہیں ہے)

۵۰۔ امرأ القیس (جس کا کئی بار ذکر آ چکا ہے۔ افضل الشعرا مانا گیا ہے) جیسا شاعر جب شاعری میں اس سے مقابلہ کرتے تو وہ اسمیں مصلیّ نہیں ہے۔ بلکہ سکیت (گھوڑ دوڑ میں جو گھوڑا دوسرے نمبر پر آتا تھا اسکو مصلی کہتے تھے اور سب سے اخیر والے کو سکیت)

۵۱۔ بس میری طرف سے اسی حرف روی (جس پر بنائے قصیدہ ہوتی ہے۔ جیسے اس قصیدہ میں آخر کا نون) اور اسی وزن یعنی کلام پر قناعت کرے۔ کیونکہ میرے فکر بھاری وزن والے ہیں۔

۵۲۔ یہ فکر افکار ان گردشوں کی وجہ سے ہیں جنہوں نے میری قوت فکریہ اور گویائی پر قبضہ کر لیا ہے۔ پس گویا وہ میرے دل اور زبان کو قید کئے ہوئے ہیں۔

۵۳۔ اے ابو ابراہیم (ممدوح) شاعری تجھ سے قاصر ہے جب کہ قرآن میں تیرا وصف بیان کیا گیا ہے (یعنی قرآن شریف میں نبی علیہ الصلوۃ اور آپ کی اولاد کا جن سے تو ہے وصف وا کیا گیا ہے)

۵۴۔ تمام جہان والے طبعی طور پر تیری محبت پلائے گئے ہیں۔ کیونکہ تو اہل بیت نبوی سے ہے جنکی محبت قرآن شریف میں فرض کی گئی ہے۔ جیسے حکم ہے۔ **قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودة فی القربٰی**) جو تمام دینوں میں فرض ہے۔

۵۵۔ مسلمانوں کو تیرے ساتھ اعتقاد صحیح ہے۔ جس سے انھوں نے ہدایت اور وضاحت حاصل کی ہے

۵۶۔ ایمان دار آدمی حدود ایمان کو تجھ سے (بطور روشنی کے) حاصل کرتے ہیں (کیونکہ تو اُن کا جاننے والا ہے)

۵۷۔ اس شخص کیواسطے جو زمانہ کی عبادت کرتا ہے (یعنی دہریہ کیلئے) تیرا چہرہ اور تیرے گھوڑے کا سیاہ غبار (بطور زمانے کے) دو جوانوں کے ہے۔ (یعنی دن اور رات)

۵۸- آتش پرستوں کا معبود تیری ہی تلوار ہے۔ اگر وہ آتش کی عبادت سے بے رغبت نہ ہوں۔ (یعنی ان کا آگ پوجنا گویا تیری تلوار کو پوجنا ہے۔ کیونکہ وہ اس سے مشابہ ہے)

۵۹- ہماری سواریاں حلب (صدر مقام ممدوح) میں حج کرنے کو جاتی ہیں۔ اگر وہاں سے رک بنتیں (یہ خبر سنکر کہ تو موضع حران میں گیا ہوا ہے) تو بمقام حران (یہ بھی شام میں ایک شہر ہے۔) میلان کرتیں۔

۶۰- وہ دوپہر کو شدت گرما کو دن ہی کے وقت سینکتیں (تکلیف سے برداشت کرتیں) تمام بعد وہ ساری رات (سفر میں) اس طرح گذارتیں کہ صلیان (جنگلی گھاس ہے) سے اچھو دتیں (یعنی یہ گھاس چر کر گذارہ کرتیں۔ لیکن سفر کی وجہ سے یہ گھاس گلے میں اٹکی رہتی)

۶۱- میری دونوں اونٹنیاں شوق کے مارے بڑبڑاتی تھیں۔ پس قافلے نے گمان کیا۔ کہ میرے ساتھ دونو مرزم شتارے (جن کا ذکر پہلے آچکا ہے) جارہے ہیں (سرعت رفتار کی تعریف کرتا ہے ارزمت اور مرزم میں صفت اشتقاق ہے)

(۱۶) یہ بھی مدح میں کہا ہے جسمیں ابو القاسم علی بن حسن بن جلبات کے اس قصیدے کا جو بحر طویل ضرب دوم قافیہ متدارک میں کہا گیا تھا جواب دیتا ہے

۱- تیرا دشمن تیرا قصد کرتا ہے۔ حالانکہ جوزا (جہاں تک تو بوجہ بلندئی رتبہ پہنچا ہوا ہے) اسکے قصد کے اس طرف ہے (یعنی اسکے واسطے ضروری ہے کہ تجھ تک پہنچنے کے لئے جوزا قطع کرے) فی الواقع وہ تو چاند کو پورا ہونے کے وقت عیب لگاتا ہے۔ (جو نہایت سنجیدہ غلطی ہے)

۲- اگر تیری کلام کے پرندے (یعنی مختلف مضامین کے اشعار بدیں وجہ کہ ان میں اکثر ان کا ذکر آتا ہے) بہت سارے ہو گئے ہیں۔ (تو کیا مضائقہ) عقاب کبوتروں کے برابر تو کبھی نہیں ہو سکتے (یہی حال میرے اور تیرے اشعار کا حال ہے)

۳- اگر ہماری وادی (شاعری) کی سبزی شعر سے ہو۔ (یعنی انواع واقسام کے اشعار مندرج ہوں) تو وہاں

جھاؤ کا درخت (جو دراز ہوتا ہے) تمام بوٹی (جو چھوٹی سی ہوتی ہے) سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔

۴۔ تیرے شکریہ کے حق کو کوئی نعمت والا (یا جس پر تو نے نعمت بخشی ہو) ادا نہیں کر سکتا۔ خواہ وہ تمام دنیا (کے مال) کو اپنی ذمہ داریوں کے ادا کرنے کے لئے خرچ کر دے۔

۵۔ پس تو اپنی مدح کو ان الفاظ سے (جن سے میں نے جواب دیا ہے) مجھ پر الزام نہ رکھ۔ کیونکہ اس کے التزام (لازم پکڑنے) کی حد تک پہنچنے سے میری قوتِ فکریہ قاصر ہے۔

۶۔ تو بلندی کے ایسے بلند پہاڑ کی چوٹی پر فروکش ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے (دوسرے پہاڑوں کے) درندے چاہتے ہیں کہ وہ وہاں کے بکریوں کے بچے ہوں۔ (یعنی بڑے آدمی تیرے ہاں خسیس بننے کو پسند کرتے ہیں پہاڑوں پر درندوں کا رہنا معلوم ہی ہے)

۷۔ تیز خوشبو مشک جو فخر کرتا ہے۔ تو صرف یہی دعویٰ (یا خواہش) کر کے کہتا ہے کہ وہ اس جگہ کی مٹی سے ہے۔

۸۔ جس وقت پہاڑی بکریاں جو ہانکی جاتی ہیں۔ اس جگہ کی پستی میں جا پہنچتی ہیں تو وہاں کی مضبوطی پناہ پر اعتبار کر کے وہاں اقامت کرتی ہیں۔ (ممدوح کی عزت وحمیت کی شان میں کہتا ہے)

۹۔ ایسی جگہیں ہیں۔ کہ اگر بوجہ عزت (ومحفوظیت) کے موت کا واپس لوٹانا ممکن ہو تو وہ آدمی جو اس سے ڈرتا ہے۔ ہرگز اس سے خوف زدہ نہ ہوتا۔

۱۰۔ جس وقت تیری دونوں ہتھیلیاں کسی سونے (برسانے والے) بادل کو چھوڑتی ہیں۔ تو وہ اس بادل کی تھوڑی سی بارش پر راضی نہیں ہوتیں۔

۱۱۔ یہ دونوں سفید بادلوں کی مانند ہیں۔ کہ جب سے اللہ تعالےٰ انکو پیدا کیا ہے۔ وہ سیاہ بادلوں کی طرف توجہ ہی نہیں کرتیں (حالانکہ سیاہ بادل میں زیادہ بارش ہوتی ہے۔ یعنی وہ دوسرے کسی بڑے سخی کی سخاوت کا لحاظ نہیں کرتا)

۱۲۔ گویا تو سفید بادل کا حوض (سمندر جہاں سے وہ پیتا ہے) ہے۔ جس نے اپنے آپکو اپنے سائل (یا پانی پرورد ہونے والے) کے لئے پست اور آسان کر دیا ہے۔ جو اس کی آنسو لانیوالی آنکھوں (یا بارش لانیوالے بادلوں یعنی سخاوتوں) سے بالکل سیراب ہو گیا ہے۔

۱۳۔ گویا تو سمندر کا موتی ہے جو پانی کی سطح پر ظاہر ہوا ہے۔ سو لوگوں لے اس سے جوڑے کے جوڑے

(یعنی کثرت بخشش) چن لئے ہیں۔

۱۴۔ گویا تو بیت اللہ کا رکن (یعنی حجر اسود جسے حاجی لوگ چومتے ہیں) ہے۔ جو لبطور قدرت کے دیا گیا ہے جو اپنے زیارت کرنیوالوں کے پاس چل کر آتا ہے۔

۱۵۔ جب تو نے مال کثیر کو حاصل کیا تو اسکو خرچ بھی کیا۔ اور اسکے اندر زمانے کو حاکم مقرر کر دیا ہے۔ پیشتر اسکے کہ وہ اس زمانے پر حکم کرے۔ (یعنی اسکو بند کرے)

۱۶۔ اگر سکندر ذوالقرنین (مشہور بادشاہ تفصیل کی حاجت نہیں) تیرے مال جتنا حاصل کرتا تو (بجائے پیتل کے پگھلے ہوئے سونے اور اس کی رگوں سے (جو کان میں ہوتی ہیں) وہ دیوار بناتا (قوم یاجوج ماجوج پر سکندر کا سد سکندری بنانا ہر ایک کو معلوم ہی ہے۔ مفصل قصہ قرآن شریف میں ہے)۔

۱۷۔ کیا بھلا ایک دن کیلئے بھی شیر بیشہ اپنے لئے خوراک کا ذخیرہ کرتا ہے۔ جب کہ چیونٹی اپنے لئے سال کا کھانا جمع کر رکھتی ہے (یعنی تو شیر کی طرح ہے اور باقی چیونٹی جیسے)

۱۸۔ کتنے علاقے تو نے چھوڑے ہیں۔ کہ تیری جدائی کے وقت وہاں کے سرداروں کے دل تجھ پر افسوس کرتے تھے۔

۱۹۔ اور قریب ہے کہ باد نسیم جو اس سردار کی سرزمین کی جانب سے آئے ہمیں اسکے غم و اندوہ کی خبر سنائے

۲۰۔ وہ ممدوح جاندار گھوڑے کی مانند ہے۔ جو باوجود اسکے وہ تھکا ہوتا ہے۔ تب بھی دوسرے گھوڑوں سے بڑھ جاتا ہے۔ بھلا اس وقت اس کا کیسے مقابلہ کیا جاسکیگا۔ جب کہ وہ دیر تک آرام لے چکا ہو۔

۲۱۔ وہ شیر بیشہ ہے۔ کہ اسکی قوم کی روشن پیشانی والے (باعزت) شیر اسکے آگے پیچھے گرد کھڑے ہوئے ہیں۔

۲۲۔ یہ قوم والے جلبات (جو ممدوح کا دادا ہے) کے بیٹے ہیں جو سخاوت کے لشکروں کو (لڑائی پر) بھیجنے والے ہیں۔ اور لشکر عظیم کے عین وسط میں لڑنیوالے ہیں۔

۲۳۔ کیا کبھی شب تاریک یہ دعوے کر سکتی ہے۔ کہ اسکے روشن ستارے سورج کی روشنی دیتے ہیں (تشبیہ واضح ہے)

۲۴۔ اسکے ہمسر کو نیزوں کی کثرت اپنی تلوار سے بے نیاز نہیں کر سکتی جب کہ لڑائی بھڑکائی گئی ہو۔ (یعنی اور ہتھیار نہ ہوں۔ تو ایک تلوار کافی ہے۔ لیکن تلوار کے نہ ہونے میں اور ہتھیار کام نہیں آتے۔)

۲۵۔ مخلوط النسل گھوڑا اپنی جل اور زین اور لگام کے زیور میں (مزین ہو کر) خالص النسل عربی گھوڑے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

۲۶۔ جو شخص جنگ (میں لڑنے) سے پہلے اسکی تلواروں کی آزمائش کرے تو وہ ان میں سے اس کی تیز تلوار کو کند تلوار سے تمیز کر لیگا۔ (یعنی جس طرح جوہر تلوار کو دیکھنے سے اسکی خوبی و عدم خوبی کا پتہ لگ سکتا ہے۔ اسی طرح ہم آدمی کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔)

۲۷۔ اگر سعید نہ ہوتا (ایک آدمی کا نام جس نے ممدوح کو بغداد کے چھوڑنے پر برانگیختہ کیا تھا۔ خاندان بویہ کے دوسرے بادشاہ عضد الدولہ خسرو نے جو ۳۳۸ھ سے ۳۷۲ھ تک حاکم فارس و عراق رہا۔ ممدوح کو بغداد کا عامل مقرر کیا تھا۔ جیسے آگے بیان ہوتا ہے) تو وہ ممدوح ستارۂ بزرگ کا ہمنشین ہوتا۔ (یعنی تمام امور بغداد اسکے ذمے ہوتے جن سے ان کی قدر و منزلت بلند ہوتی) جو زمین پر اسکے لئے اپنی نصف شراب گراتا۔

۲۸۔ اور شاہ عضد الجبلہ کی باقی نعمتیں بغداد کی طرف اسکے بعض اہتمام کو واپس لوٹاتیں۔ (یعنی اسے پھر بغداد کا والی مقرر کراتیں)

۲۹۔ ممدوح اس سعید کی طرف چلا جبکہ صبح مردہ تھی۔ (یعنی ساری رات چلتا رہا گویا صبح موجود ہی نہیں) گویا وہ اس تیزی رفتار سے مٹی سے اس صبح کی بوسیدہ ہڈیوں کی بابت دریافت کرتا تھا۔ (یعنی درازی شب سے تنگ آجانے کے باعث طلوع صبح کا طالب تھا)

۳۰۔ سوائے قویق (حلب کے دروازے پر نہر ہے۔ مذکور ہو چکی ہے) کے اور ہر ایک نہر سے اس نے منہ موڑ لیا۔ گویا اس نہر کے سوا دوسری نہر کو اپنی پیاس زیادہ کرنے والا گمان کرتا تھا۔ (یعنی اور کوئی نہر اسکی پیاس کو نہیں بجھا سکتی تھی۔ الغرض وہ بغداد سے اپنے گھر یعنی حلب میں آنے لگا)

۳۱۔ وہ بذریعہ ان سفید اونٹوں کے چلا جو زمانے کو قطع کرتا تھا۔ درحالیکہ وہ بالکل سیاہ تھا۔ (یعنی اس سے نور سفید جلوہ گر نہیں ہوتا تھا) گویا وہ اونٹ اس زمانہ کے دل [illegible] پر یہ دریافت کرتے تھے کہ اس [illegible] کون سے کریم و سخی آدمی ہیں۔ (تاکہ ہم ان کا یہ قصد کریں)

۳۲۔ یہ اونٹ ایسے ہلکے (اور تیز) ہیں کہ زمین ہموار و پست جہاں یہ نازل ہوتے ہیں سختی کی وجہ سے باوجود ان کی بیماریوں (تھکان و مشقت) کے اپنے شتر مرغوں کی خاکستر گونی (یعنی خاکستر گوں شتر مرغوں) پر فخر کرتی ہے۔

۳۳۔ جس وقت یہ اونٹ اس زمین کے اندر اپنے بچوں (جو ہلاک ہو گئے تھے) کے لئے آرزومند ہوتے ہیں (اور ان کے لئے نالہ و فریاد کرتے ہیں) اور کوئی بچہ ان کو جواب نہیں دیتا۔ تو وہ پرندے جو [illegible] سے نکلتے [illegible] جواب دیتے ہیں (ہام اور صدی فرضی پرندوں کا نام ہے جو باعتقاد عرب جاہلیت مردہ آدمیوں کی قبر سے [illegible])

تمے قہر لیعت محمدی نے ان سب کو باطل قرار دیا ہے)

۳۴۔ اگر وہ اپنی رفتار کے وقت اپنے سم کسی سونے والے کی پلک پر بھی رکھ دیتے۔ تو وہ اپنی نیند سے بیدار نہ ہوتا۔ (ان کی سرعت رفتار کی تعریف کرتا ہے)

۳۵۔ (جب یہ ممدوح ان سفید اونٹوں کو لیکر چلا) تو ہر ایک گھوڑا جو آجیہ (مشہور سانڈھ ہے بار کا ذکر آچکا ہے) کی طرف منسوب تھا۔ گویا اس کا لعاب دہن ہر دو سے پہلو سے بہکر تنگ پر گرتا تھا۔

۳۶۔ نیز ہر ایک ایسا سفید رنگ کا اونٹ (اس کے ساتھ) تھا۔ کہ اگر سوئی کے ناکے سے اس کو وہ ممدوح گزارنا چاہتا تو وہاں سے بوجہ اسکی لاغری اور کمزوری (یا باریکی) کے گذار دیتا ہے۔

۳۷۔ وہ اونٹ ہر ایک افق سے صبح کی روشنی کا منتظر تھا۔ لیکن سوائے اس کی روشنی کے جو اسکے منہ کی جھاگ سے پیدا ہوتی تھی۔ اور کوئی روشنی نہیں تھی۔

۳۸۔ ان اونٹوں نے عواصم (جن کا کئی بار ذکر آچکا ہے۔ شہر میں جن کا قبضۂ انطاکیہ ہے) کے پانی پینے کو یاد کیا۔ لیکن وہاں کے نیلگوں آب کثیر کے اس طرف نیلگوں نیزے تھے (یعنی اس پانی کا حصول مشکل تھا۔ صاف پانی اور عمدہ نیزہ کے اندر اکثر نیلگونی رنگ پایا جاتا ہے)

۳۹۔ اگر وہ پانی جو پیاس بجھائے۔ (جس کی ان اونٹوں کو بڑی حاجت تھی) ان پر بھی سلام کرکے گویائی کرے، تو یہ بوجہ غایت اشتیاق آب عواصم) اس کو سلام کا جواب نہ دیں۔

۴۰۔ کتنے پانی کے گھاٹ تھے جو چوڑے پتے والے اور پیچیدہ گھاس (جو پانی کی سطح پر نمودار ہو جاتا ہے) سے ڈھپے ہوئے تھے۔ ان پر یہ اونٹ نازل ہوئے۔ پس انہوں نے (بوجہ تیزی رفتار کے) وہاں کا پوشیدہ پردہ نہ اتارا (یعنی پانی نہ پیا)

۴۱۔ کئی ایک شام اور کرخ (بغداد میں ہے۔ پہلے آچکا ہے) کی سبزہ زار (یا قابل کاشت جگہوں) کے درمیان چشمے ہیں۔ جن کے پانی زہروں سے ملے ہوئے ہیں۔ (یعنی بوجہ خوف دشمناں وغیرہ کے وہاں تک پہنچنا مشکل ہے)

۴۲۔ گویا باد صبا اس جگہ کے اندر پوشیدہ دشمن سے ڈرتی ہے۔ کہ کہیں وہ اس پر وہاں کے بلند ٹیلوں کے درمیان سے حملہ نہ کردے۔

۴۳۔ وقت چاشت کی بلند روشنی وہاں سے بھیس بدلے ہوئے گذرتی ہے۔ اس خوف کے مارے کہ وہ بوجہ کثرت غبار کے اس پر ناگہانی نہ آپڑے

۴۴۔ وہاں دن ایسا گرم ہے۔ کہ چاند نے اسکے دوپہر کی سخت گرمی برداشت کی ہے جو اس کا رنگ وہاں کی گرم ہوا سے متغیر ہو گیا ہے۔

۴۵۔ یہ ایسے علاقے ہیں کہ انکے اندر ستارے (یا پروین) اپنا رستہ گم کر جاتے ہیں۔ اور وہاں کی تاریکئی شب خیال کو اسکے اندر نازل ہونے سے روک دیتی ہے۔ (یعنی زیارت محبوب کا خیال تک وہاں نہیں آتا)

۴۶۔ وہاں ایسی سخت تاریکیاں ہیں۔ کہ وہ موت کو بھی اندھا کر دیتی ہیں۔ اگر وہ انسان کے حالات ظاہر کرنے کے لئے موت کی خاطر سے پردہ نہ کھولتیں۔ تو موت ہرگز اسکے ہلاک کرنے کا قصد نہ کرتی۔ (یعنی اگر یہ تاریکیاں اسی طرح رہیں تو موت حیران ہو جائے۔ اور اسکو انسان تک رستہ نہ ملے)

۴۷۔ ان علاقوں میں رات نے یہ امید کی تھی کہ اس کی جوانی ہمیشہ رہے (یعنی کثرت غبار سے تاریکی وہاں ہمیشہ کے لئے رہے) لیکن جب ممدوح نے ان کو دیکھا (اور ان کی طرف آیا) تو وہ اپنی جوانی کے وقت سے پہلے جوان ہو گئی (یعنی دن ظاہر ہو گیا)

۴۸۔ پس اس ممدوح علی نے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو لاغر کر دیا۔ اور اپنے عزم کی پشت پر سوار ہو کر ان علاقوں کے پاس آیا (اور ان کو قطع کیا)

۴۹۔ وہ سواریاں بلاد عقیل (یہ قبیلہ از ہوازن) کو جیرتی پھاڑتی تھیں اور وہ قبیلے والے ہر ایک کامل سلاح پوش کے ذریعہ جس کا رزق تیز تلوار سے تھا۔ ترچھی نگاہوں سے دیکھنے والے تھے۔ (یعنی دشمن تھے۔)

۵۰۔ ممدوح اس پانی کے گھاٹ سے پہلے (جس کا اس نے قصد کیا تھا) ہر ایک ایسے آدمی سے ملا جو ہدایت سے غائب تھا۔ (یعنی بالکل جاہل) اور جو فعل قبیح کو اپنی مہاروں سے (مثل شتر کے) کھینچتا تھا۔

۵۱۔ اس کے نزدیک سخت سے سخت مصیبت جوان اونٹ کا ذبح کرنا تھا۔ (یعنی مہمان نواز نہیں تھا) اور اس کا مہمان اسکے کھانے سے تمام چیزوں سے زیادہ دور ہوتا تھا۔

۵۲۔ وہ صاحب طمع تھا۔ کوئی قافلہ اس کی زمین پر نہیں اترتا تھا۔ جو کوچ کرتے وقت ان کی شومی اور کنجوسی کے بارے نہ لدا ہو۔

۵۳۔ جس وقت مگس شب تاب (جسے ہم جگنو کہتے ہیں۔ کہ وہ آگ جو گھوڑوں کے سموں سے پیدا ہوتی ہے) یا صاحب قبیلہ محارب سے ایک چور یا بخیل آدمی تھا جو باریک و نرم ایندھن سے آگ جلایا کرتا تھا۔ تاکہ کوئی اسکے دھواں کو ہی نہ دیکھے۔ تاریکی میں سامنے آتی ہے تو یہ اپنا تھوڑا سا ایندھن لیکر اس کی آگ

کرنے کو دوڑتا ہے۔ (یعنی ہر ایک معمولی چیز کا طمع کرتا ہے۔)

۵۴۔ اگر کسی بیابانِ فراخ و بے آب میں اسکے خیمے لگائے جاویں (یعنی وہاں رہائیش کرے) تو سوسمار بھی اس جگہ سے بوجہ خوف اس آدمی کی شدت حرص کے دور چلی جاتی ہے۔

۵۵۔ اگر اس کے شتر جوان کی ہڈی (ایک دفعہ درست کرنے کے بعد) ٹوٹ جائے۔ تو بوجہ اس کی شکستگی یا دشواری کے چاہتا ہے کہ کاش اس کی بعض ہڈیاں اس پر فدا ہوتیں (اور ان ہڈیوں کی بجائے کام آتیں۔

۵۶۔ اس کے کان کی شنوائی میں بہ نسبت اسکے چرنے والے اونٹوں کی بڑبڑاہٹ کے اور کسی باجے کی تاروں کے نغمے عمدہ آواز والے نہیں ہیں۔ (یعنی اسکو اپنے مال سے ہی محبت ہے)

۵۷۔ اے میرے پروردگار کوئی بادل اس شخص کے گھر پر نازل نہ ہو۔ سوائے ان بادلوں کے جو اپنا پانی برسا چکے ہوں (اس پر بد دعا کرتا ہے۔ کہ خدا کرے اسکو سیرابی نہ ہو)

۵۸۔ اگر کوئی بارش والا ہی بادل ہو تو اس کو اس شخص کے گھر سے واپس لوٹا دے۔ اور سخت سے سخت موت سے اس کو سیراب کر۔

۵۹۔ اگر اس شخص کی اس ممدوح علی کے نزدیک حقیر شان نہ ہوتی تو ضرور اس شخص پر مذمت اپنے انتقام کی تلوار کھینچتی (یعنی ممدوح اس سے بدلہ لیتا)

۶۰۔ وہ ممدوح شہد (کی طرح نیک خصائل) ہے لیکن حادثوں نے بوجہ تلخی کے اسکو منہ سے باہر پھینک دیا ہے۔ جب کہ انہوں نے اپنے منہ کو اس کے نگلنے کے لئے کھولا ہوا تھا۔

۶۱۔ دشمن اسکے رعب سے ہیبت کھاتے ہیں۔ حالانکہ وہ ساکن (اور بغیر جوش کے) جیسے کہ مستقل ہونے سے پہلے انگارے کو ہاتھ لگانا ہیبتناک امر ہے۔

۶۲۔ کتنی تیز تلواریں ہیں جن سے خوف کھایا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ نیام میں ہوتی ہیں۔ اور پانی کی گہرائیاں ہیں۔ کہ ان کے اندر داخل ہونے سے پہلے دل ہولناک ہوتا ہے۔

۶۳۔ جسوقت تمام شہر (والے) ممدوح پر تعجب کر کے (یا اس کو پسند کر کے) ہنستے ہیں تو اس کا مال بوجہ اسکے ظلم وستم کے روتا ہے۔

۶۴۔ ممدوح اس مال کے کوچ اور ختم ہو جانے کے بارے اس سے اپنی حفاظت (یعنی حصول ذکر جمیل) کرتا ہے۔ حالانکہ کسی ایک مالک کا مال ہے جو اس کی مہر لگا نے سے (اور خرچ نہ کرنے سے) ضائع ہو گیا ہے۔

۶۵۔ اہل عراق نے (جب اس نے بغداد چھوڑا) اسکو برا بھلا کہا۔ فی الواقع زیادہ تر عیب جوئی کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ان سے کوچ کیا ہے۔ (ورنہ عیب کو اسکے ہاں کوئی راہ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ نیک خصائل آدمی ہے)

۶۶۔ پس وہ ممدوح لڑکپن کے زمانے کی طرح تھا جس کے اندر کوئی عیب نہیں ہے۔ سوا اسکے کہ مخلوق اسکے جلدی سے گذر جانے پر اسکو عیب لگاتی ہے (سو ممدوح نے جب بغداد چھوڑا۔ اور لوگوں کی عیب جوئی کا نشانہ بنا تو اس وقت وہ زمانۂ طفولیت جیسا ہے کہ فی نفسہٖ عیبناک نہیں)

۶۷۔ اگر بغداد استطاعت رکھتا۔ تو اپنے پہاڑوں سے ممدوح کو ٹھیرانے کی رغبت سے اس کو گھیر لیتا (اور اپنے ہاں سے نہ جانے دیتا)

۶۸۔ جس وقت ہوا کو پوشیدہ کرنے والا بادل بجلی کو روکنا چاہے۔ تو وہ اس کو پھاڑ دیتی ہے۔ اور اس کے تہ بر تہ اطراف سے بلند ہو کر نکل جاتی ہے۔ (یہی حال ممدوح کا ہے۔ کہ بغداد خواہ اُس کے روکنے کی کوشش کرتا۔ تب بھی وہ وہاں سے نکل آتا)

۶۹۔ مجھ پر علاقوں کے بادشاہوں کو نصیحت کرنا فرض ہے۔ اس نصیحت کو وہی ادا کر سکتا ہے۔ جو اس کے ادا کرنے میں جزا و ثواب کا خیال کرتا ہے۔

۷۰۔ ہر ایک قبیلہ کے سردار کو میں اس نصیحت سے مخصوص کرتا ہوں۔ اور اس قبیلے کے جاہل سے بوجہ تکبر کے میں اس نصیحت کو لوٹا لیتا ہوں۔

۷۱۔ وہ نصیحت یہ ہے۔ کہ ہر ایک وہ آدمی جو مال میں کامیاب ہوا ہے۔ فقیر ہے۔ جب کہ اس نے اس مال کو ممدوح علی کی کلام سے جمع نہیں کیا۔

۷۲۔ اس ممدوح کی مدح کو میں نے شاعروں کے لئے سنت (ایک طریقہ جس پر چلنا فرض ہو) بنا لیا ہے۔ جیسے کہ ابراہیم علیہ السّلام نے کعبۃ اللہ کے حج کو سنت بنایا تھا۔ یہ اشارہ ہے قرآن کی سورہ حج کی آیت کی طرف جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اے ابراہیم تو کھڑے ہو کر لوگوں کو پکار۔ کہ وہ تمام حج کو آئیں۔ ابراہیم السلام کے حالات پوشیدہ نہیں ہیں۔ لہذا یہاں ان کی حاجت نہیں)

۷۳۔ شیر بیشہ اپنی آواز سے اس ممدوح ہی کی حمد و ثنا کرتا ہے۔ اور اسی طرح ہرنی کا بچہ اپنی آواز سے۔

۴۷۔ اہل نطق (یعنی فصیح شاعروں) کے لئے یہ کلام میرا مذہب اور شریعت ہے۔ پس جب کسی نے میری اطاعت نہ کی اس نے اپنے امام کے حکم کے خلاف کیا (یہاں اپنے آپ شاعری کے امام ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ اور فی الواقع وہ اس بارے میں حق کہتا ہے۔)

تمت ترجمة الشاکر بعون اللہ القادر، فلہ الحمد الوافر المتوالی المتکاثر

منشی عبد المجید خوشنویس متصل لوہاری گیٹ لاہور

انتباہ

جملہ ناظرین ذی وقار و تاجران نامدار کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے کہ اس کتاب کے جملہ حقوق مترجم صاحب سے معقول معاوضہ دیکر خرید لیئے گئے ہیں اور بموجب ایکٹ مجریہ سنہ ۱۹۱۴ء اس کے حقوق میرے لیے محفوظ ہیں۔ کوئی صاحب چھپوا کر بالعوض لفع نقصان نہ اٹھاویں۔ اور جس قدر جلدیں مطلوب ہوں پتہ ذیل سے طلب فرماویں

المشتہر قاضی نورالدین بک سیلر و پبلشر مظفر گڈھ (پنجاب)

بی اے عربی کورس کا اردو ترجمہ ہر دو حصہ کامل بک ایجنسی لاہور سے بھی ملسکتا ہے

عقیدتمندان سرکار غریب نواز کیلئے تحفہ

یعنی

مکمل سوانح عمری خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ

سوانح عمری تاریخ کا سب سے زیادہ مفید حصہ ہے شریفانہ جذبات کو برانگیختہ کر کے کامیاب لوگوں کی مثالیں دکھا کر قومی و شخصی اصلاح کا کام جس قدر اس کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ اور طریقوں سے مشکل ہے۔

حضرت سلطان الہند خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ان معزز و برتر ہستیوں میں سے ہیں جنکی تمثیل دنیا کے لیے چراغ ہدایت کا کام دے سکتی ہے۔ آپ کے حالات میں اگرچہ متعدد کتب موجود ہیں لیکن ایسی کتاب آج تک نہیں لکھی گئی جس میں تسلسل اور وضاحت کو بھی مدنظر رکھا گیا ہو۔ اسلیے خواجہ کے عاشق صادق جناب مولانا ظفر حسین صاحب آزاد نے ہماری گذارش پر ایک مکمل و مستند سوانحعمری تحریر فرمائی ہے جس میں حضرت غریب نواز کے حالات کے علاوہ ان بزرگوں کے حالات کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ جن کے ساتھ خواجہؒ کی صحبت رہی ہے۔ خواجہ کے پیر طریقت حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے حالات بھی مندرج ہیں۔ بیان صاف اور ستھری زبان میں نوٹ اور حواشی سے اختلاف کی گتھیاں سلجھائی گئی ہیں۔ قابل مصنف نے بعض ایسے واقعات بہم پہنچائے ہیں جو اس سے پہلے پردہ اخفا میں تھے موقعہ بموقعہ نقشے بھی لگائے گئے ہیں۔ تاکہ عاشقان خواجہ گھر بیٹھے سیر کا پورا لطف اٹھا سکیں۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت اعلےٰ ہونے سے کتاب ظاہری خوبیوں سے بھی آراستہ ہے۔ ہدیہ صرف (عہ)

ملنے کا پتہ منشی عبدالمجید عثنفی مینیجر کامل بک ایجنسی لاہور